سرزمین خراسان میں
متحدہ صلیبی افواج کے خلاف لڑی جانے والی

مقدس جنگ

سرزمین افغانستان میں امریکی اور نیٹو افواج کے خلاف برسرپیکار
ایک مجاہد کی ایمان افروز جہادی داستان

مصنف: حیات اللہ

مرتب: ڈاکٹر حامد اصغر شیخ

ناشر: مکتبہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ لاہور
0321-6264877

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مرتب

موجودہ دور کی سب سے بڑی صلیبی جنگ میں عالم کفر سے ایک عرصہ تک برسر پیکار رہنے والے شیر دل اور شاہین صفت طالبان مجاہدین کی یہ ایمان افروز داستان ''جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا'' کا ایک عملی نمونہ ہے۔ یہ داستان ایک ایسے مجاہد نے اپنے قلم سے تحریر کی ہے جو عرصہ دراز تک طالبان مجاہدین کے شانہ بشانہ عالم کفر سے ٹکراتا رہا اور انہیں ناکوں چنے چبواتا رہا۔ اس داستان کو رقم کرنے والے بھائی حیات اللہ (اللہ انہیں رہائی عطا فرمائے آمین) نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے میدان جہاد میں اہم کردار ادا کیا۔ دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت بھائی حیات اللہ اور دیگر تمام اسیر مجاہدین کو رہائی عطا فرمائے۔آمین

ڈاکٹر حامد اصغر

☆......☆......☆

پیش لفظ

﴿وَ لَا تَهِنُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ﴾

(آل عمران : ۱۳۹)

''اور ہمت نہ ہارو اور غم نہ کرو اور تم ہی سربلند ہوگے اگر تم مومن ہو۔''

تاریخ شاہد ہے کہ افغان سرزمین پر بیرونی دنیا کی نام نہاد طاقتوں نے اپنی عددی برتری، بے بہا جنگی ساز و سامان اور جدید ترین ٹیکنالوجی کے بھروسے اور بل بوتے پر بار بار حملے کیے اور غیور افغانوں کو اپنے سامنے سرنگوں کرنے کی کوشش کی لیکن ہر بار غیرت مند افغان مسلمانوں نے وقت کے فرعونوں کو اپنے ایمان، صبر، جرأت اور حکمت کے ساتھ شکست سے دوچار کیا اور ہر بار افغان سرزمین کو غیرت مند افغان مسلمانوں نے ''سپر پاوروں'' کا قبرستان بنا کر چھوڑا۔ نام نہاد ''سپر پاورز'' جس روپ میں بھی افغانستان پر اپنا تسلط جمانے آئیں ہمیشہ افغانوں کے ہاتھوں برباد ہو کر ہی لوٹیں، چونکہ مومن کا ایمان اسے کبھی بھی محکوم ہونے اور کسی غیر کی غلامی قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسی لیے افغان مسلمانوں نے کبھی بھی اور کسی بھی غیر کے غاصبانہ تسلط کو قبول نہیں کیا۔

آج سے بارہ سال قبل دنیا کی نام نہاد سپر پاور نے جارحانہ طریقہ سے اپنے ہی بنائے ہوئے بے ہودہ و فرسودہ عالمی قوانین کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے حملہ کیا اور اس حملے اور کھلی دہشت گردی کو عین حق اور جائز قرار دیا تھا...... شاید امریکہ، اس کے اتحادیوں اور بناوٹی رائے عامہ کے چگادریوں کو غیور اور بہادر افغانوں کی تاریخ معلوم نہیں تھی اور اگر معلوم تھی تو انہوں نے اس سے سبق حاصل نہیں کیا علاوہ ازیں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو اپنی جدید ترین ٹیکنالوجی پر بہت ہی غرور اور تکبر تھا، وہ سمجھتے تھے کہ جدید ترین اسلحہ اور خطرناک فضائی

قوت کے زور پر وہ طالبان مجاہدین کو کچل کر رکھ دیں گے۔

اگرچہ امریکہ کی بدترین جارحیت اور درندگی کے نتیجہ میں بظاہر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ نے اپنی حکومت چھوڑ دی تھی لیکن آج 11 سال بعد بھی امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی بھرپور جدوجہد، انسانیت سوز ظلم وستم اور ہر قسم کا جدید سے جدید اسلحہ اور ٹیکنالوجی استعمال کرنے کے باوجود کابل سے قندھار، غزنی سے بدخشان اور خوست سے مزار شریف تک طالبان مجاہدین کا ہی سکہ چلتا ہے۔ افغانستان کے اندر طالبان جہاں چاہتے ہیں امریکی اور نیٹو افواج کے خلاف اپنی مرضی کی کارروائیاں کرتے ہیں، علاوہ ازیں افغانستان کے غیور عوام کی اکثریت طالبان پر مکمل اعتماد کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ طالبان مجاہدین افغانستان کے کسی بھی علاقہ میں چلے جائیں تو وہاں کی عوام والہانہ طریقہ سے ان کا استقبال کرتی ہے اور ہر طرح سے ان کی ضروریات کا خیال رکھتی ہے، جس کی زندہ مثالیں زیر نظر کتاب میں آپ کو جابجا ملیں گی۔

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ کی قیادت میں افغانستان میں امریکی اور نیٹو افواج کے خلاف برسر پیکار مجاہدین، بھائی حیات اللہ، ملّا عبد الشکور، ملّا داد اللہ، بھائی ازمرے، بھائی خالد کے۔ٹو، استاد بلالی قاری عباس شہید اور دیگر مجاہدین کی جہد مسلسل اور قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج افغانستان کے 75 فیصد سے زائد علاقوں پر طالبان کا کنٹرول ہے اور ان علاقوں میں انہی کا حکم چلتا ہے۔ اس بات کو آج امریکہ اور نیٹو سمیت دنیا کے اکثر ممالک تسلیم کر چکے ہیں کہ افغانستان میں برسر پیکار نیٹو اور امریکہ کی جنگی قیادت کے اعلیٰ افسران چوری چھپے دنیائے صحافت کے سامنے اس بات کا اعتراف بھی کر رہے ہیں کہ افغانستان کے 34 صوبوں میں سے 33 صوبوں پر طالبان کی حکومت ہے جہاں پر ان کے گورنر باقاعدہ کام کر رہے ہیں۔ موجودہ صورت حال سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا طالبان مجاہدین کے ہاتھوں کیا حشر ہورہا ہے اور وہ افغانستان کی دلدل سے اپنی جان چھڑوانے کے لیے بھاگنے کے راستے تلاش کر رہے ہیں۔ امریکہ مختلف حیلوں بہانوں سے

کوئی ایسا آبرومندانہ طریقہ تلاش کر رہا ہے کہ جس کے ذریعہ وہ اپنے اتحادیوں کو لے کر افغانستان سے نکل جائے لیکن دوسری جانب طالبان مجاہدین اپنے آہنی ارادوں کے ساتھ سرزمین خراسان کو غیر ملکی فوجوں کے لیے جہنم بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔

2001ء میں جب امریکہ نے پوری دنیا کے قابل ذکر ممالک کو ساتھ ملا کر سرزمین خراسان پر حملہ کیا تھا تو پوری دنیا خصوصاً اسلامی ممالک کے لوگ انگشت بدنداں تھے کہ اب کیا ہوگا...... دجالی اینکر پرسنوں اور تجزیہ کاروں کی زبانیں دراز ہونے لگیں کہ اب اسلامی شریعت نافذ کرنے والے ان ملاؤں کو امریکہ تہس نہس کرکے رکھ دے گا...... امریکہ ان طالبان کا دنیا سے نام ونشان مٹا دے گا اور اسلام اسلام کی رٹ لگانے والے ان مجاہدین کو قصہ ٔ ماضی بنا چھوڑے گا......، بظاہر حالات بھی ایسے ہی نظر آرہے تھے کیونکہ امریکہ اور یورپ کی خطرناک حد تک جدید ٹیکنالوجی کے مقابلہ میں طالبان کے پاس کچھ بھی تو نہ تھا، طالبان کی اسی بے سروسامانی اور بظاہر ٹیکنالوجی اور اسلحہ وغیرہ کے اعتبار سے ناگفتہ بہ حالت کو دیکھ کر دنیا قیاس کیے بیٹھی تھی کہ اب امریکہ کے ہاتھوں طالبان کو برباد ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا...... مسلمانوں کے دشمن خوشیاں منا رہے تھے کہ دنیا میں موجود واحد حقیقی اسلامی ریاست کو امریکہ اور اس کے اتحادی ختم کر کے رکھ دیں گے...... جبکہ مجاہدین سے محبت رکھنے والے لیکن دور بیٹھے مسلمان آنسو بہا رہے تھے کہ امارت اسلامی مٹ جائے گی...... مجاہدین مار دیے جائیں گے...... جبکہ امارت وحکومت کو چھوڑ کر امیر المومنین ملاّ محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ اور ان کے جاں نثار ساتھی ایک نئی گوریلا جنگ کے لیے آمادہ وتیار ہو کر پہاڑوں کا رخ کر رہے تھے، ان کو امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی جدید ترین ٹیکنالوجی، خوفناک اسلحہ اور خطرناک ترین فضائی قوت بالکل مرعوب نہ کرسکی کیونکہ ان کی نظر اسباب پر نہیں بلکہ مسبّب الاسباب پر تھی...... ان کے سامنے اللہ رب العزت کا یہ فرمان موجود تھا کہ:

﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۝﴾

(البقرہ: ٢٤٩)

یعنی ''بارہا ایسا ہوا کہ ایک قلیل گروہ اللہ کے حکم سے ایک بڑے گروہ پر غالب آ گیا، اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔''

الحمد للہ! آج اللہ پر بھروسہ کرنے والے جیت چکے ہیں، الٰہی نصرت کے سامنے ٹیکنالوجی کے بت پاش پاش ہو رہے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ''مقدس جنگ'' داستان ہے ان سرفروشوں کی کہ جو بے سروسامانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے بھروسے پر وقت کے فرعونوں سے ٹکرا گئے......

''مقدس جنگ'' سرگزشت ہے اللہ کے ان سپاہیوں کی کہ جنہوں نے دیسی اور خودساختہ اور اسلحہ و بارود سے یہود و نصاریٰ کی جدید ترین ٹیکنالوجی کو پاش پاش کر کے رکھ دیا، ''مقدس جنگ'' سرزمین خراسان میں صلیبی وصہیونی لشکروں کے خلاف برسر پیکار رہنے والے صرف چند جاں باز مجاہدوں کی روداد ہے، جبکہ اس داستان کو پڑھ کر ہر قاری بخوبی اندازہ کر سکتا ہے کہ ''مقدس جنگ'' کتاب میں ذکر کردہ چند جہادی معرکوں کے علاوہ پورے افغانستان میں مجاہدین کے ہاتھوں صلیبی وصہیونی لشکروں کی کیسی درگت بن رہی ہوگی۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو امت مسلمہ میں بیداری کا ذریعہ بنائے اور اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مصنف اور دیگر مجاہدین کو طاغوت کی قید سے آزادی عطا فرمائے۔ (آمین)

احقر
ڈاکٹر حامد اصغر شیخ

١٤٣٤-٤-١٨ 1-3-2013ء

سرزمین شہداء افغانستان کا جہادی سفر

۲۰۰۵ء کے موسم گرما کا وسط تھا، میرا جہادی سفر افغانستان کے صوبہ قندھار کے ضلع خاکریز کی طرف ہوا، ابتداً ہم کل سترہ ۱۷ مجاہد ساتھی تھے، جن میں تیرہ (۱۳) مجاہد ہم سے پہلے عازمِ سفر ہوئے، راقم تین ساتھیوں کے ہمراہ چند روز بعد روانہ ہوا، راقم کے ہمراہ تاجک مجاہد ازمرے، افغانی مجاہد عبدالکریم اور داؤد آقا تھے۔ کوئٹہ سے بعد از نماز فجر روانہ ہوئے، دس بجے کے قریب چمن بارڈر پر پہنچ گئے، بارڈر کراسنگ کے دوران کوئی خاص مشکل پیش نہ آئی۔ سپین بولدک اڈے پر کھانا کھایا اور قندھار کے لیے روانہ ہو گئے۔

گاڑی میں ہم سب (راقم، عبدالکریم، داؤد آغا اور ازمرے) نے الگ الگ کرایہ دیا یہ ایک حفاظتی تدبیر تھی کہ اگر گاڑی کے اندر کوئی صلیبی مخبر (Tout) موجود ہو تو اس کو درست معلومات حاصل نہ ہوں اور اگر تلاشی یا گرفتاری یا کوئی اور مسئلہ پیش آ جائے تو باقی ساتھی محفوظ رہیں، ہم سپین بولدک سے روانگی کے بعد دو اڑھائی گھنٹے میں قندھار پہنچ گئے۔ قندھار میں راقم پہلے بھی کئی بار آ چکا تھا، بلکہ یہاں کچھ وقت بھی گزار چکا تھا۔ کیونکہ قندھار شہر ہے

حضرت امیر المومنین ملاّ عمر مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ کا،

لیکن آج قندھار اداس ہے،

کیونکہ اس کی گلیاں انسانوں سے خالی اور صلیبی درندوں اور عبداللہ بن ابی منافق کے گماشتوں سے بھر گئی ہیں۔

جواں سال بیٹیوں کے والدین میٹھی نیند نہیں ہو سکتے، کیونکہ قندھار کا گورنر ملاّ حسن رحمانی قندھار کی گلیوں میں لاٹھی ٹیکتا ہوا پہرہ دیتا نظر نہیں آتا۔ آج قندھار اداس ہے۔ کیونکہ آج وہاں انصاف کرنے والے طالبان قاضی کی جگہ خونخوار حامد کرزئی کا رشوت خور اور

بدکردار گورنر مسلط ہے۔لیکن قندھار منتظر ہے............

اس بوریانشین کا جو امارت اسلامیہ کا سربراہ بھی تھا، رئیس المجاہدین بھی اور شورائے عالی کا امام بھی۔یعنی امیر المومنین ملاّ محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ۔ میں انہیں خیالات میں گم تھا کہ داؤد آقا نے کہا کہ گاڑی جانے کے لیے تیار ہے میرے ساتھ چلو، میں آنکھوں کی نمی صاف کرتے ہوئے گاڑی میں سوار ہو گیا۔ ہم مسلسل تین گھنٹے سفر کرنے کے بعد ضلع خاکریز کی بستی چنار پہنچ گئے۔

ہمارا مقصد اس علاقے میں موجود صلیبی اتحادی افواج کی آمدورفت کو روکنا تھا جس کے لیے ان کے راستے میں بارودی سرنگیں بچھانا تھیں۔

رات نو بجے کے قریب ہم چنار بستی پہنچ گئے ،عبدالکریم اپنے گھر چلا گیا چونکہ اس کا گھر چنار بستی میں ہی تھا، ہم حفاظتی تدبیر کے طور پر اگلی بستی چلے گئے ،جس کا نام ’’لوڑ والا‘‘ تھا۔

جب ہم ’’لوڑ والا‘‘ پہنچے تو وہاں پر ایک مکان سے روشنی باہر آ رہی تھی ہم نے اُس مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا صاحب خانہ باہر تشریف لائے جو کہ آقا داؤد کے واقف تھے ان کا کشمش کا کاروبار تھا۔

انہوں نے باہر آتے ہی افغانی روایات کے مطابق ہمارا بھرپور استقبال کیا۔سلام دعا اور معانقے کے بعد صاحب خانہ ہمیں اپنے کشمش خانہ میں لے گئے جہاں پر کشمش بنانے کا کام زور وشور سے جاری تھا۔ ہم وہاں پر گپ شپ میں مشغول ہو گئے باقی لوگ کشمش تیار کرنے کے لیے انگوروں کو چھوٹی چھوٹی لکڑیوں پر لٹکا رہے تھے۔ ساڑھے دس بجے کے قریب صاحب خانہ کا بیٹا کھانا لے آیا۔

یہ افغانی طرز کا شاندار کھانا تھا جس میں ہمارے میزبان نے اپنی روایتی مہمان نوازی کا بھرپور خیال رکھا تھا، میزبان کے ہمراہ ہم نے کھانا کھایا پھر مہمان خانہ میں جا کر وضو کیا اور صلوٰۃ عشاء ادا کی۔

اس دوران ہمارے آرام کے لیے بستر لگا دیئے گئے، ہمارا میزبان ہماری حفاظت کے

لیے ایک روسی ساختہ کلاشنکوف بھی لے آیا اس نے کہا کلاش رکھ لو یہ تمہارے کام آئے گی ہمارے میزبان نے اجازت چاہی اور چلا گیا۔ ہم جس وقت چنار بستی پہنچے تھے تو جاسوس طیارہ (جس کو امریکی ڈرون طیارہ اور افغانی بونگی طیارہ کہتے ہیں) فضا میں گردش کر رہا تھا اسی وجہ سے ہم چنار بستی سے لوڑ والا چلے آئے تھے۔

لیکن یہ جاسوس طیارہ ساری رات چنار بستی، لوڑ والا اور قریبی بستیوں پر بہت زیادہ نچلی پروازیں کرتا رہا اور ہم شکوک وشبہات کا اظہار کرتے رہے کہ یہ جاسوس طیارہ اتنی نچلی سطح پر کیوں پرواز کر رہا ہے؟ کہ ہم اسے رات کو بھی خالی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں۔

اسی دوران دن بھر کا تھکا دینے والے سفر اور آدھی رات بیت جانے کی وجہ سے نیند کا غلبہ ہوا اور ساتھی نیند کی آغوش میں چلے گئے اور میں اپنے خیالات میں گم ہوگیا۔ میں نے سوچا یہ امریکی جو کہ اصل میں عالم اسلام کے خلاف صلیبی جنگ (کروسیڈ وار) لڑ رہے ہیں لیکن امریکہ عوامی آزادی، جمہوریت کی بحالی، حقوق نسواں کی آزادی کا نعرہ اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کے بہانے بناتے ہوئے حقیقی اسلامی حکومت امارتِ اسلامیہ افغانستان پر سات سمندر پار سے حملہ آور ہوا ہے بلکہ ساری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ظلم و بربریت کا بازار گرم کیے ہوئے ہے۔

افغانستان سے لے کر کشمیر تک، عراق سے لے کر فلسطین تک، مسلمانوں کا خون امریکی اشاروں پر پانی سے سستا سمجھ کر بہایا جا رہا ہے۔ ابوغریب جیل کی فاطمہ نور سے لے کر مسلمان بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی تک اس کی درندگی کا شکار ہو چکی ہیں۔ گوانتاناموبے سے لے کر بگرام ایئربیس کے قید خانے تک، قلعہ جنگی سے لے کر شبرغان جیل تک اور سی آئی اے کی خفیہ جیلوں سے لے کر پاکستان کے لاپتہ افراد تک ہزاروں مسلمان نوجوان امریکیوں اور اس کے حواریوں کے ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں۔

امریکی اشاروں پر یورپ اور امریکہ کے پالتو اسرائیل نے غزہ کا ٹینکوں اور زمینی افواج کے ذریعے اس طرح محاصرہ کیا کہ غزہ کو ایک قید خانہ کہہ سکتے ہیں جس کے باسیوں

کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہیں سوائے فضا سے برسنے والے تباہ کن بموں کے، جن کو اسرائیلی طیارے برساتے ہیں۔

میں نے سوچا ستاون (۵۷) اسلامی ممالک کے حکمران اس ظلم کے خلاف اعلان جہاد کیوں نہیں کرتے ؟ایک مسلمان لڑکی کی پکار پر سندھ فتح کرنے والے مسلمانوں کی اولاد کہلانے والے آج فاطمہ نور، ڈاکٹر عافیہ صدیقی اور مروہ شہید کی پکار پر تڑپ کیوں نہیں جاتے؟

ایک عیسائی لڑکی کی پکار پر اندلس (سپین) فتح کرنے والے مسلمانوں کے پیروکار آج ہزاروں بے گھر اور صلیبی ظلم کا شکار مسلمان بچیوں کے دفاع کے لیے میدان عمل میں کیوں نہیں اترتے؟ میں نے اس کا بغور جائزہ لیا۔

حکمرانوں کو تو ویسے میں نے یہودیوں کا حامی پایا خاص کر عبداللہ بن سبا یہودی کے پیروکاروں کو جنہوں نے ابتداء اسلام سے اب تک حکیم بن جبلہ، اشتر مالک، مختار ثقفی، حسن بن صباح، ابن علقی، نصیر الدین طوسی ، فاطمیوں ، میر جعفر، میر صادق، یحییٰ خان اور پرویز مشرف کی صورت میں اسلام اور مسلمانوں کی پشت میں چھرا گھونپا ہے۔

امریکی ہیلی کاپٹروں کی آمد:

مجھے ابھی سوئے ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ فضا صلیبی ہیلی کاپٹروں کی آوازوں سے یکا یک گونج اٹھی، ہم جلدی سے بیدار ہوئے اور حالات کا جائزہ لیا یہ سحری کا وقت تھا۔تھوڑی دیر بعد نماز فجر کی اذانیں شروع ہوگئیں ہم نے فجر کی نماز ادا کی۔

ہم نے سوچا یہ امریکی اگر نیچے اتر آئے تو تلاشی ضرور ہوگی ہم تین ساتھی ہیں اور لڑنے کے لیے ایک کلاشنکوف ہے جس سے ہم زیادہ دیر تک لڑ نہیں سکتے، اس کو چھپا دینا بہتر ہے، ہم نے کلاشنکوف کو فوراً سردیوں میں جلائی جانے والی گھاس کے ڈھیر میں چھپا دیا۔

اس کے بعد ہم نے میزبان کو بلایا اس سے ان ہیلی کاپٹروں کی آمد کی وجہ پوچھی ہم نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ یہ کسی مخبری وغیرہ پر تو نہیں آئے؟ ہمارا میزبان ہیلی کاپٹروں کی پروازوں کی کوئی خاص وجہ تو نہ بتا سکا لیکن اُس نے ایک بڑا شاندار مشورہ دیا اور کہنے لگا کہ آپ تینوں

(ازمرے، داؤدآقا اور راقم) ہمارے انگوروں کے باغ میں چلو اگر کوئی پوچھے گا تو ہم بتادیں گے کہ یہ مزدور ہیں اور مزدوری کرنے کے لیے آئے ہیں اس سے تم امریکیوں سے بھی محفوظ ہوجاؤ گے اور مقامی بستی والوں سے بھی اور کوئی صلیبی مخبر بھی تمہاری گرد کو نہیں پہنچ سکے گا۔

انگوروں کے باغ کی طرف روانگی:

ہم فضا میں پرواز کرنے والے ہیلی کاپٹروں کا جائزہ لے رہے تھے کہ اسی دوران ہمارا ناشتہ آ گیا ہم نے ناشتہ کیا اور میزبان کے ساتھ ہی انگوروں کے باغ کی طرف روانہ ہو گئے، راستے میں ہم نے اپنے میزبان سے اپنے ان تیرہ ساتھیوں کے متعلق دریافت کیا جو ہم سے چند روز پہلے کوئٹہ سے آئے تھے۔

ہمارے میزبان نے بتایا کہ مجھے اُن کے متعلق معلومات نہیں ہیں لیکن تسلی بھی دی کہ تھوڑی دیر ہی میں ان کی بھی معلومات حاصل کر لیں گے، ہمیں اتنا تو معلوم تھا کہ ہمارے ساتھی اسی علاقہ میں موجود ہیں لیکن یہ پتہ نہیں تھا کہ کس جگہ ہیں۔

اور اسی وجہ سے پریشان تھے کہ فضا میں پرواز کرنے والے امریکی ہیلی کاپٹروں کو ان کی مخبری یا جاسوسی طیارہ جو رات کو گردش کر رہا تھا، کے ذریعے سے ان کی تصاویر نہ پہنچ گئی ہوں۔ اتنے میں ہم باغ کے اندر پہنچ گئے ہمارے میزبان سمیت تمام لوگ انگور توڑنے میں مشغول ہو گئے جبکہ ہم تینوں ساتھی انگور کھانے اور باغ کی سیر کرنے لگ گئے لیکن ہماری پوری توجہ بستی اور اس کی فضا میں گردش کرنے والے صلیبی ہیلی کاپٹروں پر تھی، جو کہ اب کسی پر شک معلوم ہونے پر بھی ہیلی کاپٹر اتار کر اس کی تلاشی لیتے اور سوال جواب بھی کرتے کہ تم طالب تو نہیں ہو؟

گیارہ بجے کے قریب دو بڑے امریکی ہیلی کاپٹر جن کو امریکی چنیوک کہتے ہیں، فضا میں گردش کرنے لگے، تھوڑی دیر بعد ایک ہیلی کاپٹر سامنے والی پہاڑی کے اوپر جبکہ دوسرا نیچے اتر گیا اور پہلے سے موجود ہیلی کاپٹر فضا میں ہی گردش کرتے رہے، صلیبی امریکیوں نے زمینی اور فضائی محاصرہ کر کے علاقے کی تلاشی شروع کر دی، ہم بہت پریشان تھے خدانخواستہ محاصرہ

ہمارے ساتھیوں کا ہو اور وہ اس تلاشی والی جگہ پر موجود ہوں ہم تینوں اپنے ساتھیوں کی حفاظت کے لیے اللہ کے حضور دست بدعا تھے۔صلیبی امریکی ایک گھنٹہ تلاشی لینے کے بعد واپس روانہ ہو گئے اسی دوران میزبان کے گھر سے دوپہر کا کھانا آ گیا، ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا کنویں سے (جو کہ باغ میں ہی موجود تھا) ٹھنڈا پانی پیا اور وضو کر کے نماز ظہر ادا کی اور اپنے ساتھیوں کی حفاظت کے لیے رب کے حضور گڑ گڑا کر دعا مانگی۔

ملاّ ملنگ سے ملاقات:

ہم صلوۃ الظہر ادا کر کے فارغ ہوئے تو اطلاع موصول ہوئی کہ طالبان مسئول ملاّ عبدالشکور کا بھائی ملاّ ملنگ قریبی بستی میں آیا ہوا ہے، ہم نے ملاّ ملنگ کو پیغام بھیجا وہ پیغام ملتے ہی ہماری ملاقات کو ہمارے پاس باغ میں آ گیا، ملاّ ملنگ ہمیں بڑی گرم جوشی سے ملا، ہم نے فوراً اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے ملاّ ملنگ سے اپنے ساتھیوں کے متعلق دریافت کیا تو اس نے مختصر سا جواب دیا کہ وہ سب خیریت سے ہیں جس سے ہمیں اطمینان ہوا اس کے بعد ملاّ ملنگ نے تفصیلی حالات بتاتے ہوئے کہا کہ کمانڈر ملاّ عبدالشکور مصروفیت کی وجہ سے پیچھے ہی رہ گئے ہیں اب میں اس علاقے کا ذمہ دار ہوں دوبارہ پھر میں نے اس سے اپنے ساتھیوں کے متعلق دریافت کیا تو اس نے بتایا جس پہاڑی پر امریکی چنیوک ہیلی کاپٹر اترے تھے اس کے دامن میں ایک مکان ہے اور یہ بستی سے باہر ہے اس کا مالک ایک عظیم آدمی ہے اس مکان کے ساتھ ایک مسجد اور اس کے سامنے خوبصورت باغیچہ ہے جس کے گرد چاروں اطراف میں ہمارے میزبان نے وسیع فصل کاشت کر رکھی ہے ملاّ ملنگ نے مزید بتایا کہ ہم تیرہ ساتھیوں نے رات اسی مسجد میں گزاری اور تمام ساتھی رات باری باری پہرہ دیتے رہے۔

علاقے کی تلاشی:

صبح سویرے مجاہدین اپنے اگلے سفر کا آغاز کرنے کی تیاری کر رہے تھے اور کچھ ساتھی صلوٰۃ التہجد پڑھنے میں مشغول تھے کہ دریں اثناء امریکی ہیلی کاپٹر فضا میں گردش کرنے لگے

اور انہوں نے علاقے کی تلاشی شروع کر دی مجاہدین اپنی پالیسی کے مطابق علی الصبح روانگی کے لیے تیار تھے جب انہوں نے تلاشی کا سلسلہ شروع دیکھا تو یہ طے کیا کہ ہمیں اس علاقے میں آئے ہوئے دو تین روز ہی گزرے ہیں جس کی وجہ سے علاقے سے واقفیت بھی کم ہے اسلحہ بھی تھوڑا ہے اس لیے جنگ نہ کی جائے، جو تھوڑا سا اسلحہ ہے اس کو چھپا دیا جائے ورنہ تو ان کے ساتھ مقامی آبادی کے لوگ بھی امریکیوں کے عتاب کا شکار ہو جائیں گے۔

ساتھیوں نے ملاّ ملنگ کو فوراً وہاں سے نکل جانے کا کہا اس لیے کہ ہم پکڑے بھی گئے تو آپ دیگر ساتھیوں کو ملا کر کام کو جاری رکھ سکتے ہیں اور تمام ساتھی پہاڑی کی دوسری طرف چلے گئے جدھر بڑے بڑے پتھر اور جھاڑیاں وغیرہ تھیں، اسی دوران ساتھیوں نے اسلحہ جمع کر کے گدھے پر لادا اور ایک ساتھی اکبر کو کہا کہ اس کو قریبی بستی میں پہنچادے اکبر پہلی مرتبہ اسلحہ اندھیرے میں ہی بستی پہنچا کر واپس آ گیا۔

رحمت خداوندی کا حیرت انگیز واقعہ:

جب اکبر دوسری مرتبہ اسلحہ لے کر جا رہا تھا تو کافی روشنی ہو چکی تھی اور اکبر ابھی بستی نہیں پہنچا تھا کہ اسی دوران امریکی ہیلی کاپٹر اس کے سر پر پہنچ گئے۔ اکبر نے سوچا کہ آج ظاہری اسباب تو کچھ نہیں وہ کھلے میدان میں ہے چھپنے کی کوئی جگہ نہیں کافی مقدار میں اسلحہ گدھے پر لادا ہوا ہے اور ہیلی کاپٹر سر پر گشت کر رہا ہے، اسی دوران ہیلی کاپٹر والے فوجی نے اکبر کو رکنے کا اشارہ کیا اکبر رک گیا، امریکیوں نے ہیلی کاپٹر نیچے اتار دیا جب ہیلی کاپٹر نیچے اترا تو ہیلی کاپٹر کے گرد گرد وغبار کا طوفان فضا میں پھیل گیا، گدھا اس سے ڈر کے بستی کی جانب بھاگا۔

اسی دوران اچانک اکبر کے ذہن میں خیال آیا کہ اس کے بالکل قریب ہی شہتوت کا ایک درخت ہے جو اُوپر سے آرے سے کٹا ہوا ہے، تقریباً اس کی چار فٹ اونچائی ہو گی موسم بہار کی وجہ سے اس کی بہت زیادہ شاخیں اور پتے نکلے ہوئے تھے اکبر نے دوڑ کر چھلانگ لگائی اور ان شاخوں میں چھپ گیا گھنی شاخوں کی وجہ سے نیچے سے کچھ بھی نظر نہیں

آ تا تھا۔

جب گردوغبار کے بادل چھٹے، مطلع صاف ہوا تو امریکیوں نے ہیلی کاپٹر سے اتر کر دیکھا کہ وہاں پر گدھا ہے اور نہ ہی کوئی انسان، امریکیوں نے بہت تلاش کیا لیکن انہیں اپنا مقصود (اکبر اور اسلحہ والا گدھا) ہاتھ نہ آیا امریکیوں کی عقل چکرا کر رہ گئی کہ ان دونوں کو زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا، اکبر شہتوت کے گھنے درخت کے درمیان میں بیٹھا ان کفر وشرک اور ظلم واستبداد کے علمبرداروں کو ذلیل ہوکر خاک چاٹتے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

دل میں ہجرت کی رات حضور ﷺ کا کافروں کو اندھا کر کے مدینہ روانہ ہونے والا واقعہ پر اترنے والی نصرت خداوندی کا مزہ بھی لے رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ ہجرت اور جہاد کا چولی دامن کا ساتھ ہے، آج اکبر بھی مہاجر ہے اور مجاہد بھی اور رب العالمین کی رحمت کو اترتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا، اس پر وہ اپنے رب کا شکر بجالا رہا تھا اور اسلام کی دوبارہ شان وشوکت کے ساتھ بحالی اور نفاذ اسلام کے لیے دعا گو بھی تھا۔ گدھا جب بستی میں پہنچا تو بستی والوں نے اسلحہ اتار کر چھپا دیا اور گدھے کو بستی سے باہر بھگا دیا، صلیبی امریکی تھوڑی دیر تلاشی لینے کے بعد واپس روانہ ہو گئے جبکہ اکبر بخیر وعافیت بستی میں پہنچ گیا۔

ملاّ عبدالقادر اور نصرت الٰہی:

کمانڈر ملاّ ملنگ نے بتایا کہ وہ محفوظ مقام پر کھڑا ہوکر ہیلی کاپٹروں کی پروازوں اور ان کا پہاڑی پر اور کھلے میدان میں اترنے کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر رہا تھا۔ اس نے مزید بتایا کہ صلیبی تلاشی کے دوران اُس جگہ پہنچ گئے جہاں پر اپنے ساتھی چھپے ہوئے تھے ساتھیوں کے چھپنے کی کوئی خاص جگہ نہیں تھی صرف پتھر وغیرہ ہی تھے اور امریکی بھرپور تلاشی کر رہے تھے۔

اسی دوران نصرت الٰہی کا ایک عجیب واقعہ ملاّ عبدالقادر کے ساتھ پیش آیا۔ ملاّ عبدالقادر قریبی بستی تمبیل کا رہنے والا ہے، ملاّ عبدالقادر تلاشی کے دوران بالکل صاف چٹیل جگہ پر بیٹھا ہوا تھا اس کے پاس چھپنے کو کوئی جگہ نہ تھی، نہ کوئی پتھر نہ کوئی جھاڑی اور نہ ہی کوئی

درخت وغیرہ۔

قہوہ بنانے والی کیتلی ملاّ عبدالقادر کے بالکل سامنے پڑی تھی اسی اثناء میں امریکی تلاشی لیتے ہوئے ملاّ عبدالقادر کے بالکل قریب پہنچ گئے اور ملاّ عبدالقادر نے ایک امریکی فوجی کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ وہ بالکل سیدھا چلتا ہوا ملاّ عبدالقادر کی طرف آرہا تھا دائیں بائیں بھی بڑے غور سے دیکھ رہا تھا اس کے ہاتھ میں لوڈ امریکی گن بھی تھی جس کے اوپر دوربین نصب تھی امریکی فوجی سیدھا چلتا ہوا آیا اور ملاّ عبدالقادر سے چار فٹ کے فاصلے پر دائیں بائیں دیکھتا ہوا گزر گیا۔ یہ محض اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت اور نصرت تھی کہ یہ گوری چمڑی اور کالے کرتوتوں والے امریکی محض چار فٹ کے فاصلے سے بھی ملاّ عبدالقادر کو نہ دیکھ سکے۔ ملاّ ملنگ نے کہا یہی وہ واقعات اور نصرت الٰہی کا مظاہرہ ہے جس کی وجہ سے مجاہدین صلیبی اتحادی افواج کو ناکوں چنے چبوا رہے ہیں اور بے سروسامانی کے عالم میں بھی عالمی کفر کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے ہیں۔ ملاّ ملنگ نے اپنا عزم دوہراتے ہوئے مزید کہا کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی نصرت شامل حال رہی تو ہم بہت جلد ان عالمی کفر واستبداد کے علمبرداروں کو سرزمین شہداء سے بھاگنے پر مجبور کردیں گے۔ ان شاء اللّٰہ

مجاہدین کی گرفتاری اور رہائی:

امریکی ایک بجے تک تلاشی لیتے رہے اس کے بعد امریکیوں نے محاصرہ اٹھایا اور تلاشی ختم کر کے واپس چلے گئے، بعدازاں جب ساتھی جمع ہوئے تو معلوم ہوا کہ امریکی جاتے ہوئے ہمارے دو ساتھیوں کو گرفتار کر کے لے گئے ہیں جن کے نام عبداللہ اور عصمت اللہ ہیں، دونوں ساتھیوں کو امریکی قندھار ائربیس پر لے گئے، تین دن تک امریکیوں نے عبداللہ اور عصمت اللہ کی تحقیقات کیں دونوں کو بے گناہ قرار دے کر رہا کر دیا، واپسی پر کرایہ بھی دیا۔ جب وہ ہمارے پاس پہنچے تو انہوں نے بتایا کہ ہم نے امریکیوں کو کہا کہ ہم شکاری لوگ ہیں اور قندھار کے رہنے والے ہیں اس علاقے میں چکور کا شکار کرنے آئے تھے، دونوں تین دن تک یہی کہانی امریکیوں کو سناتے رہے، مالک مکان کو بھی گرفتار کیا تھا اُس نے بھی ہمیں

پہچاننے سے صاف انکار کر دیا کہ میں نے ان دونوں کو کہیں نہیں دیکھا اور نہ ہی میرے پاس طالبان آئے تھے۔

مالک مکان کو امریکیوں نے چھے ماہ کے بعد چھوڑا، اس کی وجہ یہ تھی کہ امریکیوں کے پاس اس کے مکان کی وہ تصاویر تھیں جس میں طالبان اس کے گھر کھانا کھا رہے تھے لیکن وہ دھندلی تصاویر تھیں، کھانا کھانے والوں کے چہرے نظر نہیں آئے محض افراد محسوس ہوتے تھے امریکی اسی کی تحقیقات کرتے رہے لیکن مالک مکان کے انکار اور ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے اسے بے گناہ قرار دے کر رہا کر دیا گیا۔

علاقے کی ریکی اور تقسیم:

علاقے میں کچھ اطمینان ہوا تو ہم سب یعنی میں، ازمرے (تاجک) اور داؤد آقا ملاّ ملنگ کے ساتھ اپنے باقی تیرہ ساتھیوں کے پاس آئے، انہوں نے ہمارا پر جوش استقبال کیا اور ہم نے اُن سے گزشتہ رات کی مختصر (کارروائی) روداد سنی اور ان کو استقامت کی دعا دی۔ اب تمام ساتھی علاقے میں موجود صلیبی افواج کے خلاف کارروائی کرنے کے متعلق سوچ رہے تھے آخر فیصلہ یہ ہوا کہ پہلے علاقے سے مکمل واقفیت حاصل کی جائے اور اپنا سامانِ حرب درست کیا جائے۔

شام تک میں نے وائرلیس سیٹ، ریموٹ کنٹرول بیٹری سیل، اینٹی ٹینک مائن وغیرہ اپنے ذمہ داران سے حاصل کیں، علاقے کی جو معلومات حاصل ہوئیں ان کے مطابق اس علاقے میں تین روڈ امریکی اپنی آمدورفت کے لیے استعمال کرتے تھے اسی ترتیب سے ہم نے اپنے ساتھیوں کی تشکیل کی اور قندھار اور اورزگان روڈ پر اکبر اور سعید مل، چنار قندھار روڈ پر ازمرے اور سعید جان، داؤد آقا اور عبدالقادر، چنار، ہلمند روڈ پر عزیز الرحمٰن، رمضان اسٹینگر اور ملاّ محمد قاسم کی تشکیل ہوئی۔

امریکیوں پر پہلی کاری ضرب:

تشکیل کے بعد سب ساتھی اپنے اپنے علاقوں کی جانب روانہ ہو گئے میں نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قندھار اورزگان روڈ پر امریکی فوجیوں کے راستے پر مائن فٹ کیا لیکن تین

دن انتظار کرنے کے باوجود قندھار اورزگان روڈ سے کوئی فوجی کانوائے نہ گزرا، ہم اپنا کام مکمل کر کے پہاڑ پر چڑھ کر دور بینوں سے دشمن کی آمدورفت اور راستے کی نگرانی کرتے رہے، نمازیں بھی اوپر ہی ادا کرتے، ہمارا کھانا بھی مقامی ساتھی اوپر ہی لے کرآتے لیکن اس راستہ سے کوئی فوجی کانوائے نہ گزرا، اسی دوران ہمارے تاجک ساتھی ازمرے نے ہمارے ساتھ رابطہ کیا اورہمیں اپنے پاس آنے کی دعوت دی، میں اپنے ساتھی اکبراورسعید کے ہمراہ ازمرے کےعلاقے کی جانب روانہ ہوگیا۔

ازمرے کے ہاں جب ہم پہنچے تو اُس کے پاس بھی حالات ہماری طرح کے ہی تھے۔ ازمرے بھی روڈ پر مائن لگا کر امریکی کانوائے کا انتظار کررہا تھا اورابھی تک کوئی بھی کانوائے اتحادی افواج کا وہاں سے نہیں گزرا تھا۔ازمرے نے ناراض ہوکر کہا اس غیرمصروف روڈ پر مائن لگا کر انتظار کرنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے لیکن امیر کی اطاعت کی وجہ سے آخری لمحہ تک انتظار کرنے کے لیے تیار ہوں ،لیکن میری (ازمرے کی) ذاتی خواہش ہلمند چنارروڈ پر امریکیوں کو شکار کرنے کی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ازمرے کواستقامت دی اوراس کی دلی خواہش پوری ہوگئی اور اچانک ہمیں اپنے وائرلیس سیٹ پر امریکی کانوائے کی چنار سے قندھار کی طرف روانہ ہونے کی خبرموصول ہوئی۔ازمرے دوربین لے کر پہاڑی کے اوپر چڑھ کر حالات کا جائزہ لینے لگا لیکن اسے کوئی فوجی کانوائے یا کوئی غیرمعمولی حرکت معلوم نہ ہوئی اسی دوران کمانڈر ملّا ملنگ سے بھی ملاقات ہوئی، شام کا وقت قریب ہورہا تھا دو ساتھی کھانا لینے کے لیے چلے گئے۔ رات گزارنے کے لیے ہم نے پہاڑ کا جائزہ لیا تو ہمیں ایک بڑا غار مل گیا جس میں دس کے قریب افراد آسانی سے سما سکتے تھے، ہم نے اپنا زائد اسلحہ غار کے اندر محفوظ طریقے سے رکھ دیا اورمغرب کی نماز ادا کی ، ازمرے نے یاد دلایا کہ میں نے جو نیچے اینٹی ٹینک مائن (بارودی سرنگ) نصب کیا ہے اس کے بیٹری سیل چار دن پہلے لگائے تھے میں نے خیال کیا کہ کہیں بیٹری سیلوں کی کمزوری اورخرابی کی بنا پر کارروائی ناکام نہ ہوجائے۔

میں نے ازمرے کو ساتھ لیا اور مائن کی جگہ پر چلا گیا راستہ بالکل سنسان تھا نہ اُس پر کوئی فوجی گاڑی تھی اور نہ ہی کوئی عوامی گاڑی چل رہی تھی، میں نے ازمرے کو پہرے پر مقرر کیا اور خود مائن (بارودی سرنگ) کے بیٹری سیل تبدیل کرنے لگا۔ میں نے بیٹری سیل تبدیل کرنے کے بعد ہدف کو ملانے والی نشانیاں دیکھیں تو ان کو غیر واضح پایا۔ میں نے اور ازمرے نے مل کر نشانیوں کو درست کیا اور واپس آ گئے۔

غار والی جگہ پر ہمارے ساتھی ملاّ ملنگ، سعید جان، سعید مل، داوٗد آ قا اور ملاّ عبدالقادر موجود تھے ہم نے مل کر نماز ادا کی اور رات پہرہ کے لیے ساتھیوں کی باری مقرر کرنے کے بعد کھانا کھایا اور سو گئے۔ مجھ کو سونے سے پہلے ملاّ ملنگ نے کہا کہ مجھے چار بجے اُٹھا دینا میرے پاس ایک ڈیجیٹل ریڈیو تھا میں اس پر چار بجے صبح کا الارم لگانے کے بعد سو گیا، صبح چار بجے الارم بجنے پر میں نے ملاّ ملنگ کو بیدار کیا، ملاّ ملنگ نیند سے بیدار ہونے کے بعد باہر نکلا اور ایک سمت کو چلا گیا۔

میں نے نماز فجر کے لیے ساتھیوں کو جگایا سب نے وضو کیا باجماعت فجر کی نماز ادا کی، سعید مل فجر کی نماز کے بعد ایک ضروری کام سے چنار بستی چلا گیا۔ تمام ساتھیوں نے رات کے بچے ہوئے سوکھے ٹکڑوں اور قہوہ کے ساتھ ناشتہ کیا اور اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا۔ ہم نے گزشتہ دن کی اطلاع کی روشنی میں علاقے کا جائزہ لیا اپنی پوری توجہ روڈ پر رکھی اور امریکی قافلے کا انتظار کرنے لگے۔ ملاّ عبدالقادر اور داوٗد آ قا نے دن دس بجے کے قریب کہا کہ ہمیں سخت بھوک لگی ہے ہم قریبی بستی سے کھانا لے کر آتے ہیں، ملاّ عبدالقادر اور داوٗد آ قا اسلحہ وغیرہ ہمارے پاس چھوڑ کر بستی میں کھانا لینے چلے گئے۔

ہم نے اپنے کمانڈر ملاّ ملنگ سے رابطہ کیا لیکن اس کا سیٹ بند تھا ہم نے خیال کیا کہ وہ چنار بستی کا رہنے والا ہے اس لیے بستی چنار چلا گیا ہوگا، جس کی وجہ سے اس کا وائرلیس سیٹ بند ہے اس وقت ہم تین مجاہد ساتھی مورچے پر موجود تھے جن میں میں ازمرے اور سعید جان شامل تھے ہم تینوں مورچے کی اگلی جانب بیٹھے ہوئے تھے، موسم بڑا سہانا لگ رہا تھا، گپ شپ

جاری تھی ہماری نظریں سڑک پر جمی ہوئی تھیں اسی اثناء میں چنار بستی کی طرف سے اچانک تین ہیلی کاپٹر نمودار ہوئے، ہم تینوں فوراً پتھروں کے پیچھے چھپ گئے ہیلی کاپٹر ہمارے اوپر سے پرواز کرتے ہوئے آگے قندھار کی جانب چلے گئے، ہم دوبارہ اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے، گفتگو طنز ومزاح اور گپ شپ کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوگیا، اسی دوران ازمرے نے روڈ پر ایک مٹیالے رنگ کی گاڑی دیکھی اس نے شک ظاہر کیا ہو نہ ہو صلیبی اتحادی فوج کی گاڑی ہے، ازمرے دوربین اٹھا کر روڈ کا جائزہ لینے لگا تو اُس نے خوشی سے نعرہ تکبیر بلند کیا اور بتایا کہ میں دوربین سے صلیبی اتحادی افواج کا قافلہ اپنی طرف آتے دیکھ رہا ہوں، اس قافلے میں صلیبیوں کے چھ ٹینک اور ایک فوجی ٹرک شامل ہے۔

میں نے ازمرے سے فوجی قافلے کی آمد کا سنا تو فوراً اپنے مورچے میں آیا۔ وائرلیس سیٹ کی بیٹری سیل تبدیل کئے اور ریموٹ کنٹرول بارودی سرنگ کا جائزہ لیا جس کا ہم سے فاصلہ تقریباً ایک کلومیٹر تھا ازمرے دوربین تھامے اس صلیبی کانوائے کا جائزہ لے رہا تھا اس نے بتایا کہ یہ فوجی کانوائے مکمل طور پر امریکی فوجیوں پر مشتمل ہے اس میں ایک فوجی ٹرک ہے جس میں ۲۵ کے قریب فوجی سوار ہیں ہم نے اس کو نشانہ بنانا ہے اسی دوران سعید جان نے اسلحہ غار میں چھپا دیا، اب یہ امریکی قافلہ ہمارے نصب کئے ہوئے مائن کے بالکل قریب آ چکا تھا۔

ازمرے نے دوربین سنبھالتے ہوئے کہا جب میں سبحان اللہ کہوں گا تو آپ نے ریموٹ کنٹرول کا بٹن دبا دینا ہے، میں نے دعا:

((وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى.))

پڑھی اور ازمرے کے سبحان اللہ کہتے ہی بٹن دبا دیا، جس کے ساتھ ہی ایک زوردار دھماکہ ہوا اور دھوئیں اور مٹی کے سیاہ بادلوں کے درمیان فوجی ٹرک فضا میں بلند ہوتا ہوا نظر آیا اس کا کیبن کٹ کر اس سے جدا ہوگیا اور بقیہ حصّہ فضا میں اڑنے کے بعد سڑک کے دوسری طرف الٹ گیا۔ تمام صلیبی فوجی اس کے نیچے آ گئے، اللہ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں

اتنی بڑی کارروائی کرنے کی توفیق عطا فرمائی، ہم نے اس جگہ کا انتخاب ہی اس لیے کیا تھا کہ دشمن کا زیادہ سے زیادہ نقصان ہو۔صلیبیوں کو اس دشت بیابان پہاڑی علاقے میں اس طرح انجام کو پہنچتے دیکھ کر اطمینان ہوا اور گوانتانا موبے سے لے کر ابوغریب کے اسیروں کی آہوں اور سسکیوں کا انتقام لینے کے جذبہ کو تسکین ملی اور دل ٹھنڈے ہو گئے اسی کا ذکر اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں کیا ہے۔

﴿قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (التوبہ: ۱۴)

''لڑو اُن سے تا کہ عذاب دے اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں اور رسوا کرے اور تم کو اُن پر غالب کرے اور ٹھنڈے کرے دل مومنین کے۔''

محفوظ مقام کی جانب روانگی:

امریکیوں کے ٹرک کی تباہی اور صلیبی فوجیوں کے مردار ہونے کے بعد ہم نے فوراً اپنا سامان سمیٹا اور محفوظ مقام کی جانب روانہ ہو گئے، اس جگہ سے نکلنے کے لیے ہمارے پاس ۱۰ سے ۱۵ منٹ ہی تھے کیونکہ اس جگہ صلیبی ہیلی کاپٹر پہنچ سکتے تھے اور تلاشی ہو سکتی تھی۔

میں نے دوربین نالے میں چھپائی اور وائرلیس سیٹ اپنے پاس رکھا تا کہ اس سے رابطہ کیا جا سکے، اسی نالے میں چلنے کے بعد جب ہم باہر نکلے تو سامنے ایک بڑا مکان نظر آیا جس کے باہر ایک سفید ریش بزرگ کھڑا تھا، ہم نے اس سے ''تمبیل'' بستی کا پوچھا بابا جی نے سامنے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا وہ سامنے والی بستی تمبیل ہے۔ میرے سمیت ازمرے اور سعید جان نے بابا جی کا شکریہ ادا کیا اور تمبیل بستی کی جانب چل پڑے۔ چنار بستی کی جانب نہ جانے کی وجہ وہاں پکڑے جانے کا ڈر تھا ہم نے سوچا تمبیل میں داؤد آقا کا گھر ہے جس سے ہم معلومات حاصل کر کے محفوظ جگہ منتقل ہو سکتے ہیں۔

جب ہم تمبیل بستی پہنچے تو پوری بستی دھماکہ والی جگہ کی طرف متوجہ تھی، جہاں فضا میں ہیلی کاپٹر گردش کر رہے تھے، ہمیں سڑک پر ہی داؤد آقا کا بھائی مل گیا اُس نے ہمیں بیٹھنے اور

چائے وغیرہ پینے کی پیشکش کی، میں نے انکار کر دیا اور کہا ہمیں اس علاقے سے دور کوئی محفوظ ٹھکانہ بتاؤ ہم اس علاقے سے ناواقف ہیں آقا کے بھائی نے بتایا کہ تم عثمانیہ بستی چلے جاؤ وہاں کمانڈر ملاّ عبدالشکور کا دوست عبدالرحمٰن رہتا ہے جو کہ ابھی شبرغان جیل سے رہا ہو کر آیا ہے تم تینوں (میں، سعید جان اور ازمرے) وہاں چلے جاؤ۔ آقا کے بھائی نے مزید بتایا اگر راستہ میں کوئی تم سے پوچھے تو بتا دینا ہم عبدالرحمٰن کے مزدور ہیں کیونکہ وہ آج کل کنواں کھدوا رہا ہے۔

میں نے آقا کے بھائی سے پوچھا ہم عبدالرحمٰن کو کس طرح پہچانیں گے ہم تو اس سے واقف نہیں ہیں تو اُس نے جواب دیا عبدالرحمٰن کی بڑی نشانی یہ ہے کہ اس کے کرتے کا گریبان کڑھائی والا ہوگا اور عبدالرحمٰن عثمانیہ بستی میں واحد آدمی ہے جو کڑھائی والا کرتا پہنتا ہے۔ ہم نے آقا کے بھائی کا شکریہ ادا کیا اور عثمانیہ بستی کی جانب روانہ ہو گئے ہم پندرہ منٹ پیدل چلنے کے بعد جب مین روڈ پر پہنچے تو ہمیں ایک ٹریکٹر ٹرالی اپنی جانب آتا ہوا دکھائی دیا جس کو ایک سفید ریش بزرگ چلا رہا تھا چہرے سے وہ ایک متقی آدمی لگ رہا تھا، ہم نے اسے رکنے کا اشارہ کیا تو وہ رک گیا ہم نے اس سے پوچھا کہاں جا رہے ہو، تو اُس نے بتایا کہ عثمانیہ بستی جا رہا ہوں۔ ہم نے بھی وہیں جانا تھا سواری مل جانے سے ہمارے چہرے خوشی سے کھل اُٹھے۔

میں اور ازمرے ٹرالی میں جبکہ سعید جان ٹریکٹر پر سوار ہو گیا، سعید جان نے ٹریکٹر والے بابا جی سے پوچھا یہ دھماکوں کی آوازیں کہاں سے آ رہی ہیں۔ بابا جی نے جواب دیا طالبان نے کمین لگائی تھی انہوں نے امریکیوں پر حملہ کیا ہے جس کے نتیجے میں تین گاڑیوں کے جلنے اور کئی فوجیوں کے مردار ہونے کی اطلاع آئی ہے اور بابا جی کے بقول ابھی تک وہاں پر گھمسان کی جنگ ہو رہی ہے۔ اللہ کی شان کہ ہمیں ہماری ہی کارروائی بڑھا چڑھا کر پیش کی جا رہی تھی، ہم ٹریکٹر ٹرالی پر سوار عثمانیہ بستی کی جانب رواں دواں تھے راستے میں دو افراد نے ٹریکٹر ٹرالی کو رکنے کا اشارہ کیا تو ڈرائیور نے گاڑی روک دی تو اُن نامعلوم افراد

نے ہماری طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ ڈرائیور نے بتایا یہ عبدالرحمٰن کے مزدور ہیں اور عثمانیہ بستی عبدالرحمٰن کا کنواں کھودنے جا رہے ہیں لیکن اُن میں سے ایک نے کہا یہ شکل سے مزدور نہیں طالب لگتے ہیں۔ دوسرے نے بھی کہا ان کے چہرے واقعی مزدوروں کی طرح کے نہیں ہیں۔

یہاں بھی اللہ رب العزت کی مدد شامل حال رہی انہوں نے ہم سے کوئی سوال نہ کیا اور ڈرائیور سے بھی مزید سوال نہ کیے اور پیچھے ہٹ گئے اور ہم عثمانیہ بستی کی جانب روانہ ہو گئے اور یہ اللہ رب العزت جو کہ دلوں کے بھید جاننے والا ہے وہی بہتر جانتا ہے وہ ہمارے (نامعلوم دو افراد) خیر خواہ تھے یا کہ صلیبی مخبر......؟ لیکن یہاں پر ڈرائیور بابا جی کو شک ہو گیا ہو نہ ہو یہ طالبان ہی ہیں لیکن اُس نے ہم سے اس کا اظہار نہیں کیا، ہم نے تھوڑا سا اور سفر عثمانیہ بستی کی جانب طے کیا تو ایک کھلا میدان آیا جس کے ایک جانب درختوں کی چھاؤں میں مکان کے ساتھ چند لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی سائیکلیں ان کے پاس کھڑی تھیں، ہم ٹریکٹر ٹرالی پر سوار جب ان کے پاس سے گزرے تو ان میں سے ایک لڑکے نے ہاتھ اٹھا کر ہمیں سلام کیا۔ یہ عبدالکریم ہمارا ساتھی تھا جو کہ کوئٹہ سے ہمارے ساتھ آیا تھا جس کی آج کل میں شادی بھی ہونے والی تھی۔

حسن اتفاق ایسا کہ یہ عبدالکریم سفید ریش ڈرائیور بابا جی کا پوتا تھا اور بابا جی کو معلوم تھا کہ عبدالکریم طالب ہے اب بابا جی کا شک یقین میں بدل گیا کہ یہ طالبان ہی ہیں۔ آدھے گھنٹے میں ہم عثمانیہ بستی پہنچ گئے، ٹریکٹر والے بابا جی نے اگلے گاؤں جانا تھا انہوں نے ہمیں عثمانیہ بستی کے قریب اتارا اور کہا عبدالرحمٰن نہ ملے تو میرے پاس آ جانا، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے عبدالکریم جو طالب ہے میرا پوتا ہے اور میں ملّا عبدالشکور کو بھی جانتا ہوں ہم نے بابا جی کا شکریہ ادا کیا اور عثمانیہ بستی کی جانب پیدل روانہ ہو گئے۔

چند منٹ پیدل چلنے کے بعد ہم عثمانیہ بستی میں داخل ہوئے تو ایک لڑکا درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اور اس کے قریب کنویں کی کھدائی ہو رہی تھی لیکن آقا کے بھائی کی بتائی ہوئی نشانی

اس لڑکے کے گھر میں موجود نہیں تھی۔ میں نے اس لڑکے سے عبدالرحمٰن کے معلق دریافت کیا تو اُس نے سوال کیا تمہیں اُس سے کیا کام ہے میں نے اسے جواب دیا ہم عبدالرحمٰن کو ہی بتائیں گے وہ ہم تینوں کو ایک مکان پر لے گیا اور مہمان خانے میں بٹھا کر چائے لانے کا کہہ کر باہر نکل گیا۔

میں نے وہاں موجود پانی سے وضو کیا ساتھیوں نے بھی نماز ظہر کی تیاری کی، ہم نے نماز ظہر باجماعت ادا کی اور اسی دوران چائے اپنے افغانی لوازمات کے ساتھ آ گئی ہم نے اُس لڑکے کے ساتھ ملکر چائے پی اور اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا۔ چائے پینے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ چند ہی لمحوں بعد ایک آدمی کڑہائی والا کرتہ پہنے ہوئے آ گیا۔ میں نے اسے پہچان لیا یقیناً یہی عبدالرحمٰن ہے کیونکہ اس کے کپڑوں پرآقا کے بھائی کی بتائی ہوئی نشانی موجود ہے۔

عبدالرحمٰن ہم تینوں سے ملاّ اور ہمیں ایک اور مکان پر لے گیا عبدالرحمٰن کا خیال تھا اگر کسی نے آپ کو آتے ہوئے دیکھا ہے تو وہ یہی سمجھے گا کہ آپ عبدالرحمٰن کے گھر ہیں اس لیے میں نے وہاں سے آپ کو تبدیل کر دیا ہے تا کہ آپ محفوظ رہ سکیں ہم مکان کے صحن میں بنے ہوئے کنویں پر گئے پانی نکالا اور نہا کر کپڑے تبدیل کیے۔

اتنی دیر میں عبدالرحمٰن کھانا لے آیا ہم نے اس کے ساتھ ملکر کھانا کھایا اور اپنی کارروائی کی تفصیل بتائی۔ عبدالرحمٰن نے اپنے سیٹلائٹ فون سے کوئٹہ میں ملاّ عبدالشکور سے رابطہ کیا اور ہماری کارروائی سے آگاہ کیا، ملاّ عبدالشکور نے میڈیا والوں کو اس کارروائی کی خبر دیتے ہوئے طالبان کی طرف سے ذمہ داری قبول کر لی، رات ریڈیو پر بی بی سی نے اس کارروائی کی خبر جاری کی اور پانچ امریکی فوجیوں کے واصل جہنم ہونے کی خبر جاری کی جبکہ مقامی ذرائع سے تیرہ فوجیوں کے مردار اور بقیہ کے شدید زخمی ہونے کی خبر موصول ہوئی۔ رات ہم نے اسی مکان کے باغیچے میں آرام کیا تمام بستی والوں نے باری باری ہمارا پہرہ دیا کہ یہ طالبان ہمارے مہمان اور محسن ہیں کیونکہ صلیبیوں سے لڑائی کے لیے یہ اپنا گھر بار چھوڑ کر یہاں پرآئے ہیں۔

صلیبی افواج کا ظلم وستم:

کفر وشرک اور ظلم وستم کے علمبرداروں کے سربراہ کا نام امریکہ ہے۔امریکہ ہی کی کمان میں اتحادی صلیبی افغانستان میں ظلم وستم کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں صلیبیوں کی جنگ طالبان سے ہے امریکی فوجی ٹرک پر کارروائی ہم نے کی تھی انہیں لڑائی بھی ہمارے ساتھ لڑنی چاہیے تھی لیکن ہم امریکیوں کے ہاتھ نہ آئے اور محفوظ طریقے سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے تو امریکیوں نے علاقے میں خوف وہراس اور مقامی آبادی کو زدوکوب کرنے کے لیے اندھا دھند مارٹر اور ٹینک کے گولے داغنا شروع کر دیئے، علاقہ شیلنگ کی زبردست آوازوں سے گونج اٹھا، جب ہم وہاں سے نکلے تو امریکی ہیلی کاپٹر فضا میں گردش کر رہے تھے اور زبردست فائرنگ کر رہے تھے۔

عثمانیہ بستی پہنچنے اور عبدالرحمٰن کی میزبانی میں دوتین دن گزارنے کے بعد ملاّ ملنگ سے رابطہ کیا اُس نے کہا میں تمہارے پاس ایک آدمی بھیجتا ہوں تم اُسکے ساتھ چنار بستی آ جانا ہم تین گھنٹے پیدل سفر کرنے کے بعد چنار پہنچے اور ملنگ سے ملاقات کے دوران مزید امریکی ظلم وستم کا انکشاف ہوا اور اپنے ساتھیوں کی گرفتاری کی اطلاع ملی جس سے دلی صدمہ ہوا۔کمانڈر ملنگ نے ہمیں کامیاب کارروائی پر مبارک باد دی اور بتایا کہ امریکی ہیلی کاپٹر سے فوجیوں نے فائرنگ کر کے دو کم عمر لڑکوں کو شہید کر دیا جو کہ اسی علاقے میں بھیڑیں چرا رہے تھے اور امریکیوں نے اپنی خونی جبلت کی مزید تسکین کے لیے بھیڑوں پر اندھا دھند فائرنگ کر دی جس سے پچاس کے قریب بھیڑیں ہلاک ہوگئیں۔

دوسرا ہیلی کاپٹر امریکیوں نے بستی کے قریب اتارا جس کے تمام مکین خشک سالی کی وجہ سے علاقہ چھوڑ گئے تھے ایک ہی مکان میں آبادی تھی اس مکان والوں سے ملاّ عبدالقادر اور داوَد آ قا کھانا لینے کے لیے گئے تھے امریکیوں نے دونوں کو پکڑا اور تفتیش کی، ملاّ عبدالقادر داوَد آ قا نے بتایا ہم شاہ آغا کے دربار پر حاضری کے لیے جا رہے تھے امریکیوں نے مالک مکان سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ یہ دونوں میرے رشتے دار ہیں بیانات کے فرق کی وجہ

سے امریکیوں نے تلاشی لی تو داؤد آ قا کی جیب سے وائرلیس سیٹ کا انٹینا نکل آیا جس کی وجہ سے امریکیوں نے دونوں کو شدید تشدد کا نشانہ بناتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی طرف لے آئے، ہیلی کاپٹر کے قریب لاکر گرفتار کرنے والے اور ہیلی کاپٹر میں بیٹھے فوجیوں نے ملاّ عبدالقادر، داؤد آ قا اور مالک مکان پر گھونسوں مکوں، لاتوں کی بارش کی اور انہیں شدید زدوکوب کرتے ہوئے ہیلی کاپٹر میں ڈال کر قندھار ائرپورٹ پر لے گئے۔

ایئرپورٹ کے تفتیشی سیلوں اور بگرام ائربیس کے عقوبت خانوں میں ملاّ عبدالقادر، داؤد آ قا اور مالک مکان چھ ماہ تک قید رہے۔ چھ ماہ تحقیقات کرنے، اور ملاّ عبدالقادر، داؤد آ قا اور مالک مکان سے کچھ نہ ملنے پر بے گناہ قرار دے کر ان کو رہا کر دیا، اور وہ دو لڑکے جو امریکی ہیلی کاپٹر کی فائرنگ سے شہید ہوئے تھے وہ بھی اسی گھر کے تھے یہ بے گناہ خاندان امریکی ظلم کی ایک روشن مثال ہے، اس خاندان کے دو بچے شہید، بے گناہ باپ ٦ ماہ تک تنگ و تاریک عقوبت خانوں کی نظر اور گھر میں اکیلی عورت اڑھائی سالہ بچے کے ساتھ المناک کرب کی زندگی گزارنے پر مجبور تھی۔ رہائی کے بعد میری اس مالک مکان سے گفتگو ہوئی تو میں نے اس سے اس کے شہید لڑکوں کی تعزیت کی اور مالی نقصان ہونے پر افسوس کا اظہار کیا اور خود بھی اُس نے اسیری کی صعوبتیں برداشت کیں۔

اُس نے جواب دیا اسلام کے لیے تو یہ بہت ہی تھوڑا ہے ہمارے بڑوں نے تو اسلام کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دیں ہیں جن کی بدولت یہ دین ہم تک پہنچا ہے، حتیٰ کہ اللہ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کا خون بھی اسلام کی بنیادوں میں شامل ہے اس نے مزید کہا اگر میرے دو سے زیادہ بیٹے ہوتے تو میں انہیں بھی نفاذ اسلام کی اس تحریک میں قربان کر دیتا۔

اس عظیم آدمی کے تأثرات سننے اور اس کا جذبہ استقامت دیکھ کر خوشی سے میری آنکھیں چھلک پڑیں، میں نے کہا جب تک ایسے لوگ تحریک طالبان کا دستِ بازو ہیں واللہ! امریکہ اور اس کے اتحادی اپنے ظلم و استبداد سے طالبان کا نہ راستہ روک سکتے ہیں اور نہ ہی نفاذ اسلام کی راہ میں زیادہ دیر تک حائل رہ سکتے ہیں۔

وطن واپسی:

کمانڈر ملاّ ملنگ، راقم، سعید جان، ازمرے (تاجک ساتھی) سعید مل، عبدالکریم اور موسیٰ مل کر اگلے اہداف کے بارے میں صلاح مشورہ کر رہے تھے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ جو مائن میں نے قندھار اروزگان روڈ پر لگائی ہے نکال لی جائے کیونکہ ادھر اب امریکیوں کا آنا ناممکن ہے۔ علاقے سے مزید معلومات حاصل کیں تو امریکیوں کو بہت زیادہ خوفزدہ پایا اور کوئی قابل ذکر ہدف نہ پایا، اس کی وجہ یہ تھی کہ گزشتہ کارروائی میں امریکیوں کو کاری ضرب لگی تھی جس سے ان کا بہت زیادہ نقصان ہوا تھا، اب امریکی فوجی کافی محتاط ہو چکے تھے۔

پانچ دن کے بعد ہم اُس علاقے میں گئے جہاں امریکیوں کا فوجی ٹرک تباہ ہوا تھا، سڑک پر کافی بڑا گڑھا پڑ چکا تھا، تباہ شدہ ٹرک کی باقیات میں سے صرف ٹرک کا فریم اور فرش ہی بچا تھا۔ باقی قابل ذکر سامان مقامی لوگ بطور مال غنیمت سمیٹ کر لے گئے تھے۔ اس کے بعد ہم نے غار میں محفوظ کیا ہوا اسلحہ اٹھایا قندھار اور ارزگان روڈ پر لگائی ہوئی مائن نکالی اور محفوظ کرنے کے لیے طالبان کے ذمہ داروں کے پاس جمع کروادی۔

کارروائی کرنے کے لیے مناسب جگہ اور مناسب ہدف نہ ملنے اور رمضان المبارک قریب آنے پر میں نے اپنے امیر سے واپسی کی اجازت لی، انہوں نے بخوشی واپسی کی اجازت دے دی۔ راقم ازمرے اور سعید جان سراچہ گاڑی کے ذریعے قندھار اڈے پر پہنچے، قندھار اڈے پر ہم تینوں نے زیادہ رکنے کو خطرناک سمجھتے ہوئے سپین بولدک کی طرف روانہ ہونا مناسب سمجھا۔ سپین بولدک ہم عصر کے وقت پہنچ گئے اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد گاڑی والے سے بات کی کہ وہ ہمیں کوئٹہ پہنچائے گا اور بارڈر بھی کراس کروائے گا کیونکہ ہمارے پاس کوئی شناختی کاغذات نہیں تھے، گاڑی کے ڈرائیور نے معمول سے کچھ زیادہ رقم کا مطالبہ کیا ہم نے رقم ادا کی اور براستہ چمن ساڑھے تین گھنٹے میں کوئٹہ پہنچ گئے، کوئٹہ پہنچ کر رمضان المبارک کی تیاری میں مصروف ہو گئے کیونکہ چند دنوں کے بعد رحمتوں، سعادتوں، برکتوں اور بخشش والے مہینے رمضان کی آمد آمد تھی۔

افغان باقی کہسار باقی:

۲۰۰۶ء موسم بہار کی آمد آمد ہے۔ ہر سو سبزہ پھیلا ہوا ہے نئے پتے نکلنے کی وجہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے درختوں نے نیا لباس زیب تن کیا ہوا ہو، ہر جانب کلیوں کی چٹخار، پھولوں کی مہکار فضا کو معطر کر رہی ہے۔ سرزمین شہداء کی فضا سخت برفباری اور یخ بستہ ہواؤں کی جگہ معتدل موسم اور رات خنکی میں تبدیل ہو چکی ہے ہر جانب بہار جوبن پر ہے اور سرزمین شہداء کی وادیاں سبزہ و گل کے لباس میں ملبوس نظر آ رہی ہیں، ایسے میں سرزمین شہداء افغانستان کے جری و غیور طالبان اتحادی صلیبی افواج پر جھپٹنے کے لیے بھر پور تیاری کر رہے ہیں۔ طالبان ذخیرہ (DAMP) کیا ہوا اسلحہ نکال رہے ہیں اور نیا اسلحہ مختلف ذرائع سے خرید رہے ہیں، افغان نیشنل آرمی کے راشی افسر بھی امریکی اسلحہ چوری کر کے طالبان کو فروخت کر رہے ہیں۔

طالبان پہاڑوں پر اپنی قرار گاہیں بنا رہے ہیں اور نئی تشکیلات ہو رہی ہیں یعنی امریکیوں اور اتحادی صلیبیوں کے خلاف طالبان اپنی قوت کی نئی صف بندی کر رہے ہیں۔

طالبان افغان عوام کے لیے قدرت کی عظیم نعمت ہیں اور افغان عوام نے بھی رب ذوالجلال کی اس نعمت کا بھر پور شکر ادا کیا ہے، اللہ کی کرم نوازیوں کا مظاہرہ بھی کھلی آنکھوں سے افغان عوام میں دیکھا جا سکتا ہے یہی ملّا افغانیوں کی غیرت دینی کے حقیقی محافظ ہیں، انہی ملّاؤں (طالبان) کو علامہ اقبال رحمہ اللہ بھی خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہتا ہے۔

افغانیوں کی غیرت دیں کا ہے یہ علاج
ملّا کو اُن کے کوہ دمن سے نکال دو

افغانستان سرزمین شہداء کے بلند و بالا کہسار بھی افغان مجاہدین کی جرأت و استقامت، تقویٰ و پرہیزگاری، شجاعت و بسالت کے عینی گواہ ہیں، جن میں افغان مجاہدین نے ڈٹ کر برطانیہ کو شکست و ریخت سے دوچار کیا اور روس کو ٹکڑوں میں بکھرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ طالبان آج پھر انہی کہساروں میں ڈٹ کر امارتِ اسلامیہ کی بنیادوں میں اپنا گرم لہو انڈیل رہے

ہیں، صلیبی اتحادیوں اور اسلام دشمن منافق قوتوں کو ناکوں چنے چبوا رہے ہیں بقول شاعرِ مشرق ڈاکٹر علّامہ اقبال رحمہ اللہ کے۔

افغان باقی ، کہسار باقی
الحکم للہ ! الملک للہ

افغانستان روانگی:

قندھار میں ۲۰۰۵ء کا سال امریکی فوج کے لیے تباہ کن ثابت ہوا۔ طالبان کی شاندار جنگی حکمت عملی اور تابڑ توڑ حملوں کی وجہ سے امریکیوں نے قندھار سے بھاگ جانے میں ہی عافیت سمجھی۔ امریکی فوج قندھار سے غزنی چلی گئی اور قندھار میں کینیڈین فوج کو متعین کر دیا گیا۔

میں گھر پر تھا کہ مجھے ملاّ عبدالشکور کا پیغام موصول ہوا کہ ہم چار روز کے بعد سرزمین شہداء افغانستان روانہ ہو رہے ہیں، آپ بھی آ جائیں۔ میں اپنی ذاتی مصروفیات کی وجہ سے چار روز میں تو نہ پہنچ سکا، جب دس دن کے بعد وہاں پہنچا تو کوئی افغانی طالب کوئٹہ میں موجود نہیں تھا سب صلیبی افواج پر کاری ضرب لگانے کے لیے سرزمین شہداء افغانستان پہنچ چکے تھے۔

تھوڑی جستجو کے بعد میری ملاقات اپنے پرانے رفیق سفر اور جری مجاہد ازمرے سے ہوگئی جو کہ کئی جنگی معرکوں میں میرا ساتھی رہ چکا تھا، ازمرے سے ملکر مجھے بہت خوشی ہوئی اس نے بھی بہت محبت کا اظہار کیا، ازمرے سے دیر تک طالبان کی جنگی حکمت عملی اور امریکی اتحادی افواج کی بے بسی پر گفتگو ہوتی رہی، ازمرے نے بھی افغانستان کے حالات پر روشنی ڈالی جرأت و بہادری کا پیکر، جوان ہمت ازمرے بہت زیادہ پرعزم نظر آ رہا تھا، سردیوں کا موسم گزر جانے پر وہ بہت خوش تھا کیونکہ اب اسے دوبارہ پوری تیاری کے ساتھ صلیبی اتحادیوں پر جھپٹنے کا موقع میسر آ رہا تھا۔

جھپٹنا پلٹنا پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

کوئٹہ میں کوئی طالبان راہبر موجود نہ تھا جو ہمیں سرزمین شہداء افغانستان لے جاتا، میں نے سیٹلائٹ فون پر کمانڈر ملّا عبدالشکور سے رابطہ کیا۔ کمانڈر صاحب نے ہدایت کی آپ قندھار تک آجائیں، جو گاڑیاں چنار سے قندھار آتی ہیں میں ان میں سے کسی اعتماد والے ڈرائیور کو بتادوں گا وہ آپ کو بحفاظت قندھار سے چنار بستی لے آئے گا۔

کوئٹہ کی حالت زار:

۲۰۰۶ء کا دن تھا اخبار اور ٹی وی نہ ہونے کی وجہ سے ملکی اور غیر ملکی صورت حال کا کوئی اندازہ نہ تھا۔ ہم نے ریڈیو پر خبریں بھی نہیں سنی تھیں، جب میں اور ازمرے صبح سرزمین شہداء افغانستان روانگی کے لیے باہر نکلے تو کوئٹہ کی سڑکیں سنسان تھیں ہر قسم کی چھوٹی بڑی ٹریفک بند تھی، سڑکوں پر جا بجا جلے ہوئے ٹائر بکھرے پڑے تھے سرکاری املاک اور نجی املاک کو کافی نقصان پہنچایا گیا تھا، ٹریفک سگنل ٹوٹے ہوئے تھے۔ چوکوں میں جلی ہوئی بسوں کے ڈھانچے بکھرے ہوئے پڑے تھے، بنکوں کو لوٹ لیا گیا تھا۔ ریلوے اسٹیشن پنجاب سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ جن کو گاڑی میں جگہ ملی وہ تو پنجاب روانہ ہو گئے باقی پاک فوج کے پہرے میں اسٹیشن پر ہی پناہ لیے ہوئے تھے۔

شہر بھر میں پولیس اور فوج کے بھاری دستے تعینات تھے، میں کوئٹہ کی یہ حالت زار دیکھ کر سخت پریشان تھا اور اس خبر کی جستجو میں تھا جس کی وجہ سے کوئٹہ کو اس المناک دن کا منہ دیکھنا پڑ رہا تھا۔ میں اپنے ساتھی ازمرے کے ساتھ اڈے کی جانب پیدل چلا جا رہا تھا۔ کہ ریڈیو پر بلوچستان کے سابق گورنر اور وزیر اعلیٰ نواب اکبر خان بگٹی کو پاکستان آرمی کے ہاتھوں نشانہ بنائے جانے کی خبر جاری ہوئی جس میں نواب اکبر خان بگٹی اپنے بیسیوں ساتھیوں سمیت جان بحق ہوئے۔

اسی وجہ سے بلوچوں نے کوئٹہ میں جلاؤ گھیراؤ اور توڑ پھوڑ کر کے اپنے غم وغصہ کا ظہار کیا تھا۔ جس کا شکار بہت سارے بے گناہ لوگ بھی ہوئے میں نے سوچا نواب محمد اکبر خان بگٹی ایک دلیر اور بہادر رہنما تھا اس کی جدو جہد اپنی قوم اور قبیلے کے لیے تھی، جس کے لیے اُس

نے بڑھاپے میں بھی پہاڑوں پر جانے سے گریز نہیں کیا۔ کاش نواب اکبر بگٹی کی جدوجہد اسلام اور مسلمانوں کے لیے ہوتی، وہ مجاہدین کے ساتھ امریکیوں سے جنگ لڑتے، مجاہدین کی اعانت کے لیے میدان عمل میں آتے، کفار کے قید خانے میں مقید مسلمان بیٹیوں کی رہائی کے لیے جدوجہد کرتے تو آج ان کا نام اسلامی ہیرو اور عظیم مجاہد کے طور پر جانا جاتا اور صدیوں تک تاریخ بھی ان کے سنہری کردار پر رشک کرتی، نواب اکبر خان بگٹی کی ہلاکت پرویز مشرف اور ان کے حواری ٹولے کے غرور و تکبر کی ایک ''روشن'' مثال ہے۔

''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگا کر امارتِ اسلامیہ افغانستان پر شب خون مارنے والوں نے ہی مملکتِ اسلامیہ پاکستان کے معزز شہری جو کہ پارلیمنٹ کا رکن، بلوچستان کا گورنر اور وزیر اعلیٰ رہ چکا تھا کو میزائلوں کا نشانہ بنا دیا تھا۔ المیہ کی بات یہ تھی کہ اگر نواب اکبر بگٹی کا کوئی جرم تھا تو ان کو گرفتار کیا جاتا اور عدالت میں پیش کرتے نہ کہ ان کو ماورائے عدالت قتل کر کے ملک میں فساد و انتشار کی فضا قائم کی جاتی۔

ڈیورنڈ لائن کی کراسنگ:

ہم گاڑی میں سوار ہوئے اور تین گھنٹے سے کچھ زائد وقت میں ہم چمن باڈر پر پہنچ گئے تھے ہم نے اب ڈیورنڈ لائن (پاک افغان سرحد) کو کراس کرنا تھا میں نے اپنے رفیق سفر ازمرے سے مشورہ کیا اور فیصلہ کیا ہم باری باری ڈیورنڈ لائن کو کراس کریں گے جب ہم نے اس کی کوشش کی تو بارڈر ملیشیا والوں نے ہم سے شناختی کاغذات کا مطالبہ کیا کاغذات نہ ہونے کی وجہ سے بارڈر پر ملیشیا والوں نے ہمیں واپس بھیج دیا۔

راقم نے اس کے بعد ایک موٹر سائیکل والے سے رابطہ کیا، جس کا کام بارڈر ملیشیا والوں سے ملی بھگت کے ذریعے بارڈر کراس کروانا تھا۔ راقم نے اسے پچیس روپے (۲۵) میں اڈے پر چھوڑ آنے کا کہا موٹر سائیکل والے کو میرے پنجابی ہونے پر شک گزرا تو اس نے پچاس روپے کا مطالبہ کیا میں نے اسے کہا اگر تم ہمیں اڈے پر محفوظ طریقے سے پہنچا آؤ تو ہم تمہیں پچاس روپے بھی ادا کر دیں گے، موٹر سائیکل والا جو کہ پختون تھا مجھے اور ازمرے کو لے کر

ڈیورنڈ لائن کی جانب روانہ ہوا اور دس منٹ میں پہلی چیک پوسٹ پر پہنچ گیا۔

جہاں سے مجھے اور ازمرے کو کاغذات نہ ہونے کی وجہ سے واپس بھیج دیا گیا تھا۔لیکن اب ہم موٹر سائیکل پر سوار مزے سے بارڈر ملیشیا والوں کے بالکل درمیان سے گزر گئے۔کسی نے کاغذات کا مطالبہ تو دور کی بات اس مرتبہ روکنے کی زحمت بھی گوارہ نہ کی، یہ سب بارڈر ملیشیا اور موٹر سائیکل والے کی ملی بھگت کی زندہ و جاوید کرامت تھی۔آگے بھی پاکستانی علاقے میں بارڈر ملیشیا والوں کی جگہ جگہ چیک پوسٹیں موجود تھیں پیدل چلنے والوں کی زور وشور سے تلاشی لی جا رہی تھی اور ہم موٹر سائیکل پر سوار منزل کی جانب رواں دواں تھے۔

یہ تلاشی اور چیک پوسٹوں کا سلسلہ بھی پاکستان کی جانب ہی سے تھا۔افغانستان کے اندر بارڈر کے قریب نہ تو کوئی چیک پوسٹ ہے اور نہ ہی تلاشی کا سلسلہ جب ہم اڈے کے بالکل قریب پہنچے تو یہاں افغان نیشنل آرمی کے کارندوں نے ناکہ لگا رکھا تھا جہاں انہوں نے روک کر سرسری تلاشی لی اور ہمیں جانے دیا۔

موٹر سائیکل والا ہمیں اڈے پر اتار کر واپس روانہ ہو گیا، ویش افغانستان کا پاکستان کے بارڈر پر آخری قصبہ ہے۔''ویش'' کا مطلب ہے ''تقسیم'' یہاں بارڈر پاکستان اور افغانستان کو تقسیم کرتا ہے اس لیے اس کو ویش کہتے ہیں، ویش ایک بلیک مارکیٹ ہے یہاں پر سمگلنگ شدہ سامان فروخت ہوتا ہے جن میں گاڑیاں، ٹی وی، موبائل فون، ٹیلی فون سیٹ اور روزمرہ زندگی میں استعمال ہونے والی اشیا سستے داموں فروخت ہوتی ہیں۔

کمپیوٹر، لیپ ٹاپ، سٹیلائٹ فون، سیٹلائٹ سمز، بھی عام مل جاتی ہیں اور پوری دنیا میں سمگل ہونے والی منشیات کا مرکز بھی یہی ویش منڈی ہے اور پاکستان سے چوری شدہ گاڑیاں بھی بڑے بڑے حکومتی اور سرکاری اہلکاروں کی سرپرستی میں لا کر یہیں پر فروخت کی جاتی ہیں۔راقم نے اڈے سے قندھار کی گاڑی کے متعلق معلومات حاصل کیں اور قندھار سٹینڈ سے قندھار کا ٹکٹ حاصل کیا اور گاڑی میں سوار ہو گئے، کچھ دیر کے بعد گاڑی روانہ ہو گئی ظہر کی نماز ہم نے راستہ میں ادا کی اور دو گھنٹے کا سفر طے کرنے کے بعد ہم قندھار پہنچ گئے۔

قندھار اڈے سے ہم نے سراچہ (گاڑی) پکڑی اور قندھار کے علاقے سبز گنبد پہنچ گئے......سبز گنبد قندھار شہر کے اندر ہی واقع ایک تجارتی مرکز ہے۔ یہاں پر کریانہ کی دوکانیں جن سے پرچون (Grocery) اور تھوک (Wholesale) ریٹس پر روزمرہ کی ضروریات کا سامان میسر ہے، بادام کشمش اخروٹ اور ڈرائی فروٹ کی آڑھتیں بھی ہیں جہاں پر قندھار کے گردونواح میں واقع باغات کے مالکان اپنا تیار کردہ ڈرائی فروٹ فروخت کرتے ہیں۔

یہاں پر بڑے بڑے ہوٹل اور شاندار ریسٹورنٹ بھی ہیں جو کہ قندھار میں باہر سے آنے والے مسافروں کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔

میں نے اپنے ساتھی (ازمرے) کے ساتھ ایک ہوٹل میں کھانا کھایا اور ملاّ عبدالشکور کی بتائی ہوئی جگہ پر پہنچ گئے جہاں ہمیں چناربستی سے آنے والے ڈرائیور نے لینے کے لیے آنا تھا، ہم نے کافی دیر تک انتظار کیا لیکن مطلوبہ ڈرائیور سے ملاقات نہ ہوسکی راقم نے ڈرائیور کے موبائل فون نمبر پر رابطہ کیا جو کہ ملاّ عبدالشکور نے روانگی سے قبل ہمیں دیا تھا ڈرائیور سے بات ہوئی تو اُس نے ہمیں پرانی جگہ پر ہی ملاقات کے لیے کہا۔ ہم بازار کی اُسی جگہ پر پہنچ گئے جہاں پہلے انتظار کر رہے تھے کچھ ہی وقت کے بعد ڈرائیور آ گیا ہم نے ڈرائیور سے ملاّ عبدالشکور کے حوالے سے بات کی اور ان کے پاس چناربستی جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔

ڈرائیور نے فوراً ہم سے معذرت کرتے ہوئے اپنے ساتھ چناربستی لے جانے سے انکار کر دیا، ہم نے اس کی وجہ پوچھی تو اُس نے بتایا کہ چناربستی کے راستے میں کینیڈین فوج نے چیک پوسٹ قائم کر لی ہے۔ کینیڈین فوجی ہر آنے جانے والی گاڑی کو چیک کرتے ہیں اگر انہوں نے ہماری گاڑی کو چیک کیا اور آپ کو اتار لیا تو میں کمانڈر ملاّ عبدالشکور کو کیا جواب دوں گا؟ جبکہ آپ ہمارے اور ملاّ صاحب کے غیر ملکی مہمان ہیں، اسی خدشہ کی بنا پر میں آپ کو ساتھ نہیں لے جا سکتا۔

جب ڈرائیور نے ہمیں ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا، تو میں نے اسے کہا کہ ہمارے

جانے کا بندوبست کرو کیونکہ ملاّ صاحب نے ہی آپ کوہمیں لانے کا کہا ہے اس لیے اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے یا ہم کمانڈر ملاّ عبدالشکور سے رابطہ کرتے ہیں، ڈرائیور نے تھوڑی دیر سوچا اور اپنے موبائل سے کہیں فون کیا۔ پھر ہمیں اپنی 4x4 گاڑی میں بٹھا کر قندھار شہر کی اندرونی گلیوں میں پندرہ منٹ تک پھیرایا، اُس نے ایک بڑے مکان کے سامنے گاڑی روکی نیچے اتر کر اُس نے اس مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا، دس بارہ سالہ بچہ باہر آیا ڈرائیور نے اُس سے کچھ بات کی، بچے کے واپس اندر جانے کے بعد ایک ادھیڑ عمر آدمی تقریباً 50-55 سالہ گھر سے باہر آیا۔ اس نے سفید رنگ کا لباس زیب تن کیا ہوا تھا اور کمر سے پسٹل کا پوچ باندھ رکھا تھا، ڈرائیور نے اُس کے ساتھ بات کی اس کے بعد ہمیں گاڑی سے اترنے کا کہا۔ جس کے بعد ڈرائیور مجھ سے مخاطب ہوا حاجی صاحب! آپ کو کینیڈین فوج کی چیک پوسٹ کراس کروائیں گے اور ارغنداب شہر میں چھوڑ دیں گے، جہاں سے میں آپ کو چنار بستی لے جاؤں گا۔

نذر علی پولیس سربراہ:

میں نے گاڑی سے اتر کر حاجی صاحب سے ہاتھ ملایا یہ ایک بھاری جسم، لمبے قد والا شخص تھا جس کا چہرہ ڈاڑھی سے سجا ہوا تھا جس میں چاندی جھلک رہی تھی میں نے محسوس کیا کہ اس شخص کو میں نے پہلے کہیں دیکھا ہے، لیکن اُس وقت میں نے اس پر غور کرنا مناسب نہ سمجھا اور نہ ہی اپنا اور اپنے ساتھی ازمرے کا تعارف کروایا، حاجی صاحب ہمیں لے کر پیدل تھوڑا آگے ایک اور مکان پر لے گیا ہمیں باہر رکنے کا اشارہ کر کے خود اندر چلا گیا اور ایک نئے ماڈل کی سرف (SURF) گاڑی نکال لایا۔ جس وقت یہ شخص گاڑی نکال رہا تھا تو میں سوچ رہا تھا کہ یہ چہرہ دیکھا بھالا کیوں لگ رہا ہے؟ اچانک میرے ذہن میں اس کا نام گونجا ''نذر علی'' میں نے ذہن پر زور دے کر سوچا تو ذہن نے کہا یقیناً یہ شخص ''قندھار پولیس کا سربراہ ''نذر علی'' ہی ہے اور میں اسے پچھلے سفر کے دوران چنار بستی میں مل چکا ہوں، جب یہ ملاّ عبدالشکور سے اجازت لے کر اپنے آبائی گاؤں چنار بستی میں اپنے بچوں اور خاندان کے

لوگوں سے ملنے گیا تھا۔ میں نے ازمرے کی طرف دیکھا تو وہ بھی اپنی یادداشت کے زور پر ''نذرعلی'' کو پہچان چکا تھا وہ سخت پریشان تھا لیکن اس وقت ہمارے پاس نذرعلی کے ساتھ جانے کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا۔لیکن ہمیں اطمینان تھا نذرعلی اگر ہمارے ساتھ کوئی غداری کرے گا تو یہ طالبان کے انتقام سے نہیں بچ سکے گا اتنی دیر میں حاجی نذرعلی گاڑی باہر نکال لایا اُس نے دروازہ کھولا اور بڑے احترام کے ساتھ ہمیں گاڑی میں بیٹھنے کی دعوت دی۔ ازمرے فرنٹ سیٹ پر اور میں ڈرائیونگ سیٹ کے پیچھے کی جانب بیٹھ گیا ازمرے کی پریشانی اس کے چہرے سے عیاں تھی میں نے اُسے اشارے سے سمجھایا ہم دو اور نذرعلی اکیلا ہے اس کے علاوہ وہ فکر نہ کرے، نذرعلی کا پسٹل میری پہنچ میں ہے گڑبڑ کی صورت میں اسے کام میں لایا جاسکتا ہے اب ازمرے اطمینان میں تھا۔

نذرعلی بڑے سکون کے ساتھ قندھار شہر کی سڑکوں پر گاڑی دوڑا رہا تھا، اسی دوران اس نے حضرت امیر المومنین ملاّ محمد عمر ﷾ کے گھر کے پاس سے گزرتے ہوئے حضرت امیر المومنین ﷾ کے گھر کی نشاندھی کرتے ہوئے بتایا کہ اس پر اس وقت ناپاک صلیبی اتحادی قابض ہیں ہم پریشان ضرور تھے لیکن حالات اور علاقے کا بغور جائزہ لے رہے تھے ہم قندھار سے نکل کر پہاڑوں کی طرف ارغنداب روڈ پر بڑھ رہے تھے، ارغنداب سے پہلے ایک بڑے پہاڑ کے قریب کنیڈین فوج نے اپنی چیک پوسٹ قائم کر رکھی تھی۔

نذرعلی نے بڑے اطمینان سے گاڑی کو آگے بڑھایا سڑک کے دونوں جانب رکاوٹیں کھڑی کی گئی تھیں اور سڑک کے بالکل درمیان میں سپیڈ بریکر بنا ہوا تھا اور پہاڑ پر مورچے قائم تھے جن میں کینیڈین فوجی متعین تھے اور سڑک پر افغان نیشنل آرمی کے چاک و چوبند اہلکار تعینات تھے جن سے کچھ فاصلے پر کینیڈین فوج کے چند سپاہی بھی کھڑے تھے۔ نذرعلی نے اپنی گاڑی کا شیشہ نیچے اتارا اور ہاتھ ہلایا قندھار پولیس کے اہلکاروں نے اس کو سیلوٹ کیا اور نذرعلی نے گاڑی آگے بڑھادی اور اس طرح ہم خیر و عافیت کے ساتھ پوسٹ کراس کر گئے۔

جب ہم بحفاظت پوسٹ کراس کر چکے تو ہمیں اطمینان ہوا ہم نذر علی کے ساتھ گپ شپ لگانے لگے اُس نے اپنا فون نمبر دیتے ہوئے کہا اگر آپ کو خدانخواستہ کوئی بھی روکے شناختی کاغذات کا مطالبہ کرے یا کوئی اور پوچھ گچھ کرے تو اسے میرا بتانا اور مجھے اس نمبر پر فون کرنا میں آپ کی ممکن حد تک مدد کروں گا خواہ آپ افغانستان کے کسی بھی حصے میں ہوں۔

گاڑی اب ارغنداب کی جانب تیزی سے بڑھ رہی تھی اور میں سوچ رہا تھا افغانستان کے طول وعرض میں آج کل طالبان کا کنٹرول ہے ان علاقوں میں رہنے والے سرکاری ملازمین چاہے ان کا تعلق افغان نیشنل آرمی سے ہو یا افغان پولیس سے محکمہ ثقافت سے یا کسی اور محکمہ سے وہ افغانستان کے شہری ہوں یا دیہاتی ہر کوئی اپنے متعلق کیے ہوئے طالبان کے فیصلے کو من وعن تسلیم کرتا ہے۔اگر کوئی سرکاری اہلکار یا کوئی عام فرد اپنی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے کسی قسم کی رشوت لے کر یا کسی جائز کام کو کرنے سے انکار کرے تو طالبان اس کی سرکوبی کو فوراً پہنچ جاتے ہیں۔

حاجی نذر علی اور اس جیسے چھوٹے بڑے سرکاری اہلکار طالبان کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے تعاون پر مجبور ہیں۔نذر علی چنار بستی کے قریب کا رہنے والا ہے اور عارضی طور پر قندھار شہر میں مقیم ہے۔ یہ طالبان قیادت سے اجازت ملنے کے بغیر اپنے آبائی علاقے میں اپنے رشتے داروں اور عزیز واقارب کو ملنے کی کبھی بھی جرأت نہیں کرسکتا۔

ان جیسے لوگوں کا صلیبی افواج کا ساتھ دینا اور حکومتی عہدہ لینا صرف اپنی لالچ کی ہوس مٹانے کے لیے ہے نہ کہ کسی خدمت کے لیے اور ان کی جان کے تحفظ کی یہ حالت ہے کہ نذر علی اور ان جیسے لوگوں نے اپنی جان کی امان کے لیے طالبان سے باقاعدہ معاہدے کر رکھے ہیں،جس کے بدلے میں یہ طالبان کو بھاری مالی معاوضہ فراہم کرتے ہیں،صلیبیوں کا اسلحہ، گولہ بارود بھی طالبان کو فروخت کرتے ہیں۔

سب سے بڑھ کر امریکی اور اتحادی صلیبی افواج کی آمد ورفت کی بروقت خبر فراہم کرنا

اور طالبان کے خلاف بنائے جانے والے منصوبوں کی انٹیلی جنس معلومات اور مجاہدین کو ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک جانے کے لیے محفوظ راہ گزر فراہم کرنا ان کی ذمہ داریوں میں شامل ہے، یہی وجہ ہے کہ افغانستان کے اندر طالبان قیادت پر ڈرون حملے نہیں ہوتے۔

ہم ارغنداب سے ابھی آدھے گھنٹے کی مسافت پر تھے کہ راستے میں ایک نہر آئی سڑک اب نہر کے کنارے کنارے جا رہی تھی یہ سڑک قندھار سے براستہ ارغنداب و اورزگان جاتی ہے یہ خوبصورت کارپٹ روڈ حال ہی میں تعمیر ہوا تھا جسے پاکستان کی ایک تعمیراتی کمپنی ''الحسنین'' کے انجینئرز نے ۲۰۰۳-۴ء میں تعمیر کیا تھا، اس نہر کو کراس کرنے کے بعد ہم تھوڑا سا آگے چلے تو سامنے ہمیں دریا کا پل نظر آیا۔ نذر علی نے دریا کے پل سے تھوڑا پہلے یکدم گاڑی ایک گھنے درخت کے نیچے روک دی اور گاڑی سے نیچے اتر کر گاڑی کی نمبر پلیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہم سے التجائیہ لہجے میں کہنے لگا ''دیکھو میری گاڑی کا نمبر یاد رکھنا اور برائے مہربانی میری گاڑی پر ریموٹ کنٹرول حملہ نہ کرنا کیونکہ میں کرزئی کی نوکری کرنے کے باوجود بھی آپ حضرات سے تعاون کر رہا ہوں، بعدازیں اس نے ہم سے مخاطب ہو کر کہا تم اسی جگہ ٹھہرو تھوڑی دیر میں چنار بستی کا ڈرائیور آ کر تمہیں لے جائے گا اور وہ تمہیں کمانڈر ملاّ عبدالشکور کے پاس پہنچا دے گا، میری ذمہ داری آپ کو یہاں تک پہنچانے کی تھی۔

ہم نے نذر علی کی طرف دیکھا اور گاڑی سے اتر گئے، بہر حال اُس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے موڑی اور واپس قندھار روانہ ہو گیا۔ نذر علی نے ہمیں جہاں دریا کے پاس اتارا تو وہاں دریا پر بند باندھ کر ایک ڈیم بنایا گیا ہے۔ اس کو ارغنداب ڈیم کہتے ہیں اس ڈیم کو روسی غاصبانہ قبضے کے دوران ایک روسی کمپنی نے تعمیر کیا تھا۔ یہ ایک بڑا ڈیم ہے اور یہ نہر جس کے کنارے ہم سفر کرتے ہوئے آئے تھے اسی ڈیم سے نکلتی ہے یہ ایک بڑی نہر ہے اور ایک وسیع رقبے کو سیراب کرتی ہے۔ اس کے علاوہ یہاں کے مقامی باشندے نہر کے اندر بڑے پنکھے لگا کر گھریلو بجلی تیار کرتے ہیں، جس سے وہ اپنی گھریلو ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔

نہر کے ایک طرف تو مکانات اور دوسری جانب سڑک ہے، سڑک کے بائیں طرف انار کے باغات وسیع رقبے پر پھیلے ہوئے ہیں جو کہ تین اضلاع ارغندب، پنجوائی اور یڑی کے وسیع رقبے پر محیط ہیں۔ یہاں کا انار بہت میٹھا اور لذیز ہے جو کہ پوری دنیا میں قندھاری انار کے نام سے مشہور ہے اور اس علاقے کی بہترین سوغات ہے۔ یہ باغات بھی اسی نہر اور دریا کے پانی سے سیراب ہوتے ہیں۔

نذر علی نے جب ہمیں اتارا تو میں نے سوچا کبھی امریکہ کے ظلم اور ان جیسے حرص و ہوس کے غلاموں کی وجہ سے طالبان پسپا ہوئے تھے اور دوسرے مہاجر (عرب اور پاکستانی) مجاہدین کو سر چھپانے کی جگہ میسر نہ تھی لیکن آج طالبان پھر قوت میں ہیں اور بھر پور کارروائیاں کر کے صلیبی اتحادی افواج کو ناکوں چنے چبوا رہے ہیں اور نذر علی جیسے پولیس افسر غیر ملکی مہمانوں کو پناہ دینے کے علاوہ محفوظ راہ گزار دینے پر مجبور ہیں۔

اللہ پاک قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿وَ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ (آل عمران: ۱٤۰)

''اور ہم ان ایام کو ان لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔''

کمانڈر ملّا عبدالشکور سے ملاقات:

میں نے اپنے ساتھی ازمرے کے ساتھ دریا کا پل کراس کیا، دوسری جانب بھی کافی دوکانیں اور ہوٹل ہیں، یہاں پر دریا کی تازہ مچھلی بھی دستیاب ہے، ہم نے اپنی ضرورت کا سامان خریدا اور ہم واپس اپنی جگہ پر آ گئے۔ جہاں نذر علی نے ہمیں اتارا تھا اتنی دیر میں ڈرائیور بھی قندھار سے ہمارے پاس پہنچ گیا۔ جس کو ملّا عبدالشکور نے ہمیں لانے کے لیے بھیجا تھا۔ ہم اس کے ساتھ سوار ہو گئے اور چنار بستی کی جانب روانہ ہو گئے۔ ابھی ہم نے تھوڑا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ ڈرائیور نے گاڑی روکی اور سڑک پر کھڑے کسی شخص سے ملنے کے لیے نیچے اترا۔ راقم اور ازمرے گاڑی ہی میں بیٹھے تھے کہ اچانک سڑک پر کینیڈین فوج کا قافلہ

گزرا جو کہ اورزگان سے قندھار [1] کی جانب محوسفر تھا۔

اس میں ۴ ٹینک ۲ بکتر بند گاڑیاں اور ایک ٹرک شامل تھا۔ میں نے اس قافلے کو غور سے دیکھا۔ چند باتیں جو کہ ہمارے لیے بہت زیادہ کام کی تھیں نوٹ کیں۔ مثلاً ٹینک اور گاڑیوں کا آپس میں فاصلہ اور ان کی ترتیب۔ قافلے کے چلنے کی سپیڈ اور ٹرک میں سوار فوجیوں کی تعداد وغیرہ اس پر میں نے اپنے رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ ہم نے اس سفر کے آغاز میں ہی اپنے مشن سے متعلقہ مفید معلومات حاصل کر لیں۔ تھوڑی دیر میں ڈرائیور واپس آ گیا اور ہم چنار کے لیے روانہ ہو گئے، یہ ایک کچی سڑک تھی اس وجہ سے گاڑی کی سپیڈ زیادہ نہ تھی۔ عصر کی نماز ہم نے راستہ میں ہی ادا کی اور مغرب سے تھوڑی دیر پہلے ہم چنار بستی پہنچ گئے۔ جہاں طالبان کمانڈر ملاّ عبدالشکور ہمارے منتظر تھے۔

سلام مسنون اور معانقے کے بعد ملاّ عبدالشکور نے ہم سے خیریت دریافت کی۔ اس

---

[1] قندھار:...... قندھار ایک تاریخی شہر ہے، جدید افغانستان کے بانی احمد شاہ ابدالی رحمہ اللہ بھی اسی قندھار کے جری سپوت تھے اور ان کا مزار آج بھی قندھار میں چوک شہیداں کے قریب موجود ہے۔ پس منظر کے طور پر یاد رہے کہ پانی پت کی تیسری جنگ میں احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں کے ۹ لاکھ کے قریب لشکر کو صرف چالیس ہزار افراد پر مشتمل جاں نبازوں کے لشکر سے شکست فاش دی تھی، مزار میں احمد شاہ ابدالی رحمہ اللہ کے نام سے منسوب بہت سی اشیاء بھی ہیں جن میں تلوار، نیزے اور دیگر فوجی ساز و سامان بھی موجود ہے۔

اس کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب خرقہ مبارک بھی محفوظ ہے۔ احمد شاہ ابدالی رحمہ اللہ کے نام سے منسوب ایک بڑی شاندار جامع مسجد مزار کے ساتھ واقع ہے۔ قندھار کے وسط میں موجود چوک شہیداں اُن شہداء کی یادگار ہے جو انگریز کے خلاف داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے تھے قندھار طالبان کی آمد سے قبل مقامی جنگجو کمانڈروں کی خانہ جنگی کی وجہ سے تباہ ہو چکا تھا۔ طالبان کے آنے کے بعد اب یہاں امن و سکون تھا اور شہر ترقی کر رہا تھا۔ طالبان نے مستشفیٰ عمر (اسپتال) از سر نو بحال کیا، اس ہسپتال میں اعلیٰ قسم کی سہولیات اور جدید آلات جراحی میسر تھے، طالبان نے قندھار میں جامعہ عمر تعمیر کیا جسے وسیع پیمانے پر ترقی دے کر جدید علم و فنون کا مرکز بنانا چاہتے تھے۔

قندھار میں ایک انٹرنیشنل ائیر پورٹ موجود ہے، جسے طالبان میدان ہوائی کہتے تھے۔ بظاہر تو یہ ائیر پورٹ لگتا بھی نہ تھا لیکن اس کے اندرونی معاملات اور نظام قابل دید تھا۔

۱۹۹۹ء میں بھارت کا طیارہ جو ہائی جیکرز یہاں لائے تھے اور اس کے بدلے تین قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا تھا، بظاہر ان پڑھ اجڈ گنوار اور دنیاوی معاملات میں جاہل سمجھے جانے والے طالبان نے اس خوش اسلوبی سے یہ معاملہ حل کرایا کہ پوری دنیا دنگ رہ گئی۔

کے بعد انہوں نے ڈرائیور کا شکریہ ادا کیا ڈرائیور کے جانے کے بعد ہم کمانڈر ملاّ عبدالشکور کے ساتھ ان کے باغ میں آ گئے جہاں ہم نے مغرب کی نماز ادا کی۔اس کے بعد ملاّ صاحب کے ساتھ ان کے مہمان خانے میں چلے گئے۔مہمان خانہ انہوں نے اپنے باغ میں ہی بنایا ہوا تھا ، اس باغ میں زیادہ تر درخت بادام کے تھے اس کے علاوہ انجیر، سیب اور انار کے درخت بھی موجود تھے۔ملاّ عبدالشکور کے ہجرت کر جانے کی وجہ سے مناسب دیکھ بھال نہ ہونے سے بادام کے درخت متأثر نظر آتے تھے اور کچھ سوکھ چکے تھے جبکہ انجیر، سیب اور انار کے درخت ہرے بھرے تھے، اب باغ کو سیراب کرنے کے لیے کنواں کھدوایا گیا تھا جس کو افغانی اپنی زبان میں باوڑی کہتے ہیں۔اس کنویں پر رپیڑ انجن لگا کر ٹیوب ویل کے ذریعے پانی نکال کر باغ اور فصلوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔

ہم مہمان خانے میں بیٹھے افغانستان کے حالات پر بات چیت کر رہے تھے کہ ملاّ عبدالشکور کا بڑا بھائی کھانا لے کر آ گیا، ہم نے مل کر کھانا کھایا اور قہوہ پیا۔عشاء کی نماز پڑھ کر ہم بستروں پر دراز ہو گئے ، دن بھر کے تھکا دینے والے سفر کی وجہ سے ہم لیٹتے ہی نیند کی آغوش میں چلے گئے ۔

ہم صبح سویرے بیدار ہوئے اور فجر کی نماز کی ادائیگی کے لیے تیاری کر رہے تھے کہ قہوہ کا بڑا تھرماس اور ناشتہ ملاّ صاحب کے گھر سے تیار ہو کر آ گیا۔ہم نے فجر کی نماز ادا کی اور ناشتہ کیا ، افغانستان میں ناشتہ صبح سویرے ہی کر لیا جاتا ہے ، ہمارے بڑے شہروں کی طرح بارہ بجے نہیں کیا جاتا ۔

افغانستان میں میں نے قہوہ کو بڑا مظلوم پایا اور کمانڈر ملاّ عبدالشکور کے ہاتھوں قہوہ کا بچنا تو ناممکن تھا۔وہ صبح سویرے ناشتہ کے وقت سے قہوہ پینا شروع کرتے اور دن بھر قہوہ چلتا رہتا ، ہم افغانستان میں جہاں بھی گئے اس مظلوم و مجبور قہوہ کی افغانیوں کے ہاتھوں یہی حالت دیکھی، حتیٰ کہ جب رات کو نیند سے آنکھیں بوجھل ہو رہی ہوتیں تو قہوہ کو بڑی مشکل سے معافی ملتی ، ناشتہ کرنے کے بعد ہم ملاّ صاحب کے ساتھ ایک قریبی بستی میں ۲ موٹر سائیکلوں پر

سوار ہو کر گئے اس بستی میں ہمارے پچاس کے قریب مجاہد ساتھی موجود تھے۔ اُن سے ہماری ملاقات اور تعارف ہوا، اس کے بعد ملاّ صاحب نے سب ساتھیوں سے کام کے متعلق رائے لی تو سب کو پرعزم پایا۔ تمام مجاہدین صلیبی افواج سے شہداء کا انتقام لینے کے لیے ان صلیبیوں پر کاری ضرب لگانے کے لیے تیار تھے۔

طالبان کی جنگی تیاریاں:

حضرت امیر المومنین حفظہ اللہ نے جنگی امور کا عمومی ذمہ دار ملاّ عبد الغنی برادر کو مقرر کیا ہوا تھا، افغانستان کے سارے جنگی امور ملاّ برادر کی زیرنگرانی ہی مکمل ہوتے ہیں۔ ۲۰۰۶ء کے موسم بہار میں انہوں نے طالبان کمانڈروں کو ایک ہدایت نامہ جاری کیا، جس میں انہوں نے طالبان کو اس سال صلیبی افواج کیخلاف بھرپور جنگی تیاریاں کرنے کی ہدایت کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں مسلمانوں پر ایک فریضہ یہ عائد کیا ہے کہ

﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ (الانفال: ٦٠)

''اور ان کفار کے لیے جتنی تم سے ہو سکے قوت تیار کرو''

قـــوـــۃ کے معنی میں تمام جنگی اسلحہ اور متعلقہ ساز وسازمان داخل ہے اور اپنے بدن کی ورزش، فنون حرب کا سیکھنا اور ان کی مشق کرنا بھی قوۃ ہی کے معنی میں داخل ہے اور اسی فریضہ کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت امیر المومنین حفظہ اللہ کے جنگی مشیر ملاّ برادر نے طالبان کو بھرپور جنگی تیاریوں کا حکم دیا۔

قاری فیض اللہ صاحب جو کہ طالبان کی مرکزی شوریٰ کے رکن اور شعبہ احتساب کے نگران ہیں اور ضلع میانشین، ضلع شاہ ولی کوٹ، ضلع خاکریز، ضلع نیش ان ۴ ضلعوں کے عمومی جنگی کمانڈر بھی ہیں، انہوں نے ملاّ عبدالشکور کو ملاّ برادر کے اس حکم نامے سے آگاہ کیا اور صلیبی افواج کے خلاف بھرپور جنگی تیاریوں کا حکم دیا اور یہ بھی کہا کہ اس سال کینیڈین فوج کی آمدورفت کو معطل کرنے کے ساتھ ساتھ افغان نیشنل آرمی کے ٹھکانوں کو بھی تباہ کرنا ہے اور اپنے اسیر مجاہدین کو رہا بھی کروانا ہے اور جو لوگ صلیبی افواج کا دست بازو بنے ہوئے اور

افغانستان میں صلیبی افواج کو مضبوط کرنے کا سبب بن رہے ہیں ان کو بھی نشانہ بنانا ہے۔

ملاّ عبدالشکور نے اپنے ساتھیوں کو تمام صورت حال سے آگاہ کیا اور ملاّ برادر کی جانب سے آنے والے ہدایت نامہ سے بھی مطلع کیا اور کہا کہ ہمارے پاس پندرہ سے بیس دن ہیں جن میں ہم نے اپنی تیاری مکمل کرنی ہے۔

اس کے بعد طے یہ پایا کہ اس مرتبہ پہلے ضلع خاکریز پر ایک مشترکہ حملہ کیا جائے، جس میں دوسرے اضلاع کے طالبان مجاہدین بھی شامل ہونگے۔ اس حملہ میں ضلع خاکریز کی جیل، تھانہ، افغان نیشنل آرمی کے ٹھکانے اور دوسری سرکاری املاک کو نشانہ بنایا جائے گا۔

کچھ ہی دنوں کے بعد ہمیں دوسرے اضلاع کے مجاہدین کی تیاریوں کی اطلاعات بھی موصول ہونا شروع ہوگئیں اور پھر ایک روز انہوں نے کمانڈر ملاّ عبدالشکور کو پیغام بھیجا کہ ہماری تیاریاں مکمل ہیں آپ ہماری طرف آدمی بھیجیں جو ہمیں آکر لے جائے۔

مختلف اضلاع کے طالبان کی آمد:

ضلع نیش کے طالبان کمانڈر مولوی باز محمد تھے۔ انہوں نے بذریعہ سیٹلائٹ فون کمانڈر ملاّ عبدالشکور کو اپنی تیاری سے مطلع کیا اور کہا کہ ہماری تیاری مکمل ہے۔ آپ ساتھی روانہ کریں جو ہمیں آکر لے جائیں اور ساتھ ہی اپنا وائرلیس سیٹ کا نمبر دیا اور کہا جب ساتھی ضلع نیش کے قریب پہنچ جائیں تو اس نمبر پر رابطہ کرلیں میں ازمرے اور موسیٰ کمانڈر ملاّ عبدالشکور کی سربراہی میں ضلع نیش کے مجاہدین کو لینے کے لیے روانہ ہوگئے ہم چاروں دو موٹر سائیکلوں پر سوار اپنی منزل ضلع نیش کی جانب جا رہے تھے۔ آگے راستہ انتہائی تنگ اور دشوار گزار تھا۔ جس پر موٹر سائیکل چلانا ناممکن تھا ہم موٹر سائیکلیں پہاڑی کے دامن میں بنے ہوئے ایک مکان میں چھوڑ کر پیدال روانہ ہوگئے، ضلع نیش کی جانب روانہ ہونے سے قبل حسب روایت ملاّ عبدالشکور نے ان گھر والوں سے دو تھرماس قہوہ کے بھروا کر ساتھ لے لیے تھے۔

لیکن المیہ یہ پیش آیا کہ ہم نے ضلع نیش کی جانب تھوڑا ہی سفر طے کیا تھا کہ ایک تھرماس کا شیشہ پتھر سے ٹکرانے کی وجہ سے ٹوٹ گیا اور قہوہ ضائع ہوگیا۔ اب ملاّ صاحب

کے لیے قہوہ کا ایک ہی تھرماس باقی بچا تھا، ہم نے نصف گھنٹہ کا مزید سفر طے کیا تھا کہ ہمیں ایک چرواہا ملا جو کہ صلیبی افواج کے ظلم وستم اور تشدد و بربریت کا نشانہ بن چکا تھا اُس نے ملاّ عبدالشکور کو بتایا کہ مجھے امریکیوں نے چھ ماہ تک پہلے قندھار ائیر پورٹ اور پھر بگرام ایئربیس میں قید رکھا اور شدید تشدد کا نشانہ بنایا۔

اور پھر یہ وارننگ دے کر چھوڑ دیا کہ دوبارہ طالبان کو پناہ اور مدد نہ دینا ورنہ اس سے بھی براسلوک کیا جائے گا لیکن اُس نے کہا کہ طالبان کے لیے میری جان و مال سب حاضر ہے اور نفاذ اسلام کی اس مقدس تحریک میں صلیبی افواج اور اسلام دشمن عناصر کے خلاف کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کروں گا، میں اس غریب، مفلس چرواہے کی بے مثال استقامت پر حیران تھا کہ اس کا حوصلہ قابل دید بھی ہے اور قابل داد بھی، میں نے کہا کہ اگر مجاہدین کو اس طرح کے لوگوں کا ساتھ میسر رہا تو صلیبی اتحادیوں کو جو شکست ہو گی وہ قابل دید بھی ہو گی اور عبرت ناک بھی۔

کمانڈر ملاّ عبدالشکور نے اس کی طالبان مجاہدین کے لیے خدمات کی تعریف بھی کی اور اس کو استقامت کی دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہو گئے، ہم دواڑھائی گھنٹے تک پہاڑ پر سخت دشوار گزار راستہ طے کر کے چوٹی پر پہنچ گئے، ساتھی بہت زیادہ تھک گئے تھے۔ میں نے اپنا وائرلیس سیٹ آن کیا اور ضلع نیش کے طالبان سے رابطہ کرنے کی کوشش کی، پہاڑ کی چوٹی سے ضلع نیش نیچے صاف نظر آ رہا تھا، کچھ ہی دیر بعد راقم کا ضلع نیش کے مجاہدین سے رابطہ قائم ہو گیا میں نے انہیں وائرلیس پر اُس جگہ کی نشاندھی کی جہاں پر ہم موجود تھے اور کمانڈر ملاّ عبدالشکور کی طرف سے پیغام جاری کرتے ہوئے کہا کہ وہ جلد از جلد روانہ ہو کر اوپر پہنچ جائیں۔

ہم نے اپنے پاس موجود پانی سے وضو کیا اور ظہر کی نماز ادا کی اور مجاہدین کی کامیابی کی دعا مانگی، ہم نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ایک چرواہا اوپر چڑھ آیا اس کے پاس دواڑھائی سو کے قریب بھیڑیں ہوں گی میں اس سے گپ شپ لگانے لگا۔ اس کا حال احوال پوچھا اور علاقہ کے متعلق دریافت کیا ہمارے پاس پانی ختم ہو گیا تھا ہم نے اُس سے چشمہ کے متعلق

پوچھا تو اُس نے کہا قریب قریب کوئی چشمہ نہیں ہے لیکن میرے پاس پینے کے لیے تھوڑا سا پانی ہے جو اُس نے ہمیں دے دیا۔

اس چرواہے کے پاس ایک پرانے سٹائل کی تھری ناٹ تھری گن تھی جو کہ نان آٹومیٹک ہوتی ہے اس میں LMG کی گولی استعمال ہوتی ہے اس کا نشانہ بہت اچھا ہے۔ بلکہ اس کو مجاہدین بطور سنائپر (SNIPER) بھی استعمال کرتے رہتے ہیں اس کی قاتلانہ رینج بھی بہت زیادہ ہے۔ میں نے خود بھی ایسی گن سے نشانہ بندی کی مشق کی ہوئی تھی اسلامی تعلیمات میں بھی نشانہ بازی سیکھنے کا حکم موجود ہے

قرآن مجید کی آیت:

﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾

میں قوت کی تیاری کا حکم دیا گیا اس کی تفسیر آنحضرت ﷺ نے یہ فرمائی۔

الا ان القوة الرمی ، الا ان القوة الرمی الا ان القوة الرمی.

''یادرکھو! وہ قوت الرمی ہے یادرکھو وہ قوت الرمی ہے۔ یادرکھو وہ قوت الرمی ہے۔''

(صحیح المسلم کتاب الامارة حدیث نمبر ۱۹۱۷)

لفظ ''الرمی'' کے معنی ہیں پھینک کر مارنا یا نشانہ لگانا معلوم ہوا کہ قرآن مجید نے یوں تو جہاد کے لیے ہر قسم کا اسلحہ اور ساز وسامان تیار کرنا مسلمانوں کا شرعی فریضہ قرار دیا ہے وہ سب کے سب ''قوة'' کے قرآنی مفہوم میں داخل ہیں۔ لیکن ان میں سے بھی جو ہتھیار پھینک کر مارے جاتے ہیں اسلام میں ان کی خاص تاکید واہمیت ہے، موجودہ سائنسی دور میں تو ساری کی ساری جنگیں، بری ہوں یا بحری یا فضائی حتیٰ کہ خلائی بھی اسی ''الرمی'' کی مرہونِ منت ہوکر رہ گئی ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے ارشادات میں نشانہ بازی کی بڑی تاکید فرمائی ہے اور آنحضرت ﷺ نے زمانۂ امن کے لیے بھی ارشاد فرمایا ہے:

((ستفتح علیکم ارضون ویکفیکم الله، فلا یحجر احد کم ان

يلهو باسهمه.))

(صحيح المسلم ، كتاب الامارة ......حديث نمبر ١٩١٨)

''تم پر زمینیں فتح ہوں گی اور اللہ تمہاری کفایت فرمائے گا، بس (اس زمانہ امن و امان میں) تم اپنے تیروں کے کھیل سے عاجز نہ ہو جانا (کہ مشق چھوڑ بیٹھو)۔''

جس طرح قرآن مجید کو حفظ کر کے بھلا دینا گناہ ہے، اسی طرح آنحضرت ﷺ نے نشانہ بازی سیکھ کر اسے بھلا دینے کو سخت گناہ قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے:

من علم الرمی ثم ترکه فليس منا ، اوقدعصىٰ.

''جس نے نشانہ لگانا سیکھا، پھر بھلا دیا، وہ ہم میں سے نہیں (راوی کہتے ہیں کہ) یوں فرمایا کہ اس نے نافرمانی کی۔''

(صحيح المسلم ، كتاب الامارة ...... حديث نمبر ١٩١٩)

میں اللہ کے فضل و کرم سے شروع سے ہی نشانہ بازی کا شوقین رہا ہوں اور مختلف اسلحہ کی تربیت بھی مختلف مراحل میں سیکھی ہے اور میں ہمیشہ نشانہ بازی کی مشق کے انتظار میں رہتا ہوں یہاں بھی میرے پاس زڑکئی کی گولیاں موجود تھیں جس سے میں نے ہدف پر نشانہ بازی کی اور ٹھیک ٹھیک نشانے لگائے۔ **وللّٰہ الحمد**

بہر حال میں نے اُس چرواہے سے پوچھا، تم اس گن سے کیا کام لیتے ہو تو اُس چرواہے نے جواب دیا کہ ان پہاڑوں میں گیدڑ، بھیڑیے وغیرہ ہیں جو کہ بھیڑوں پر حملہ کرتے ہیں اس گن سے میں ان کو نشانہ بناتا ہوں اور اپنی حفاظت کے لیے بھی اس کو استعمال کرتا ہوں، میں نے اسے کہا یہ ایک اچھا ہتھیار ہے اور اس کا نشانہ بھی نہیں چوکتا، اسی اثنا میں میں نے اپنے ساتھیوں کو جو کہ ضلع نیش سے آ رہے تھے اوپر چڑھتے ہوئے دیکھا۔

حفاظتی تدبیر کے طور پر اس چرواہے کو روانہ کر دیا کیونکہ یہ بھی ضلع نیش کا ہی رہنے والا تھا۔ یہ ظہر اور عصر کا درمیانی وقت تھا کہ ہمارے ضلع نیش کے ساتھی اب بالکل ہمارے قریب پہنچ گئے۔ ازمرے نے ان کو آوازیں دیں۔ وہ آوازیں جان بوجھ کر نہیں سن رہے تھے۔

جب ازمرے نے یہ دیکھا تو اس نے ازروئے مذاق ایک بڑا پتھر چوٹی سے لڑھکایا۔ جب انہوں نے پتھر اپنی جانب آتے دیکھا تو دائیں بائیں بھاگ کر جان بچائی اور ازمرے ان بھاگتے ہوئے ساتھیوں کی ہینڈی کیم (Handicam) ویڈیو کیمرے سے مووی (Movi) بناتا رہا۔

اسی دوران صلیبی اتحادی افواج کے ہیلی کاپٹروں نے پہاڑی کے اوپر چکر لگایا، ہم نے چھپ جانے میں ہی عافیت سمجھی اور ہیلی کاپٹر ایک دو چکر لگانے کے بعد واپس چلے گئے اتنی دیر میں ضلع نیش کے طالبان ساتھی جن میں، رحمت اللہ، گل آغا، شیر خان، لوئی دراز، نور عالم اور دوسرے ساتھی اوپر پہنچ گئے، ضلع نیش کے کمانڈر مولوی باز محمد بھی ان کے ہمراہ تھے، ساتھی سفر کر کے بہت زیادہ تھک چکے تھے انہوں نے تھوڑی دیر آرام کیا، ہم نے پھر اپنے مہمان ساتھیوں کے ہمراہ واپسی کے سفر کا آغاز کیا۔

جب ہم نے واپسی کے سفر کا آغاز کیا تو ہمارے پاس پینے کے لیے بھی پانی نہیں تھا۔ قریب قریب کوئی چشمہ بھی نہیں تھا جس سے ہم پانی حاصل کرتے اور یہ پہاڑ بھی بے آب و گیاہ اور خشک تھا، دن بھر کے سفر کی تھکاوٹ اور دشوار گزار پیدل سفر کی وجہ سے سخت پیاس محسوس ہو رہی تھی، زبان سوکھ کر کانٹا بن چکی تھی اور گلے میں سوئیاں سی چبھ رہی تھیں ہم پہاڑی سے نیچے اتر رہے تھے تو اچانک ہمیں پہاڑ کے دامن میں ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ نظر آیا یہ اللہ رب العزت کی قدرت کا عظیم شاہکار تھا کہ اس کے چاروں طرف خشک، سنگلاخ اور بے جان پہاڑ تھے اور یہاں زندگی کی رمق موجود تھی، چشمہ سے چرند، پرند، انسان اور حیوان سبھی پانی پی کر بزبان حال اللہ رب العزت کے۔

﴿وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ (الجمعه: ۱۱)

''اور اللہ بہتر رزق دینے والا ہے۔''

ہونے کا اعلان کر رہے تھے ہم نے بھی چشمہ سے پانی پیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، چشمہ کے اطراف میں خوب صورت گھاس کا قالین بچھا ہوا تھا اور جنگلی پودینہ اُگا ہوا تھا جس

کی تیز خوشبو ماحول اور فضا کو معطر کر رہی تھی ، ساتھیوں نے پانی پیا اور تھوری دیر آرام کرنے کے بعد عصر کی نماز کے لیے وضو کیا اور اللہ رب العزت کے حضور سجدہ ریز ہو گئے ۔

نماز عصر کی ادائیگی کے بعد ہاتھ اٹھا کر سب ساتھی اللہ تعالیٰ سے تحریک اسلامی طالبان کی کامیابی، اسیروں کی رہائی اور مجاہدین کی مدد و نصرت کی دعا کرنے لگے سب ساتھی دن بھر کے سفر کی وجہ سے شدید تھکاوٹ کا شکار تھے اس لیے طے یہ پایا کہ باقی سفر صبح کیا جائے اور رات اسی جگہ گذار لی جائے ۔ کیونکہ یہ ایک پر سکون اور کھلی جگہ ہے ۔ کچھ ساتھیوں کو نیچے کھانا لانے کے لیے بھیجا جائے ، ہم نے مغرب کی نماز با جماعت ادا کی ، کھانا لینے کے لیے جانے والے ساتھی تین گھنٹے کے بعد ہمارے پاس پہنچے ہم نے کھانا کھانے کے بعد عشاء کی نماز ادا کی اور پہرہ کی باری مقرر کر کے سو گئے ۔

ہم صبح بیدا ہوئے ، ساتھیوں نے فجر کی نماز ادا کی ، قہوہ اور روٹیوں کے خشک ٹکڑوں کے ساتھ ناشتہ کیا اپنا اسلحہ وغیرہ درست کیا اور منہ اندھیرے ہی سفر شروع کر دیا ، دو اڑھائی گھنٹے کی مسلسل اُترائی کا سفر تقریباً سوا گھنٹے میں مکمل کر کے ہم وہاں پہنچ گئے ، جہاں ایک مکان میں موٹر سائیکلیں چھوڑیں تھیں ، ہم نے وہاں پانی پیا ، موٹر سائیکلیں لیں اور مالک مکان کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے چل کر آدھے گھنٹے میں لوڑوالا بستی پہنچ گئے ۔

ہم نے دوپہر کا کھانا لوڑوالا بستی میں کھایا۔ ساتھی ستانے لگے اور میں ضلع شاولی کوٹ کے مجاہدین سے رابطہ میں مصروف ہو گیا ، کافی تگ و دو کے بعد رابطہ ہوا اُن سے صورت حال معلوم کی تو انہوں نے نے پیغام دیا کہ ہم چار پانچ روز میں پہنچ جائیں گے اور ضلع میانشین کے طالبان مجاہدین بھی ہمارے ساتھ ہی آئیں گے ، ضلع شاہ ولی کوٹ کے طالبان کمانڈر ملاّ عبدالحکیم اور ضلع میانشین کے کمانڈر قاری فیض اللہ تھے ، چھ دن میں ضلع خاکریز ضلع نیش ضلع میانشین اور ضلع شاہ ولی کوٹ کے مجاہدین ہمارے پاس چنار بستی میں جمع ہو گئے ۔

شاہ ولی کوٹ کے مجاہدین نے بتایا کہ راستہ میں ہم نے ایک غیر ملکی کنسٹریکشن کمپنی کو نشانہ بنایا ہے انہوں نے کہا کہ ہم نے اس کمپنی کے لوگوں کو پہلے بھی کہا تھا کہ وہ علاقہ خالی

کر دیں اور صلیبی اتحادی افواج کے لیے رہائشی اور دوسری تنصیبات تعمیر نہ کریں ہم نے انہیں مزید کہا تھا کہ ہماری تمہارے ساتھ کوئی دشمنی نہیں ہے اور نہ ہی ہم تمہیں نشانہ بنانا چاہتے ہیں لیکن اس غیر ملکی کنسٹریکشن کمپنی کے ذمہ داروں نے اس کا خاطر خواہ اثر نہ لیا اس کو دیوانے کی بڑ سمجھ کر رد کر دیا اور صلیبی افواج کے لیے تنصیبات کی زور وشور سے تعمیر شروع کر دی اور حفاظت کے لیے افغان نیشنل آرمی کا دستہ متعین کر والیا اس کے بعد ہی ہم نے اس کنسٹریکشن کمپنی کو نشانہ بنانے کا فیصلہ کیا۔

شاہ ولی کوٹ کے طالبان ساتھیوں نے مزید بتاتے ہوئے کہا کہ ہمارے ذمہ دار ملاّ عبدالحکیم نے خاکریز جاتے ہوئے اس کنسٹریکشن کمپنی کو نشانہ بنانے کا حکم دیا ہم نے کنسٹریکشن کمپنی کے بیس کیمپ (Base Camp) پر حملہ کیا تو حفاظت پر مامور ۱۲ افغان نیشنل آرمی کے فوجی تسلیم ہو گئے اور باقیوں نے بھاگنے میں ہی عافیت سمجھی۔ ۱۹ چھوٹی بڑی گاڑیاں تباہ ہوئیں اور کنسٹریکشن میں استعمال ہونے والی مشینری الگ تباہ ہوئی کمپنی کے انجینئرز نے اپنی ہٹ دھرمی پر معافی مانگی اور کہا کہ ہم اب یہاں کام نہیں کریں گے اور واپس اپنے ملکوں کو چلے جائیں گے۔

اس کے علاوہ افغان نیشنل آرمی کے اسلحہ خانہ سے ۱۵ کلاشنکوفیں اور کثیر مقدار میں گولیاں مال غنیمت میں ملیں، اس طرح طالبان نے اپنی کامیاب حکمت عملی اور بروقت کارروائی سے علاقے میں ظلم کے علمبرداروں اور صلیب کے پجاریوں کا بننے والا ایک اڈا بننے سے پہلے ہی تباہ کر دیا اور علاقے کے لوگوں نے سکون کا سانس لیا۔

جاسوس کا عبرتناک انجام:

جب سے ہمارے پاس میانشین والے طالبان ساتھی آئے تھے ہمارے کماندان پر اسرار اور خفیہ مومنٹ کر رہے تھے تیسرے دن کمانڈر ملاّ عبدالشکور نے مجھے کہا، حیات اللہ تمہارا ویڈیو کیمرہ درست کام کرتا ہے؟ میں نے کہا کیا مطلب! ملاّ صاحب نے وضاحت کرتے ہوئے کہا تمہارا کیمرہ رات کو درست کام کرتا ہے؟ میں نے کہا رات کو بہترین کام کرتا ہے،

انہوں نے کہا جلدی تیاری کرو آج تمہیں ملاّ حیدری کے ساتھ ایک ضروری کام سے جانا ہے لیکن انہوں نے مجھے کام کے متعلق کچھ نہ بتایا۔

میں نے کیمرہ کی بیٹری تبدیل کی اور نئی کیسٹ ڈالی اپنی گن اٹھائی اور تیار ہو کر باہر آیا تو گاڑی تیار تھی، جس میں ملاّ حیدری (ملاّ عبدالحکیم کا قریبی ساتھی) خلیفہ بھائی اور ڈرائیور سوار تھے، میں نے سفر کی دعا پڑھی اور گاڑی میں سوار ہو گیا۔ جب میں گاڑی میں سوار ہوا تو ایک آدمی کو دیکھا اس کی آنکھوں پر...... پٹی بندھی ہوئی تھی۔اور دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے، میں نے اس شخص کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا اس کا نام فضل ربی ہے اور یہ صلیبی اتحادی افواج کا جاسوس ہے، اس کو طالبان نے ایک سال قبل بھی جاسوسی کے شبہ میں گرفتار کیا تھا اس کے رشتہ داروں اور اہل علاقہ کی سفارش پر اس کو چھوڑ دیا چونکہ شواہد بھی مکمل موجود نہ تھے اس لیے اس کو کو وارننگ بھی دی کہ یہ دوبارہ طالبان کی جاسوسی نہیں کرے گا۔ یہ شخص قندھار ایئر پورٹ پر صلیبی افواج کا ملازم ہے۔اس نے جاسوسی کے ذریعے پانچ طالبان کو شہید اور کئی ایک کو گرفتار کروایا ہے، اس مرتبہ ہم نے اس کو مکمل تحقیق کر کے گرفتار کیا اس کے پختہ شواہد بھی اکھٹے کر کے طالبان کے قاضی کے سامنے پیش کیے جس کے بعد انہوں نے فقہ حنفی کے دلائل کی روشنی میں اس کا سر قلم کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

از مرے اور نصرت باری تعالیٰ:

جاسوس کو اس کے انجام تک پہنچانے کے بعد ہم واپس چنار بستی پہنچ گئے، رات کا کھانا کھایا اور رات گزارنے کے لیے ایک قریبی بستی تمبیل چلے گئے، صبح نماز فجر کی ادائیگی کے بعد ملاّ عبدالشکور نے بذریعہ مخابرہ (وائرلیس سیٹ) ہمیں اطلاع بھیجی کہ آپ فوراً چنار بستی پہنچ جائیں ،حسب روایت ہم نے فجر کے بعد ناشتہ کیا اور چنار بستی پہنچ گئے، ملاّ صاحب نے ہماری تشکیل خرتوت نامی بستی میں کی جو کہ قندھار گنبد روڈ پر واقع ہے۔

گنبد نامی بستی میں کینیڈین آرمی نے اپنا کیمپ قائم کیا تھا، طالبان کے جاسوس نے اطلاع فراہم کی کہ ہر چوتھے دن کینیڈین آرمی کی تبدیلی ہوتی ہے قافلے کی شکل میں یہ قندھار

سے گنبد نامی بستی میں آتے ہیں اور قافلے کی شکل میں ہی واپس جاتے ہیں چنانچہ اس قافلے کے راستے میں بارودی سرنگ بچھانے کے لیے میری اور ازمرے کی تشکیل ہوئی۔ ہم تقریباً دس بجے کے قریب روانہ ہوئے اور دو گھنٹے موٹر سائیکل پر سفر کرنے کے بعد ملاّ عبدالشکور کے خاص آدمی گلاب خان کے پاس خرتوت پہنچ گئے، گلاب خان کو ہم نے اپنا تعارف کروایا اور ملاّ عبدالشکور کا پیغام پہنچایا۔گلاب خان ہمیں اپنے مہمان خانے میں لے گیا اور افغانی قہوہ سے ہماری تواضع کی اور علاقے سے متعلق ہمیں ابتدائی معلومات فراہم کیں، پہلے ہم نے علاقے اور راستے کی مناسب ریکی کرنے اور مناسب جگہ تلاش کر کے مائن لگانے کا فیصلہ کیا ہم نے فوراً موٹر سائیکل پکڑی اور علاقے کی ریکی کے لیے نکل گئے ہمیں معلوم ہوا کہ کل یہاں سے کینیڈین فوج کا قافلہ گزرنا ہے اس لیے ہم نے مناسب جگہ تلاش کی اور آج رات کو مائن بچھانے کا فیصلہ کیا۔

ہم واپس آئے اور تھوڑی دیر کے لیے لیٹے ہی تھے کہ مؤذن کی آواز گونجی اور حـــــی **علی الصلوۃ** اور **حی علی الفلاح** کے ولولہ انگیز کلمات ہمیں کامیابی اور کامرانی کی دعوت دے رہے تھے، ہم فوراً بستروں سے جدا ہوئے اور گلاب خان کے باغ میں بنے ہوئے تالاب سے وضو کیا اور اللہ کے حضور سر بسجود ہو گئے۔

نمازِ عصر کی ادائیگی کے بعد ہم گلاب خان کے باغ میں چہل قدمی کے لیے نکل گئے یہ باغ تقریباً تین ایکڑ رقبے پر محیط تھا، اس میں انار، انجیر، شہتوت اور بادام کے درخت تھے اس کو سیراب کرنے کے لیے ایک بڑا تالاب بنا ہوا تھا جس میں ایک چھوٹے چشمے سے پانی آتا تھا، یہ تالاب رات کو بھر جاتا اور صبح گلاب خان اس تالاب کے پانی سے باغ اور اس کے قریب اگی ہوئی گندم کو سیراب کرتا، پانی ختم ہونے پر اس نل کو بند کر دیتا جہاں سے تالاب کا پانی خارج ہوتا تھا اور صبح تک انتظار کرتا اور جب تالاب دوبارہ بھر جاتا تو باقی فصل کو اگلے روز سیراب کرتا اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا۔

ہم نے مغرب کی نماز باغ میں ہی ادا کی اور واپس مہمان خانہ میں آ گئے یہاں ہم نے

کھانا کھایا اور دن بھر کی ریکی پر غور کرنے لگے، اسی دوران مؤذن کی سحر انگیز آواز نے ہمیں صلوۃ العشاء کی طرف متوجہ کیا ہم نے فوراً عشاء کی نماز ادا کی اور اپنے جہادی مشن کی کامیابی، اپنی حفاظت اور کفر کی تباہی کے لیے دعا مانگی۔

اب ہمیں اپنی تیاری کرنی تھی، ہم نے کھدائی کا سامان ٹارچ دو عدد مائن کو محفوظ طریقے سے موٹر سائیکل پر باندھا۔ لیکن اب مشکل یہ پیش آئی کہ ہم تین آدمی تھے کارروائی کے لیے سامان بھی ساتھ تھا مگر موٹر سائیکل ایک تھی بستی کے قریب ہونے کی وجہ سے موٹر سائیکل کی لائٹ بھی بند کر کے لے جانا تھی اس لیے طے یہ پایا کہ ایک کو ادھر ہی چھوڑ دیا جائے، ازمرے نے راقم کے رک جانے پر اصرار کیا اور مجھے کہنے لگا تم رک جاؤ میں کارروائی پر جاؤں گا، چنانچہ میں رضا کارانہ طور پر رک گیا، چاند کی ابتدائی تاریخ تھی ہر جانب مدہم روشنی پھیلی ہوئی تھی، اپنے ساتھیوں کو غمگین دل کے ساتھ رخصت کر کے آ گیا اور واپس آ کر اپنا دامن ''**ارحم الراحمین**'' کے سامنے پھیلا کر ساتھیوں کی عافیت اور کامیابی کے لیے دعائیں مانگنے لگا۔

رات کے اڑھائی بجے کے قریب ساتھی واپس آئے تو راقم سویا ہوا تھا موٹر سائیکل کی آواز نے مجھ کو بیدار کیا ساتھیوں سے کام کے متعلق پوچھا تو اندھیرے میں کھڑے گلاب خان نے کہا:

''مائن پھٹ گیا''

میں اس نامانوس سی آواز اور اندوہناک خبر کو سننے کے لیے ہرگز تیار نہیں تھا میں نے دوبارہ زور دے کر گلاب خان سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ اور ازمرے کدھر ہے؟ گلاب خان نے جواب دیا:

''مائن پھٹ گیا ہے'' اور ''ازمرے'' زخمی ہے، میں نے اسی دوران ایمرجنسی لائٹ جلائی تو کمرے میں مدہم سی روشنی پھیل گئی میں نے غور سے دیکھا تو ازمرے آنکھیں بند کیے کھڑا تھا اس کا چہرہ زخمی تھا دائیں ٹانگ اور دائیں بازو پر جلنے کے واضح نشانات تھے۔

ازمرے کے کپڑے جل چکے تھے میں نے ازمرے کوفوراً پکڑا اور سہارا دے کر بستر پر لٹایا، اس کے چہرے کوگردوغبار سے صاف کیا اس کے زخموں کی صفائی کرنے کے بعد دوائی لگائی اور اس کے جسم سے جلے ہوئے کپڑوں کو بھی جدا کیا، ازمرے درد سے ابھی تک کراہ رہا تھا لیکن سب سے زیادہ پریشانی اس بات پر تھی کہ ازمرے ابھی تک آنکھیں نہیں کھول رہا تھا اور دل اس بات سے شدید گھبرا رہا تھا کہ خدانخواستہ آنکھیں ضائع نہ ہوگئیں ہوں۔ لیکن میں نے ان خیالات کو جھٹک کر ازمرے سے آنکھیں کھولنے کا کہا تو اس نے جواب دیا کہ جب مائن بلاسٹ ہوا تو شدید چمک اور مٹی آنکھوں میں پڑ گئی جس کی وجہ سے آنکھیں شدید متأثر ہیں، اس لیے وہ آنکھیں بند رکھنے پر مجبور ہے۔

میں نے ازمرے سے دوسرا سوال کیا کہ یہ واقعہ کس طرح پیش آیا......؟

تو ازمرے نے کراہتے ہوئے آہستہ آہستہ جواب دیا کہ میں نے دن بھر کی ریکی کی روشنی میں ایک مناسب جگہ بارودی سرنگ (مائن) لگانے کے لیے منتخب کی اور کھدائی کے سامان کے ساتھ بڑا گڑھا کھودا، اس میں دو عدد مائن اوپر تلے فٹ کیے تا کہ ایک زوردار اور زبردست دھماکہ ہو اور کینیڈین آرمی کا زیادہ سے زیادہ نقصان ہو، میں نے اس کے ساتھ حفاظتی سسٹم اور بلاسٹنگ سسٹم (ریموٹ کنٹرول) بھی فٹ کر دیا تا کہ یہ غیر ضروری فریکوینسیز ٹونز سے محفوظ رہے۔

اب میں نے گلاب خان سے کہا جو کہ بالکل میرے ساتھ ہی بیٹھا ہوا تھا کہ وہ تھوڑا دور چلا جائے اس لیے کہ میں اب بیٹری سیل لگانے لگا ہوں اور اگر اس کے الیکٹرانک سسٹم میں خرابی ہو تو خدانخواستہ خود بخود دھماکہ نہ ہو جائے اور ہم دونوں شہید ہو جائیں، گلاب خان تھوڑی دور چلا گیا تو میں نے اس کے حفاظتی سسٹم کے ساتھ بیٹری سیل لگا دیئے اور اس کا الیکٹرانک سسٹم بحال کر دیا۔ اب میں اس کو کیموفلاج کر رہا تھا تا کہ کوئی خالی آنکھ سے دیکھ کر اس کو نکال نہ لے، جب میں مٹی ڈال کر فارغ ہو گیا اور اس کو برابر کرنے لگا تو زبردست روشنی کے ساتھ زوردار دھماکہ ہوا، اس کے ساتھ ہی مجھے زوردار دھکا لگا اور میں ۱۰ فٹ پیچھے

جا گرا اور زمین سے اڑنے والے پتھر گرنے لگے، گلاب خان دوڑ کر میرے پاس آیا، اس نے پکڑ کر مجھے کھڑا کیا، اپنے ہاتھ سے میرے ہاتھ پاؤں کو چیک کیا اور مجھے آنکھیں کھولنے کا کہا میں نے آنکھیں کھولیں گلاب خان نے مجھے کہا تم دیکھ سکتے ہو؟ کہا جی ہاں۔گلاب خان نے کہا اللہ کا شکر ہے، اللہ نے تمہیں محفوظ رکھا، ورنہ جو بارودی سرنگ فولادی ٹینک کو تباہ کر دیتا ہے اور اس کے پرخچے اڑا دیتا ہے، اس سے اللہ رب العزت نے تمہیں محفوظ رکھا اور تم معمولی زخمی ہوئے جوان شاء اللہ جلد ٹھیک ہو جاؤ گے۔

اسی دوران کوئی بھاری چیز گرنے کی آواز آئی، گلاب خان نے دیکھا تو یہ دوسرا مائن تھا ایک تو بلاسٹ ہو گیا اور دوسرا اس کے دھکے سے فضا میں اُڑ گیا جو کہ تھوڑی دیر بعد نیچے گرا۔

میں نے گلاب خان سے کہا سامان اٹھاؤ واپس چلتے ہیں، کیونکہ زوردار دھما کہ ہوا ہے، جس کی وجہ سے خطرہ ہے کہ علاقہ میں موجود صلیبی افواج تحقیق وتفتیش کے لیے ادھر نہ آ جائیں۔گلاب خان نے جلدی سے سامان سمیٹا اور موٹر سائیکل پر رکھنے کے بعد مجھے بھی موٹر سائیکل پر سوار کیا اور واپسی کے لیے روانہ ہو گئے ابھی ہم نے تھوڑا سفر ہی طے کیا تھا کہ متاثرہ جگہ پر فضا میں ہیلی کاپٹر کے گردش کرنے کی آواز آنے لگی لیکن کچھ نظر نہ آنے پر وہ واپس چلا گیا۔میں نے ازمرے کو جلن کم کرنے کی دوا بھی لگائی درد کم کرنے اور نیند کی گولی کھلا کر سلا دیا اگلے دن ہم ازمرے کو لے کر چنار آ گئے جہاں ڈاکٹر نے اس کا تفصیلی معائنہ کیا اور دوائی دی اس کے بعد ہم نے ازمرے کو عثمانیہ بستی منتقل کر دیا، جہاں وقتاً فوقتاً اس کا معائنہ کرتا رہا اس طرح ازمرے کے تندرست ہونے تک اس کا علاج جاری رہا۔

جواں ہمت اور پرعزم ازمرے کا چہرہ ہر قسم کے خوف اور گھبراہٹ سے عاری اور گلاب کی طرح تروتازہ تھا اور اس کے عزائم اب بھی جوان تھے جن میں مجھے ایک قابل رشک غازی کی جھلک نظر آئی، جس کی تحسین وستائش میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

من خير معاش الناس دجل ممسك عنان فرسه فى سبيل الله
يطير على متنه كلما سمع هيعةً او فزعةً طار عليه يبتغى القتل

والموت مظانه. (صحیح مسلم کتاب الامارۃ ،حدیث ۱۸۸۹)
''لوگوں کے لیے زندگی کے بہترین حالات میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے اس پر سوار اڑا جا رہا ہو، جب بھی (دشمن کی) ڈراؤنی آواز یا (کسی مظلوم کی) آواز سنے، قتل اور موت کے مواقع ڈھونڈتا ہوا اڑ کر وہاں جا پہنچے۔''

خاکریز جیل پر حملہ:

میری تشکیل کینیڈین آرمی کے راستے میں بارودی سرنگ (مائن) بچھانے کے لیے ہوئی تو اسی دوران چنار میں طالبان کی عمومی مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا، طالبان میں شوریٰ کا ایک مستحکم نظام موجود ہے اور اجتماعی فیصلے باہمی مشورے سے طے کیے جاتے ہیں مشورہ اتحاد کی جان ہے اس کے بغیر نہ تو کوئی تحریک رہ سکتی ہے نہ کوئی اتحاد قائم ہوتا ہے اور نہ ہی باقی رہ سکتا ہے، اہم معاملات میں صلاح مشورے سے باہمی اعتماد و یگانگت بڑھتی ہے اور دلوں کی بھی صفائی ہوتی ہے، اسلام میں مشورے کی اہمیت کا کچھ اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید فرقان حمید کی ایک پوری سورت مبارکہ نازل ہوئی ہے جس کا نام سورۃ الشوریٰ ہے۔اس میں سچے مسلمانوں کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے ان سچے مسلمانوں کی ایک صفت یوں بیان فرمائی ہے۔

﴿وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ﴾ (الشوریٰ: ۳۸)
''اور ان کا ہر ہر اہم کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے۔''

اور دوسری جگہ سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے جاں نثار وفادار اور اطاعت شعار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مزید لطف وکرم اور ان سے اہم معاملات میں حسب سابق مشورہ لینے کی تاکید فرمائی۔

﴿فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ وَلَوۡ كُنۡتَ فَظًّا غَلِيۡظَ الۡقَلۡبِ لَانۡفَضُّوۡا مِنۡ حَوۡلِكَ فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ وَ شَاوِرۡهُمۡ فِى

الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ﴾

(آل عمران: ۱۵۹)

''تو اللہ ہی کی رحمت کے سبب آپ ﷺ ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے ساتھ نرم رہے اور اگر آپ ﷺ تند خو سخت مزاج ہوتے تو آپ ﷺ کے پاس سے منتشر ہو جاتے، پس آپ ان (صحابہ رضی اللہ عنہم) کو معاف کر دیجئے اور ان کے لیے استغفار کیجئے اور ان سے خاص خاص (اہم) باتوں میں (بدستور) مشورہ لیتے رہا کیجئے پھر جب آپ (ﷺ) رائے پختہ کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کریں۔ بلا شبہ اللہ ایسا بھروسہ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔''

بہر حال اس شوریٰ کے اجلاس میں ضلع خاکریز میں مقید عبدالحنان کے مجاہد ساتھیوں کو رہا کروانے کا فیصلہ کیا گیا کیونکہ دوسرے علاقے کے طالبان مجاہدین کو گرفتار کر کے یہاں بند کیا ہوا تھا، اس لیے ہماری ذمہ داری تھی کہ ہم ان کو رہائی دلوائیں، ویسے بھی اسلامی تعلیمات میں مجاہدین اور اسیروں کو رہا کروانے کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے۔ سب سے پہلے جیل جو کہ تھانہ کے ساتھ واقع ہے اس کو اور اس کے ملحقات اور اس کی حفاظتی نفری کی تفصیلی ریکی کرنے کے لیے ملاّ محمد قاسم، محمد ہاشم اور عبداللہ کو خاکریز روانہ کیا گیا۔

خاکریز شہر ایک پہاڑ کے ساتھ واقع ہے۔ جہاں سے شہر کا فضائی نظارہ بالکل صاف نظر آتا ہے، یہ پہاڑی سلسلہ خاکریز سے شروع ہو کر ہلمند کی جانب جاتا ہے۔ خاکریز اور چنار کے درمیان کوئی پہاڑ واقع نہیں ہے بلکہ یہ ریتلا اور پتھریلا علاقہ ہے اور اس کے اندر سے بہت سارے چھوٹے بڑے برساتی نالے گزرتے ہیں، جو کہ برف پگھلنے اور برسات کے موسم میں دریا کا منظر پیش کرتے ہیں۔

خاکریز شہر کی آبادی ۱۰ ہزار کے قریب ہے اور اس کے لوگوں کا زیادہ تر گزر بسر گلہ بانی پر ہے، خاکریز کے ساتھ واقع پہاڑ سے اس کا فضائی منظر واضح نظر آتا ہے اور کسی بھی غیر معمولی حرکت کو یہاں سے آسانی کے ساتھ نوٹ کیا جا سکتا ہے۔

ریکی کرنے والے ساتھیوں ملاّ محمد قاسم، محمد ہاشم اور عبداللہ نے شہر کے قریب پہنچ کر فیصلہ کیا کہ ایک ساتھی کو اس پہاڑ پر رہ کر شہر پر نظر رکھنی چاہیے اور کسی بھی غیر معمولی حرکت کا جائزہ لیتا رہے اس کے علاوہ اپنے وائرلیس سیٹ کے ذریعے چنار بستی میں موجود ذمہ دار حضرات سے رابطہ بھی رکھے۔ اس کام کے لیے ملاّ محمد قاسم کو پہاڑ پر متعین کر کے محمد ہاشم اور عبداللہ موٹر سائیکل پر سوار ہو کر شہر کی طرف روانہ ہو گئے، عبداللہ ایک برساتی نالے میں موٹر سائیکل سے گر کر زخمی ہو گیا، محمد ہاشم نے اس کو ایک شفا خانہ سے پٹی وغیرہ کروائی اور پورا دن شہر میں رہ کر ریکی مکمل کی اور شام کو واپس آ گئے، انہوں نے بتایا کہ شاہ آغا کے دربار کی جنوبی سمت میں تھانہ ہے، تھانہ ڈبل سٹوری عمارت میں واقع ہے باہر کی چار دیواری اور بلڈنگ کے درمیان میں ایک چھوٹا سا برآمدہ ہے اور عمارت کی چھت پر دو سپاہی پہرے کے لیے متعین ہیں جو کہ کلاشنکوفوں سے مسلح ہیں۔

تھانے کی عقبی جانب افغان نیشنل آرمی کا یونٹ ہے جس میں ۵۰ کے قریب اہلکار رہتے ہیں اور ان اہلکاروں کی ہی ڈیوٹی جیل کی حفاظت کے لیے لگتی ہے، تھانہ کی جنوب مغربی سمت میں ۲۰۰ میٹر تک پتھریلہ علاقہ ہے اس میں کوئی بلڈنگ واقع نہیں ہے، بلکہ یہاں پر بڑے بڑے پتھر ہیں جو کہ جنگ کے وقت مورچوں کا کام باآسانی دے سکتے ہیں اس سے آگے جیل کی چار دیواری شروع ہوتی ہے جو کہ ۱۵ فٹ تک اونچی ہے یہ ایک چھوٹی جیل ہے جس میں ۱۰۰ کے قریب قیدی رکھنے کی گنجائش ہے، اس کے حفاظتی گارڈ اور دوسرا عملہ تقریباً ۲۰ افراد پر مشتمل ہو گا اور باقی حفاظتی فورس تھانہ میں ٹھہرتی ہے اور اس جیل کو وزارت قانون اور جیل خانہ جات کا افسر کنٹرول کرتا ہے۔

محمد ہاشم اور عبداللہ نے یہ تمام تفصیلات ملاّ عبدالشکور اور قاری فیض اللہ صاحب کو بتائیں تو ملاّ عبدالشکور نے قاری فیض اللہ صاحب کی ہدایت پر ملاّ محمد قاسم کو وائرلیس پر ہدایت دیتے ہوئے کہا ''تم اسی جگہ پہاڑ پر ٹھہرو اور شہر پر کڑی نظر رکھو، کسی پولیس کے دستے یا افغان نیشنل آرمی یا صلیبی اتحادی فوج کے کسی کانوائے کی آمد کی فوراً اطلاع کرو۔ قاری فیض

اللہ صاحب نے اب تمام ساتھیوں کو جنگ کے لیے تیار ہونے کا حکم دیا اب ہمارے ساتھ جنگ پر جانے کے لیے۱۰۰ کے قریب طالبان مجاہدین تیار تھے۔

لوڑ والا ،چنار بستی اور تمبیل بستی کے کافی نوجوان ہمارے ہمراہ تھے اور جنگ پر جانے کے لیے تیار تھے اس لیے ان مقامی بستیوں کے لوگوں نے ہمیں تین گاڑیاں دینے کا بھی وعدہ کیا جن پر زیادہ سے زیادہ ۴۵ ساتھی سوار ہو سکتے تھے۔لیکن جنگ پر جانے کے لیے۱۰۰ کے قریب ساتھی تیار تھے اس لیے کچھ ساتھیوں نے رائے دی کہ ایک ٹریکٹر ٹرالی حاصل کر لی جائے اور یہ ساتھی اُس پر سوار ہو کر جنگ کے لیے ساتھ چلیں لیکن دشوار گزار پتھریلا اور ریتلا علاقہ ہونے کی وجہ سے اس کی (ٹریکٹر ٹرالی) کی رفتار کم ہوگی اور جنگ کے بعد یہ تیزی سے علاقہ بھی نہیں چھوڑ سکے گی اور امریکی طیاروں کی بمباری اور ہیلی کاپٹروں کی فائرنگ کا خطرہ ہے جس کی وجہ سے ٹرالی میں سوار مجاہدین کی جان مفت میں جانے کا خطرہ ہم مول نہیں لے سکتے اس لیے اس رائے کو رد کر دیا گیا۔

میں جب ازمرے کو عثمانیہ بستی چھوڑ کر واپس آیا تو چنار بستی میں طالبان کی گہما گہمی عروج پر تھی اور سب مجاہدین جنگ پر جانے کو تیار تھے، قاری فیض اللہ صاحب نے دستیاب گاڑیوں کے مطابق ۴۵ ساتھیوں کی خاکریز پر حملہ کرنے کے لیے تشکیل کی اور کمان ملاّ عبدالشکور اور ملاّ محمد عبدالحکیم (شاہ ولی کوٹ والے) کے سپرد کر دی، قاری صاحب نے ان ذمہ داروں کو ساتھیوں کے ساتھ اچھا رویہ اور ان کا خیال رکھنے کی تلقین کی اور کہا کہ ساتھیوں کی جان کا خیال ضرور رکھنا، کیونکہ اگر ایک ساتھی بھی ہماری لاپرواہی کی وجہ سے ضائع ہو گیا تو ہم عنداللہ اس کے جواب دہ ہوں گے، ان ہدایات کے بعد قاری صاحب نے مجاہدین کی کامیابی و کامرانی کے لیے ہاتھ ”ارحم الراحمین“ کے سامنے پھیلا دیئے اس کے ساتھ ہی سب ساتھی بھی اپنے ہاتھ اللہ کے حضور بلند کر کے اپنے گناہوں سے توبہ کر رہے تھے اور امت مسلمہ کی نشأۃ ثانیہ، اسیروں کی رہائی اور اپنی شہادت رب کی بارگاہ سے طلبگار تھے۔

جس منزل دشوار پہ اب دل کا گزر ہے
اک ایک قدم پر وہاں آتا ہے خدا یاد

یہ دعائیں بھی درحقیقت مجاہدین کا سب سے بڑا اور مؤثر ہتھیار ہیں اور ان کی کامیابی کا راز بھی اسی میں مضمر ہے اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔

الدعاء سلاح المومن وعماد الدين و نور السموٰت والارض.

(مستدرك حاكم ، كتاب الدعاء)

''دعا مومن کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون اور آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔''

بھیگی آنکھوں اور دل کی گہرائیوں کے ساتھ اللہ کے راستے کی اس دعا کا اثر ہمارے ایمان و یقین میں حیرت انگیز قوت پیدا کر رہا تھا۔ساتھی ملاّ عبدالشکور اور ملاّ عبدالحکیم کے گرد مسلح حالت میں کھڑے تھے جن میں سے ۳۵ کے پاس کلاشنکوف اور گولیوں سے بھری ہوئی چار چار میگزینیں تھیں اور آٹھ ساتھی زڑکئی سے مسلح تھے اس کے علاوہ دو مجاہدوں کے پاس راکٹ لانچر تھے اور ملاّ عبدالشکور ،ملاّ عبدالحکیم ،اور دیگر سات ساتھیوں کے پاس رابطے کے لیے آٹھ وائرلیس سیٹ بھی تھے، جس کو مجاہدین مخابرہ کہتے ہیں۔ راقم نے بھی اپنی گن (کلاشنکوف) کو گولیوں سے بھری میگزین چڑھائی، پوچ سینے پر باندھا جس میں تین میگزین، چار ہینڈ گرنیڈ اور ایک روسی ساختہ خنجر تھا، میں نے اپنا ہینڈی کیم ویڈیو کیمرہ بھی ساتھ لیا اور ملاّ عبدالشکور کے ساتھ جنگ پر جانے کے لیے تیار ہو گیا۔

جب یہ غازیوں ،مجاہدوں کا قافلہ سوئے منزل روانہ ہو رہا تھا تو ملاّ عبدالشکور نے حفاظتی تدبیر کے طور پر ساتھیوں کے لیے شپانم (نام شب) مقرر کر دیا، یہ ایک حفاظتی کوڈ ہوتا ہے جو کہ گوریلا کارروائی میں اپنے ساتھی اور دشمن کی پہچان کے لیے استعمال ہوتا ہے، شپانم کا استعمال عہد رسالت میں بھی ہوتا تھا اس کو پشتو میں شپانم اور عربی میں شعار کہتے ہیں۔

ایک موقع پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان بیتکم العدو فلیکن شعارکم حم لا ینصرون.

(مشکوٰۃ شریف،باب القتال فی الجھاد)

''اگر دشمن تم پر آج شب خون مارے،تو تمہارا شعار (شپانم) **حم لا ینصرون** ہوگا۔(جامع ترمذی فضائل جہاد)۔''

مشکوٰۃ شریف کی اسی باب میں ایک اور روایت ہے:

کان شعار المھاجرین ''عبداللہ'' وشعار الانصار ''عبدالرحمن''.

(سنن ابی داوٗد)

''(ایک موقع پر) مہاجرین کا شعار عبداللہ مقرر کیا گیا تھا اور انصار کا شعار عبدالرحمٰن۔

اسی باب میں حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد کے لیے گئے اور دشمن پر شب خون مارا آگے فرماتے ہیں کہ:

وکان شعار نا تلک اللیلۃ امت امت. (رواہ ابوداؤد)

''اور اس رات ہمارا شعار ''امت امت'' تھا۔''

ملاّ عبدالشکور نے حفاظتی تدبیر کے طور پر شپانم عبداللہ مقرر کیا تو روانہ ہونے سے پہلے میں نے کمانڈر عبدالشکور سے کہا ہمیں اینٹی ٹینک مائن (بارودی سرنگ) اور بارود بھی ساتھ لے جانا چاہیے تاکہ ہم مائن اور بارود لگا کر دشمن کا زیادہ سے زیادہ نقصان کرسکیں۔ میں نے مزید کہا ہم بارود اور مائن لگا کر تھانہ اور جیل کی عمارت کو منہدم کردیں گے تاکہ یہ صلیبی دوبارہ یہاں پر اپنا ٹھکانہ نہ کرسکیں اور نہ ہی طالبان مجاہدین کو یہاں لاکر ظلم وتشدد کا نشانہ بناسکیں۔ میری اس رائے سے کافی ساتھیوں نے اتفاق کیا لیکن ملاّ عبدالشکور نے گاڑیوں میں جگہ کم ہونے کی وجہ سے خطرناک بارودی میٹریل ساتھ لے جانے سے منع کردیا اور ساتھیوں کو بھی سختی سے منع کیا کہ کوئی اپنے ساتھ بارود نہ لے کر جائے، ہمارے ساتھیوں کو اس سے ناگواری

ہوئی جس کے آثار ان کے چہروں پر عیاں تھے، جب میں نے اس ناگواری کو محسوس کیا تو ساتھیوں کو سمجھایا کہ اطاعت امیر ایک عسکری اصول تو ہے ہی لیکن اس کے ساتھ ایک شرعی فریضہ بھی ہے، قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں اس کی بڑی تاکید آئی ہے:

﴿يَاۤأَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِي الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ﴾ (النساء: ٥٩)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں۔''

اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

ان امر علیکم عبد مجدع یقود کم بکتاب الله فاسمعوا له و اطیعوا. (صحیح مسلم ، کتاب الامارة)

متعدد احادیث میں امیر کی اہانت اور نافرمانی پر بڑی ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے، ایک حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے:

و من یطع الامیر فقد اطاعنی و من یعص فقد عصانی.

(صحیح المسلم)

''جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔''

ایک اور حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے:

علی المرء المسلم السمع و الطاعة فیما احب و کرہ الا ان یومر بمعصیة فان امر بمعصیة فلا سمع و لا طاعة.

(صحیح المسلم)

''مردِ مسلم پر (امیر کی) اطاعت فرض ہے، ہر معاملہ میں خواہ وہ اسے پسند ہو یا نہ ناپسند، مگر یہ کہ اسے (امیر کی طرف سے) کسی گناہ کا حکم دیا جائے، پس اگر اسے

گناہ کا حکم دیا جائے تو اس میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔''

رات کے نو بجے ساتھی گاڑیوں میں سوار ہوئے، میں نے بھی اپنی گن سنبھالی اور ملاّ عبدالشکور اور ملاّ سردار کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو گیا، چاند اپنے جوبن پر تھا اور چہار سو چاندنی بکھیر رہا تھا، تین گاڑیوں میں سوار غازیوں اور مجاہدوں کا یہ قافلہ خاکریز کی جانب عازمِ سفر تھا، کچھ دیر گاڑیوں کی لائٹیں جلائے رکھنے کے بعد باقی سفر لائٹوں کے بغیر ہی جاری رہا، ہمارا قافلہ آہستہ آہستہ خاکریز کی جانب بڑھ رہا تھا سب سے آگے والی گاڑی میں کمانڈر ملاّ عبدالشکور، راقم اور ملاّ سردار سوار تھے اور سب سے آخری گاڑی میں کمانڈر ملاّ عبدالحکیم صاحب اپنے ساتھیوں سمیت سوار تھے کچے راستے، ریتلہ علاقہ، بغیر لائٹوں کے سفر اور رات کی وجہ سے ہم کئی مرتبہ راستے سے بھٹک گئے، چنار بستی سے خاکریز پہنچنے تک ہمیں ساڑھے چار گھنٹے لگ گئے اب ہم اس کہسار کے قریب پہنچ گئے جس کے ساتھ خاکریز شہر آباد ہے اور اسی کہسار پر ہم نے ملاّ محمد قاسم کو نگرانی کے لیے متعین کیا تھا۔

ہم نے راستے پر گاڑیاں روک کر ملاّ محمد قاسم کو بلایا، ملاّ محمد قاسم نے ہمیں اطمینان بخش معلومات فراہم کیں ہم نے ملاّ محمد قاسم کو ساتھ لیا اور شہر کی جانب روانہ ہو گئے، شہر سے پہلے ایک برساتی نالہ میں ہم نے گاڑیوں کو روکا اور ایک سائیڈ پر کھڑا کر دیا اور ملاّ محمد قاسم کو گاڑیوں کے ساتھ چھوڑ دیا اور اسے وائرلیس پر رابطہ رکھنے کی ہدایت کی۔ یہاں ساتھی دو گروپوں میں تقسیم ہو گئے، ایک گروپ ملاّ عبدالحکیم کی کمان میں مشرق سے شہر میں داخل ہو گا اور جیل کو نشانہ بنائے گا جبکہ دوسرا گروپ کمانڈر ملاّ عبدالشکور کی قیادت میں شمال کی جانب سے شہر میں داخل ہو گا اور تھانہ کو نشانہ بنائے گا اور آگے کا سفر پیدل طے کرے گا اور آپس میں مخابرہ (وائرلیس سیٹ) پر رابطہ رکھے گا بہر حال ملاّ عبدالحکیم اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوئے تو تھوڑی دیر بعد ہم بھی روانہ ہو گئے جب ہم برساتی نالہ سے باہر نکلے تو سامنے ایک پرائمری سکول تھا اس میں نصب ایک دستی پمپ سے ہم نے پانی نکالا اور سب ساتھیوں کو پلایا، جس وقت ہم شہر میں داخل ہو رہے تھے اس وقت گھڑیاں اڑھائی بجا رہیں تھیں، شہر کی

سڑکیں سنسان اور آبادی پر سناٹا طاری تھا، راستے میں ہمیں نہ کوئی عام آدمی ملا اور نہ ہی ڈیوٹی پر مامور کوئی پولیس اہلکار، ہم بڑے سکون اور اطمینان سے آگے بڑھ رہے تھے وہ ایک پر کیف منظر تھا، سب ساتھیوں کے چہرے جہادی نور سے چمک رہے تھے اور چاند کی چاندنی اس نور کو بڑھانے کی جستجو میں تھی، کسی کو نہ مستقبل کی فکر اور نہ ماضی کا دھڑکا، اس کیفیت کا تصور بھی دنیا میں ممکن نہیں انتہائی امن ومسرت کی حالت میں بھی جب ہوش وحواس باقی ہوں ہر شخص کو نجانے کتنے غم اور تفکرات دامن گیر ہوتے ہیں مگر یہ میدانِ جہاد کی برکت تھی کہ ہر ساتھی پر عجیب سا اطمینان اور سکون چھایا ہوا تھا، زندگی میں اس کی مثال یاد نہیں، میں نے اپنے ذہن پر زور دیا تو یاد آیا کہ قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ رب العزت نے اہلِ جنت کے لیے عجیب وغریب نعمت کا ذکر کیا ہے۔

﴿لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

''ان کو نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

کچھ یہی کیفیت ہمیں جنت کے اس مختصر ترین راستے یعنی جہاد بالقتال میں محسوس ہو رہی تھی، بہر حال ہم تقریباً پندرہ منٹ کی پیدل مسافت طے کرنے کے بعد اپنے ہدف کے سامنے پہنچ گئے، ہمارے سامنے ہی تھانہ کی عمارت تھی جس کو ہم نے نشانہ بنانا تھا، چاندنی رات میں ہم نے تھانے کی چھت پر کھڑے مستعد پہرے دار کو دیکھا جو کہ کلاشنکوف سے مسلح تھا، میں ابھی حالات کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ میرے پہلو میں کھڑے ساتھی نے بلند آواز سے قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ تلاوت کی:

﴿وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۝﴾ (یٰس : ۹)

''اور بنادی ہم نے ایک آڑ ان کے سامنے اور ایک آڑ ان کے پیچھے اور اوپر سے ان کو ڈھانک دیا پس انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔''

میں بھی اس آیت مبارکہ کا ورد کرنے لگا یہ دشمن کی نگاہوں سے بچنے کا ایک مجرب عمل

ہے، جہاد کے ہر موقع کی مناسبت سے مجاہدین کو خوب دعائیں یاد ہوتی ہیں۔ میں نے اس آیت مبارکہ کا ورد کرتے ہوئے پہرے دار کی طرف دیکھا تو اسے اپنی جانب ہی متوجہ پایا، میں فوراً دیوار کی اوٹ میں ہو گیا اور اس سے پہرے دار کے متعلق ساتھیوں کو بھی آگاہ کیا، یہ دیوار شاہ آغا کے مزار کی تھی، جس کی اونچائی تقریباً ۴ فٹ کے برابر ہے، میں نے دیوار کے اوپر سے دربار کے احاطے کے اندر جھانک کر دیکھا تو اس کے سبزہ زار میں کافی تعداد میں مرد وخواتین اور بچے سو رہے تھے۔

میں نے سوچا اگر جنگ شروع ہو گئی تو یہ بے گناہ عوام گولیوں کی زد میں آ جائے گی اور ان میں سے کئی اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے اس لیے میں نے ان کو آہستہ آہستہ آوازیں دے کر خطرے سے متنبہ کرنا چاہا، میں نے انہیں کہا یہاں خطرہ ہے اور جنگ ہونے والی ہے، آپ دربار کے اندر چلے جائیں جب لوگوں نے ہر طرف مسلح لوگوں کو دیکھا تو خواتین اور بچوں نے چیخ و پکار شروع کر دی اور فوراً دربار کے اندرونی احاطے میں چلے گئے، دربار میں شور وغل پیدا ہونے کی وجہ سے تھانہ کی چھت پر متعین پہرے دار بوکھلا گیا اور اس نے فوراً دریش پکارا، (دریش پشتو کا لفظ ہے جس کے معنیٰ رکنا کے ہیں، یہ پولیس اور فوج کے لوگ مشتبہ لوگوں کو روکنے کے لیے استعمال کرتے ہیں) جیسے ہی پہرے دار نے دریش پکارا اور پوچھا تم کون ہو اور اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی تو اسے تھانہ کا محاصرہ کیے ہوئے مسلح طالبان نظر آئے جو کہ اس کے کرتوتوں اور صلیبی افواج سے تعاون اور اسلام دشمنی کا بھیانک انجام تھا۔

اسی دوران ملاّ عبدالحکیم کے ساتھیوں نے وائرلیس سیٹ (مخابرہ) پر جیل کے مقابل پہنچ جانے کی اطلاع دی، اب وہ لمحے پہنچ چکے تھے جس کی گزشتہ دو ماہ سے تیاری کی جا رہی تھی، راقم نے اپنی گن کو لوڈ کیا اور ویڈیو کیمرہ آن کیا، جب ملاّ عبدالشکور نے ساتھیوں کو حملہ کرنے کا حکم دیا تو ساتھیوں نے فائرنگ شروع کر دی اور پہرے دار سمیت تمام عملہ اندر ہی دبک کر بیٹھ گیا، دوسرے گروپ نے بھی فائرنگ کی آواز سنتے ہی جیل پر چڑھائی کر دی، اب ہر طرف

سے زبردست فائرنگ کی آوازیں فضا میں ارتعاش پیدا کررہی تھیں اور آر، پی، جی سیون کے راکٹ زوردار دھماکوں سے پھٹ رہے تھے، جن سے خاکریز کا کہسار لرز رہا تھا اور شہر کے درو دیوار گونج رہے تھے اور میں رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد گرامی کی مہک محسوس کر رہا تھا اور گولوں اور فائرنگ کی اس ''چھاؤں'' میں آنحضرت ﷺ کی یہ بشارت یاد آئی تو کیف و نشاط کا کچھ اور ہی عالم ہو گیا تھا۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ.

(صحيح مسلم، كتاب الجهاد)

''اور جان لو جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے۔''

ہمارے مخالف سمت سے کوئی زیادہ مزاحمت نہیں ہو رہی تھی، تھانہ کا ہم نے مکمل محاصرہ کر رکھا تھا اور اس کا عملہ اندر مقید تھا، جب ہم تھانہ کی عمارت کے قریب گئے تو ہمارے ساتھی ۲۰ منٹ فائرنگ کرنے کے بعد رک گئے لیکن ہمارا ایک ساتھی حاجی محمد تھانہ کی چھت پر فائرنگ کر رہا تھا، میں نے حاجی محمد سے پوچھا کہ فائرنگ کیوں کر رہے ہو تو اس نے کہا کہ تھانہ کی چھت پر دو پولیس اہلکار ہیں جو دیوار کے اوپر سے بار بار دیکھتے ہیں، میں نے حاجی محمد کو منع کر دیا کہ وہ اب فائرنگ ہرگز نہ کرے، راقم نے خود نشانہ لیا اور جیسے ہی پولیس اہلکار نے دیوار کے اوپر سے دیکھا میں نے فوراً فائر کر دیا جو کہ ٹھیک نشانہ پر لگا اور گولی اس کے سر کو چیرتی ہوئی گزر گئی وہ سپاہی اچھل کر پیچھے گرا اور دوبارہ نہ اٹھ سکا، اب دوسرے اہلکار نے دوسری جگہ سے سر نکالا تو اس کا بھی وہی حشر ہوا، پھر ہم نے تھانہ والوں کو تسلیم (سرنڈر) ہونے کا کہا لیکن وہ کچھ نہ بولے، جب دوسری مرتبہ للکارنے پر جواب نہ آیا تو میں نے گرنیڈ کی پن نکالی اور اسے تھانہ کے اندر اچھال دیا جس کے بعد ایک زوردار دھماکہ ہوا اور پھر ہر طرف خاموشی چھا گئی، اسی طرح ہمارا دوسرا گروپ جو کہ کمانڈر ملاّ عبدالحکیم کی کمان میں جیل پر حملہ آور تھا ان کو بالکل کسی بھی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا کیونکہ جیل کا عملہ موقع کی نزاکت بھانپ کر جیل کے خفیہ راستے سے فرار ہونے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

ساتھی جیل کا آہنی گیٹ توڑ کر اندر داخل ہوئے تو جیل میں قید طالبان نے زبردست نعرہ بازی کی، اتنی دیر میں ہم بھی وہاں پہنچ چکے تھے ہم نے جیل کے تالے توڑ کر مقید ساتھیوں کو آزاد کرنا شروع کر دیا جن کو مختلف اوقات میں مختلف جگہوں سے گرفتار کر کے یہاں قید کیا گیا تھا، ان قیدی ساتھیوں میں زیادہ ساتھی طالبان کمانڈر ملاّ عبدالحنان کے تھے، ہم نے جیل کی تفصیلی تلاشی لی جیل کا عملہ مکمل طور پر فرار ہو چکا تھا، جیل کی ڈیوڑھی کی چھت پر اینٹی ائیر کرافٹ گن نصب تھی جس کو ہم نے ناکارہ کر دیا، قیدیوں کو چھڑانے تک ہم نے وہاں پر ایک گھنٹہ کارروائی کی، تھانہ والوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر ہم واپس گاڑیوں کی جانب بڑھے، اس دوران میں بہت خوش تھا کہ میں نے قیدی مجاہدین کو چھڑانے کی سعادت حاصل کی جن کی احادیث مبارکہ میں بڑی فضیلت آئی ہے۔

چوکی کا محاصرہ:

خاکریز جیل پر کارروائی کرنے کے بعد ہم بڑے اطمینان کے ساتھ پیدل شہر سے نکلے، اب ہمارے سامنے شہر کا آخری حصہ تھا، اس سے آگے برساتی نالے میں ہم نے ملاّ محمد قاسم کی نگرانی میں گاڑیاں کھڑی کی ہوئیں تھیں، ہم بڑے اطمینان وسکون اور بے فکری سے چلے آ رہے تھے کہ یکا یک ایک زوردار آواز ''دریش'' نے ہمیں متوجہ کیا اور یہ آواز دوبارہ گونجی اور اس نے ہم سے شپانم پوچھا ہم نے سمجھا یہ ہمارے ساتھی ہوں گے جو ہم سے پہلے پہنچ گئے یا جو گاڑیوں کے پاس ٹھہرے تھے، ہم نے اسے شپانم کے جواب میں ''عبداللہ'' کہا۔ عبداللہ ہم شپانم مقرر کر کے روانہ ہوئے لیکن جیسے ہی ہم نے عبداللہ شپانم کے جواب میں کہا تو گولیوں کے ساتھ زبردست فائرنگ شروع ہو گئی۔ یہ ایک خاکریز پولیس کی چوکی تھی، جب ہم روانہ ہوئے تو یہ چوکی والے سو رہے تھے جس کی وجہ سے کوئی مشکل پیش نہ آئی، خاکریز کارروائی سے سارا شہر گونج رہا تھا تو یہ بھی گھبراہٹ کا شکار تھے، چوکی کے سامنے ایک پختہ کنکریٹ کا بنا ہوا مورچہ تھا، جس سے فائرنگ کی جا رہی تھی ابھی ساتھی سنبھل بھی نہ پائے تھے کہ ایک پولیس اہلکار نے مورچے سے آر پی جی سیون راکٹ داغا جو کہ ہمارے دو ساتھیوں ملاّ سردار

اور ولی محمد کے درمیان سے گزرا جس کے پر لگنے کی وجہ سے دونوں معمولی زخمی ہوئے، یہ دونوں ساتھی زمین پر گر پڑے اور راکٹ کسی اور ساتھی کو نقصان پہنچائے بغیر چٹان سے ٹکرایا اور زوردار دھماکہ سے پھٹ گیا۔ہم نے بھی جوابی فائر کھول دیا، ساتھی پتھروں کی آڑ لے کر فائر کر رہے تھے، سامنے سے آنے والی گولیاں ہمارے دائیں بائیں سے گزر رہی تھیں اسی دوران ایک گولی میری کلاشنکوف کے کلینک راڈ کو توڑتے ہوئے گزر گئی اور ملاّ عبدالشکور نے ہمیں چوکی کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا، ساتھیوں نے آہستہ آہستہ چوکی کو تین اطراف سے گھیرے میں لے لیا، اسی دوران اچانک فائرنگ رک گئی کیونکہ دشمن نے ہماری زیادہ تعداد دیکھ کر فرار ہونے میں ہی عافیت سمجھی، یہ پولیس اہلکار کنکریٹ کے اس مورچے کے عقب سے فرار ہو گئے، جب ہم نے چوکی اور مورچے کی تلاشی لی تو وہاں پر ایک چٹائی اور بھاگتے ہوئے چھوڑے گئے جوتوں کے سوا ہم نے کچھ نہ پایا، ساتھیوں نے محاصرہ اٹھایا اور اپنی گاڑیوں کی طرف روانہ ہو گئے۔جب ہم گاڑیوں کے پاس پہنچ گئے تو ساتھیوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر تسلی کی اور سب ایک دوسرے سے خیریت دریافت کرنے لگے کہ کوئی ساتھی کسی گولی کی زد میں آ کر زخمی تو نہیں ہو گیا، جب ساتھیوں کی گنتی مکمل ہو گئی تو سب ساتھی گاڑیوں میں سوار ہو کر واپسی کے لیے روانہ ہو گئے۔

واپسی کا سفر اور ازمرے کی عیادت:

اب ہم جلدی سے یہ علاقہ چھوڑ کر محفوظ مقام کی طرف جانا چاہتے تھے کیونکہ کسی بھی وقت صلیبی اتحادی طیارے بمباری کر سکتے تھے اور امریکی ہیلی کاپٹر اور ڈرون طیاروں کی بھی آمد کا خطرہ تھا، ملاّ عبدالحکیم نے اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ڈرائیوروں کو جلدی سے نکلنے اور تیزی سے سفر کرنے کا حکم دیا، اس وقت چار بجنے والے تھے اور چاند اپنا منہ بادلوں کے پیچھے چھپا چکا تھا۔تیزی سے سفر کے باعث کچا راستہ اور تاریکی ہونے کی وجہ سے تینوں گاڑیاں منتشر ہو گئیں، ہمارا ڈرائیور بھی راستہ کا صحیح اندازہ نہ کر سکا اور کافی دور تک غلط سمت میں نکل گیا، ہم خاکریز سے کافی دور تھے اور فجر کی نماز کا وقت نکلنے میں تقریباً بیس منٹ باقی

تھے روشنی بھی کافی پھیل چکی تھی، میں نے ملاّ عبدالشکور کو نماز فجر کی ادائیگی کی طرف متوجہ کیا۔ایک ساتھی نے اجازت لے کر تیمّم کیا اور فجر کی اذان دی۔

یہ نغمۂ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

ساتھیوں نے گاڑی کو ایک بڑے جنگلی درخت کے نیچے کھڑا کیا اور نماز پڑھنے کی جگہ بنائی، سب ساتھیوں نے تیمّم کر کے با جماعت فجر کی نماز ادا کی، اب چہار سو روشنی پھیل چکی تھی، ہم نے دوبارہ صحیح راستہ پر سفر شروع کیا تو ساڑھے آٹھ بجے کے قریب عثمانیہ بستی پہنچ گئے، ملاّ عبدالشکور، راقم، دو اور ساتھی ہمارے ساتھ ازمرے کی عیادت کے لیے عثمانیہ بستی اتر گئے باقی ساتھی چنار چلے گئے، ہم نے یہاں ازمرے کی عیادت کی اور باقی ساتھیوں سے بھی ملاقات ہوئی، ازمرے کے زخم کافی حد تک ٹھیک ہو گئے لیکن جلے ہوئے حصے پر زخم باقی تھے لیکن اس کی آنکھیں ابھی سورج کی روشنی میں دیکھنے کے قابل نہیں تھیں۔ڈاکٹر نے اسی لیے ازمرے کو سورج کی روشنی میں باہر نکلنے سے منع کیا تھا اور شدید ضرورت کے وقت سورج کی روشنی میں باہر نکلنے کے لیے سیاہ چشمہ استعمال کرنے کی ہدایت کر رکھی تھی۔ میں نے ازمرے سے اس کا حال احوال معلوم کیا اور اسے گزشتہ رات ہونے والی کارروائی کے متعلق آگاہ کیا، ازمرے طالبان ساتھیوں کی رہائی پر بہت خوش ہوا لیکن اس کے ساتھ ساتھ حسرت کا اظہار کرنے لگا کہ کاش وہ بھی اس کارروائی میں شریک ہوتا اور اپنے ساتھیوں کو رہا کروانے کی سعادت حاصل کرتا۔ملاّ عبدالشکور نے ازمرے کو تسلی دی کہ ان شاء اللہ وہ جلد ٹھیک ہو جائے گا اور اللہ اس کو جلد ہی کسی اور کارروائی میں صلیبی افواج اور ان کے حمایتی ٹولے کے خلاف جہاد میں شرکت کی سعادت نصیب فرمائے گا ملاّ عبد الشکور نے ازمرے کو مزید تسلی دیتے ہوئے کہا کہ تمہارا اللہ کے راستے میں زخمی ہونا بھی ایک بڑی سعادت ہے، اس کی بھی قرآن وحدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔

ازمرے......مہاجر اور مجاہد

وسط ایشیائی ریاستوں کے حالات اور راسخ ایمان مسلمانوں کی حالت زار:

ازمرے ایک بڑے خاندان کا چشم و چراغ تھا، اس کا والد ایک مالدار آدمی ہے جس کا وسیع کاروبار اور زرعی فارم بھی ہیں، ازمرے کا اصل نام جمشید تاجکی ہے، ازمرے تاجکستان کے دارالحکومت میں پیدا ہوا، ذہین وفطین ازمرے نے ایف، اے تک تعلیم اعلیٰ نمبروں سے حاصل کی، ازمرے شروع سے ہی آزاد منش اور اسلامی تعلیمات سے محبت رکھنے والا نوجوان تھا، سوشلسٹ انقلاب نے جو کہ روس میں زارشاہی کا تختہ الٹ کر ۱۹۱۷ء میں برپا کیا گیا تھا، جو خود ظلم و درندگی کی ایسی لرزہ خیز داستان تھی جس کے سامنے زار شاہی کی ظلم وستم کی داستانیں بھی ماند پڑ گئی تھیں، روسی کیمونسٹوں نے جن اسلامی ریاستوں کو تاراج کیا ان میں دھوکہ بازی، انتہا درجہ کی خونخواری کو ہی سب سے بڑی حکمت عملی کے طور پر کلیدی حیثیت حاصل رہی۔

روسی سامراج نے مقبوضہ اسلامی خطوں پر جو ظلم کی سیاہ رات مسلّط کی اس کی تاریکی میں کیمونسٹوں نے مسلمانوں کا عربی اور فارسی رسم الخط بھی تبدیل کر کے ان مسلمانوں کا رشتہ اپنے شاندار ماضی، اسلامی روایات سے کاٹنے کی بھونڈی کوشش کی۔نسلی بنیادوں پر ٹکڑے کر کے ان کی سرحدیں تبدیل کر دی گئیں، ڈاک اور مواصلاتی رابطے بھی منقطع کر کے بقیہ عالم اسلام اور آزاد دنیا سے بری طرح کاٹ کر رکھ دیا گیا اور عالم اسلام کی موجودہ نسل کو ان مسلمانوں میں سے بہت سوں کے نام تک کی خبر نہ رہی بلکہ ان کی خبر کا کھوج لگانا بھی ناممکن تھا۔ 1990ء کی دہائی کے ابتداء میں جب یہ ریاستیں جن کی تعداد 29 ہے سوویت یونین کے تسلط سے آزاد ہوئیں جن میں 5 ممالک ماوراء النہر (وسط ایشیا) 13 قفقاز (کوہ قاف) کے علاقے میں ہیں اور باقی 11 ممالک ایشیاء کے دوسرے خطوں اور یورپ میں واقع ہیں۔

وسط ایشیاء کی آزاد ہونے والی ریاستیں

①۔ازبکستان:

اس کا دارالحکومت تاشقند ہے مسلم آبادی کی شرح 88% اور مشہور شہر سمرقند، بخارا اور فرغانہ ترمذ ہیں۔

②۔تاجکستان:

اس کا دارلحکومت دوشنبہ ہے اور مسلم آبادی کی شرح 98% ہے۔

③۔ترکمانستان:

اس کا دارالحکومت اشک آباد ہے اور مسلم آبادی کی شرح 90% ہے۔اس کا مشہور شہر مرو ہے، جوکہ تاریخ اسلامی کی مایہ ناز شخصیت محدث اعظم امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد خاص اور مجاہد فی سبیل اللہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا مولد و مسکن ہے۔

④۔قازقستان:

اس کا دارالحکومت الما تا ہے اور مسلم آبادی کی شرح 98% فیصد ہے۔

⑤۔قرغیزستان:

اس کا درالحکومت فرونز ہے اور مسلم آبادی کی شرح 91% فیصد ہے۔

اس علاقہ کو ماوراء النہر کا علاقہ کہا جاتا ہے یہ عربی لفظ ہے، جس کے معنی دریا کے اُس پار کے ہیں، کیونکہ یہ علاقہ دریاے آمو کے پار واقع ہے اور دریائے آمو کا پرانا نام جیحون تھا اور روسی تسلط سے پہلے ان پانچ ریاستوں کا مجموعہ مغربی ترکستان کہلاتا تھا۔

جبکہ مشرقی ترکستان جس کا نام سنکیانگ رکھ دیا گیا ہے جو کیمونسٹ چین کے زیر تسلط ہے، اسی مشرقی ترکستان کے قدیم مشہور شہر کاشغر اور ختن ہیں اور دارالحکومت ''ارومچی'' ہے اب یہ چین کا سب سے بڑا صوبہ شمار ہوتا ہے اس کو حجاج بن یوسف کے زمانہ میں مشہور اسلامی جرنیل قتیبہ بن مسلم باہلی نے فتح کیا تھا۔ یہاں پر آباد مسلمانوں کی بھاری تعداد ترکی

نسل سے تعلق رکھتی ہے، یہاں پر مسلم آبادی کی شرح 90% فیصد ہے جو کہ کیمونسٹ چینی اقتدار کے ظلم کا شکار ہے جو کہ بہت زیادہ کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں اور انسانی حقوق کے علمبردار اور چین اور یورپی تنظیموں کے منہ پر زناٹے دار طمانچہ بھی۔ مسلمان تنظیموں اور میڈیا کے نمائندوں کو ان مجبور و مقہور مسلمانوں کی مدد کرنی چاہیے اگر اس کو بھی شمار کیا جائے تو کیمونسٹ اقتدار کی ہوس کا شکار ہونے والا یہ 30 تیسواں ملک ہے اور اسی دورنگی اور انتہا درجہ کی خونخواری کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں۔

یہ علم ، یہ حکمت ، یہ تدبر، یہ حکومت
پیتے ہیں لہو ، دیتے ہیں تعلیم مساوات

جب افغان جہاد کی بدولت ان ریاستوں کو روسی تسلط سے آزادی ملی تو ان ریاستوں کے لوگوں کی خوشی دیدنی تھی، مصائب و آلام کی تاریک رات گزر جانے پر یہ لوگ خوش تھے کہ اب سحر ہونے کو ہے۔

وسط ایشیاء کے مسلمانوں کا خیال تھا کہ سالوں سے معاشرے میں چھائی ہوئی مہیب خاموشی ختم ہوگی اور فضا میں اذان کی دلکش آواز گونجا کرے گی۔ آزاد ہونے والے مسلمانوں کا خیال تھا اب دھوکہ باز اور اللہ کا انکار کرنے والے خونخوار روسی حکمرانوں کی جگہ پر نیک صالح اور خداترس حکمران ہوں گے اور وہ آسانی کے ساتھ اسلامی تعلیمات پر عمل کرسکیں گے لیکن ان ریاستوں کی عوام پر اُس وقت اوس پڑ گئی جب ان نوآباد ریاستوں کا اقتدار روسی خفیہ ایجنسی K.G.B کے خفیہ اہلکاروں کو منتقل کر دیا گیا اور تمام ریاستوں کو رشین فیڈریشن کا حصّہ قرار دے کر خارجہ پالیسی ، دفاع اور کرنسی پر روس نے اپنا غاصبانہ قبضہ برقرار رکھا۔

ضرورت اس امر کی تھی کہ آزادی کے بعد ان ریاستوں کے حالات بدلتے، کیمونسٹوں اور کیمونزم کو دیس نکالا دیا جاتا اور اسلامی قوانین نافذ کیے جاتے لیکن ان ریاستوں کے حالات بالکل نہ بدلے۔

☆ ظالم روس کے زمانہ میں قرآن کی اشاعت اور تعلیم پر پابندی نافذ تھی جو کہ اب بھی

برقرار ہے۔

☆ ظالم روس کے زمانہ میں بھی نماز ادا کرنے پر پابندی تھی جو کہ آزادی کے بعد بھی برقرار ہے۔

☆ ظالم روس کے زمانہ میں اللہ کا نام لینے والے کو روحانی مجرم قرار دے کر سائبریا کے سرد جہنم میں پھینک دیا جاتا تھا یہ ظلم آزادی کے بعد بھی برقرار ہے۔

☆ ظالم روس نے اذان دینے پر پابندی لگائی تھی جو کہ آزادی کے بعد بھی برقرار ہے۔

☆ ظالم روس نے مساجد کو کلبوں، اصطبلوں اور تفریح گاہوں میں تبدیل کر دیا۔ آزادی کے بعد ان کو دوبارہ مساجد بنانے کی بجائے اصطبلوں اور کلبوں کی صورت میں برقرار رکھا گیا۔

☆ ظالم روس کے زمانہ میں عربی اور فارسی رسم الخط پر پابندی تھی، آزادی کے بعد بھی عربی اور فارسی رسم الخط پر پابندی برقرار ہے اور روسی رسم الخط رائج ہے۔

☆ ظالم روس کے زمانہ میں حج اور اسلامی عبادات پر پابندی تھی اور آزادی کے بعد بھی یہ پابندی برقرار ہے۔

☆ ظالم روس کے زمانہ میں زنا عام تھا اور آزادی کے بعد بھی زنا کی منڈیاں حکومتی سرپرستی میں قائم ہیں اور زنا نہ کرنے والی عفت مآب خواتین سے جبری زنا کیا جاتا ہے۔

☆ ظالم روس کے زمانہ میں شراب عام تھی، پینے اور بیچنے پر کوئی پابندی نہ تھی آزادی کے بعد بھی شراب عام اور شراب خانے حکومتی سرپرستی میں قائم ہیں۔

☆ ظالم روس کے زمانہ میں بچوں کی پرورش ماں کی بجائے روسی مدرز کرتی تھیں اور ان کو خنزیرنی کا دودھ پلاتی تھیں آزادی کے بعد بھی یہ صورت حال برقرار ہے۔

☆ ظالم روس کے زمانہ میں بچوں کی تربیت کیمونسٹ ٹیچرز کرتی تھیں آزادی کے بعد بھی ماں اپنے بچے کی اسلامی خطوط پر تربیت نہیں کرسکتی ہے اگر کوئی ماں اس کی جرأت کرے اور حکومتی اہلکاروں کو اس کی اطلاع مل جائے تو ایسی عورت کا مقدر سائبیریا کا

سرد خانہ جہنم بن جاتا ہے۔

☆ ظالم روس کے زمانہ میں کیمونسٹ روسی حکمران تھے اور آزادی کے بعد K.G.B روسی خفیہ ایجنسی کے اہلکار حکمران ہیں اور ازبکستان سب سے بڑی آزاد ہونے والی اسلامی ریاست ہے اس کا حکمران اسلام کریموف KGB کا ایجنٹ ہونے کے ساتھ ساتھ کٹر یہودی بھی ہے اور اس کا اصل نام اسحٰق ہے۔

یہ وہ حالات ہیں جن کی بنا پر ازمرے جیسے حساس نوجوان اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس کرتے تھے کیونکہ بظاہر آزاد ہونے کے باوجود روسی کیمونزم ہی عملی طور پر نافذ ہے اور اس جدید میڈیا اور تیز ترین رپورٹنگ کے زمانہ میں بھی صحافت اور میڈیا کی کوریج اور جدید ذرائع (انٹرنیٹ) وغیرہ پر پابندی لگا کر ان ریاستوں کے مکینوں پر ایسا دبیز آہنی خول چڑھا دیا گیا تھا کہ اندر کی آواز باہر اور باہر کی آواز اندر نہیں آسکتی۔ ایسے میں ان مسلمان ریاستوں کے مسلمان شہریوں پر نجانے کیا بیتی کہ یہاں کے مسلمانوں نے دوبارہ مجبور ہو کر مسلح جدوجہد کا آغاز کیا جس کی تاجکستان میں قیادت عبداللہ نوری اور ازبکستان میں قاری طاہر یلدوشیف کر رہے تھے، جب ازبکستان کے یہودی حکمران اسلام کریموف نے ظلم و جبر کی انتہاء کر دی تو ازبک مجاہدین نے تاجکستان اور ازبکستان کی سرحد پر واقع پہاڑوں میں پناہ لی اور افغانستان میں احمد شاہ مسعود کے زیر اثر تخار اور چہار آسیاب میں اپنے مراکز قائم کیے۔ ازبکستان اور تاجکستان میں حکومتی مفادات پر اپنی عسکری کارروائیاں جاری رکھیں۔ جس نے ازبکستان اور تاجکستان کے حکومتی ایوانوں میں لرزہ پیدا کر دیا اور سیکورٹی اہلکاروں کو ناکوں چنے چبوائے، ازمرے نے اسی زمانہ میں ہجرت کی اور تاجکستان کے پہاڑوں میں مقیم مجاہدین کی صفوں میں شامل ہو گیا۔

اس کے بعد ازمرے جمعہ خان نمنگانی کے خصوصی دستے میں شامل ہو کر KGB کے ان ایجنٹوں کے خلاف نبرد آزما رہا، امیر المجاہدین حضرت مولانا کمانڈر عبد الجبار حفظہ اللہ نے بھی اس جہاد میں شرکت کے لیے تاجکستان کا سفر کیا نیز اس تحریک میں پاکستانی جہادی تنظیم حرکۃ الجہاد اسلامی کے مایہ ناز کمانڈر ہدایت اللہ اور کمانڈر منصور کراچوی نے حصہ لیا اور کافی عرصہ ازبک

مجاہدین کے ساتھ مل کر جہاد میں سرگرم عمل رہے۔

اس تحریک کو اُس وقت زبردست دھچکا لگا جب تاجکستان کے حکمرانوں نے منافقت اور مذاکرات کا جال عبداللہ نوری پر پھینکا ، عبداللہ نوری اُس میں پھنس گیا اور عبداللہ نوری تاجکستان کی KGB کی ایجنٹ حکومت کے سامنے تسلیم ہوگیا جس نے ان کو اقتدار میں حصہ کا لالچ دیے رکھا ، اسی دوران احمد شاہ مسعود نے مجاہدین سے غداری کرتے ہوئے تخار چہار آسیاب میں قائم ان کے مراکز بند کر دیئے یہ ایک کڑا وقت تھا، مجاہدین کی اللہ تعالیٰ نے دستگیری فرمائی اور وہ لسانیات کو چھوڑ کر اسلام کی بنیاد پر متحد ہو گئے اور قاری طاہر یلدوشیف کو اپنا امیر بنالیا اور کمانڈر جمعہ خان نمنگانی کو اپنا جنگی کمانڈر مقرر کیا اور اپنی جنگی کارروائیاں جاری رکھیں ۔

احمد شاہ مسعود کی غداری کی وجہ:

احمد شاہ مسعود کی مجاہدین کے ساتھ غداری کی وجہ یہ تھی کہ روس کی تاریخی اور عبرتناک شکست کے بعد افغانستان خانہ جنگی اور انارکی کا شکار تھا ، گلبدین حکمت یار شیعہ تنظیم حزب وحدت کے ساتھ ملکر تخت کابل پر قبضہ کرنے کے لیے پر تول رہا تھا۔لیکن عملاً حزب وحدت کے جنگجو ازبک لیڈر عبدالرشید دوستم کا ساتھ دے رہے تھے اور گلبدین حکمت یار کنڑ، وردگ، سروبی ،لغمان ،ننگرھار اور چہار آسیاب تک محدود تھا۔

تاجک لیڈر پرفیسر برہان الدین ربانی اور احمد شاہ مسعود نے شمال مشرقی علاقوں کا کنٹرول سنبھال لیا تھا اور ملک کے باقی حصوں پر وار لارڈ کا کنٹرول تھا جن میں اسماعیل تورن ، قاری بابا، قابل ذکر ہیں ۔

اور افغانستان میں ان لوگوں کے وفاداروں کے درمیان تصادم ہو رہا تھا اور خون بے گناہ افغان عوام کا بہہ رہا تھا حالانکہ افغان عوام نے ان لیڈروں کی سر براہی میں سویت یونین کے خلاف جہاد اسلام اور نفاذ اسلام کے لیے کیا تھا اور آج وہی افغانستان کی دھرتی پر ان لیڈدروں کی اپنی انانیت کا شکار ہوکر ظلم و جبر کی چکی میں پس رہے تھے۔

افغانستان کے ان خون آشام حالات میں طالبان کے نام سے ایک گروہ منظر عام پر آیا، یہ مدارس کے طلباء کرام تھے، جنہوں نے پاکستان کے مدارس سے بھی کسب فیض حاصل کیا تھا ان کے سربراہ ملاّ محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ تھے۔

طالبان کا نعرہ ان وارلارڈ کو اقتدار سے ہٹانا اور امن کا قیام اور نفاذ شریعت تھا۔ اکتوبر ۱۹۹۴ء میں طالبان نے قندھار سے وارلارڈ کو ہٹا کر اس کا کنٹرول سنبھالا اور فوراً شریعت نافذ کر دی اور شہر میں مثالی امن قائم کر دیا، جس کی وجہ سے طالبان کی عوامی حمایت میں بہت زیادہ اضافہ ہوا، طالبان نے ۱۹۹۵ء تک ہلمند، نیمروز، اورزگان، فراہ، ہرات تک ان تمام صوبوں پر قبضہ کر لیا۔

ابھی تک طالبان کی احمد شاہ مسعود سے کوئی براہ راست جنگ نہیں ہوئی تھی لیکن احمد شاہ مسعود نے مستقبل کے حالات کو بھانپتے ہوئے اور موجودہ حالات کے تناظر میں جب یہ دیکھا کہ طالبان صرف شریعت کا نعرہ ہی نہیں لگاتے بلکہ عملاً شریعت نافذ کر بھی رہے ہیں اور تمام مخلص ملکی اور غیر ملکی مجاہدین کا تعاون بھی طالبان کو حاصل ہے اور نفاذ شریعت کی راہ میں طالبان کسی رکاوٹ کو برداشت نہیں کرتے خواہ وہ سابق دور میں کتنا بڑا جہادی کمانڈر ہی کیوں نہ ہو۔ اس صورت میں احمد شاہ مسعود کو شریعت کے نام پر افغان عوام سے مذاق اور اپنا اقتدار ڈوبتا ہوا نظر آیا تو اس نے فرانس اور روس کی KGB کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کے لیے ازبک تاجک اور پاکستانی مجاہدین سے غداری کی اور ان کے مراکز کو بند کر دیا۔ پاکستانی مجاہدین جو کہ ازبکستان اور تاجکستان میں جہاد کے لیے گئے تھے جن کے سربراہ امیر المجاہدین حضرت مولانا کمانڈر عبدالجبار صاحب حفظہ اللہ تھے اُن کو طالقان میں احمد شاہ مسعود نے روک لیا اور ان کو واپس بھیجنے سے پہلے احمد شاہ مسعود نے گمراہ کن پروپیگنڈا کیا اور کہا کہ جنوبی افغانستان میں ایک شرپسندوں کا گروہ آج کل نمودار ہوا ہے جو کہ اپنے آپ کو طالبان کہتے ہیں ان کا حقیقی طالبان (مدارس کے طلباء) سے کوئی تعلق نہیں ہے، تم ان کا ساتھ نہ دینا۔

چند روز کے بعد امیر المجاہدین حضرت مولانا کمانڈر عبدالجبار حفظہ اللہ کو واپسی کی راہ ملی اور

انہوں نے قندھار آ کر اس کی تصدیق کی تو ان کو حقیقی طالبان اور نفاذ شریعت میں مخلص پایا۔ جہاں طالبان کی حکومت تھی وہاں اسلام نافذ بھی تھا اور امن بھی مکمل طور پر تھا۔ چنانچہ مکمل تسلی کرنے کے بعد حضرت مولانا کمانڈر عبد الجبار نے امیر المومنین ملاّ محمد عمر مجاہد کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی اور اسی وجہ سے پاکستانی مجاہدین نے طالبان کا بھر پور ساتھ دینے کا اعلان کیا، اسی دوران مولانا جلال الدین حقانی حفظہ اللہ نے اپنے زیر کنٹرول علاقے پکتیا، پکتیکا خوست اور لوگر بغیر کسی مزاحمت کے طالبان کے حوالے کر دیئے اور خود بھی طالبان میں شامل ہو کر آخر تک ان کے وفادار رہے اور رہیں گے (ان شاء اللہ)۔

طالبان نے ۱۹۹۶ء میں کابل کا کنٹرول سنبھالا اور کابل سے تمام وارلارڈ کا خاتمہ کر دیا اور افغانستان کا نام امارت اسلامیہ افغانستان اور طالبان کے سپریم لیڈر ملاّ محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ کو امیر المومنین نامزد کر دیا گیا۔ اس کے بعد طالبان کی تمام تر معرکہ آرائی احمد شاہ مسعود کے ساتھ ہوئی اور ۲۰۰۱ء میں امریکی جارحیت تک طالبان افغانستان کے ۹۷ فیصد علاقے کا کنٹرول سنبھال چکے تھے اور احمد شاہ مسعود پنجشیر میں محصور ہو چکا تھا جو کہ امریکی جارحیت سے چند روز قبل ایک فدائی حملے میں مارا گیا۔

عبداللہ نوری کو غداری کے باوجود اقتدار میں حصہ نہ ملا اور نہ KGB کے ایجنٹ حکمران اس پر اعتبار کرتے تھے اور غداری کے باعث مجاہدین نے بھی اس کی طرف توجہ نہ دی چنانچہ اس نے ایران فرار ہونے میں ہی عافیت سمجھی۔

نہ خداہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اور اگر توبہ بھی نہ کی تو اسی کو کہتے ہیں:

﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ﴾ (الحج: ۱۱)

''دنیا اور آخرت کا خسارہ۔''

مجاہدین نے قاری طاہر یلدوشیف اور کمانڈر جمعہ خان نمنگانی شہید رحمہ اللہ کی قیادت

میں ازبکستان اور تاجکستان کے خلاف کارروائیاں جاری رکھیں۔ ازمرے بھی ان کے ساتھ شریک جہاد رہا، تاجکستان کی حکومت نے عسکری کارروائیوں کے بعد دوبارہ تنگ آ کر مجاہدین سے مذاکرات کیے، اس وقت ازبک مجاہدین نے بھی صحیح صورت حال کا جائزہ لے کر مذاکرات کو جاری رکھا۔

اسی دوران قندوز طالبان فتح کر چکے تھے اور طالبان کے ازبک مجاہدین کے ساتھ روابط قائم ہو چکے تھے، قاری صاحب نے حضرت امیر المومنین ملاّ محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ سے بات کرنے کے بعد تاجکستان کی حکومت سے تاجکستان چھوڑنے کا پر امن معاہدہ کیا جس میں تاجک حکومت مجاہدین کو افغانستان کے شہر قندوز تک محفوظ راہ داری فراہم کرنے پر آمادہ ہوگئی۔

جب یہ ازبک مجاہدین قندور پہنچے تو ملاّ داد اللہ شہید رحمہ اللہ، ملاّ محمد فضل اخوند ملاّ برادر اور ملاّ عبدالشکور نے ازبک بھائیوں کا بھرپور استقبال کیا اور افغانستان کے مختلف شہروں میں حضرت امیر المومنین کی ہدایت کے مطابق آباد کاری کی، کچھ ہی عرصہ کے بعد حضرت امیر المومنین نے غیر ملکی طالبان مجاہدین کے اجلاس میں تمام غیر ملکی (ازبک، تاجک، پاکستانی، عرب، افریقی) مجاہدین کا امیر کمانڈر جمعہ خان نمنگانی اور ان کا نائب کمانڈر ملاّ عبد الجبار اخوند حفظہ اللہ کے دیرینہ ساتھی سپریم کمانڈر بھائی عمر فاروق حفظہ اللہ کو نامزد کر دیا، کمانڈر جمعہ خان نمنگانی شہید رحمہ اللہ 2001ء میں امریکی حملہ کے بعد جب طالبان پسپا ہوئے تو مزار شریف میں امریکی بمباری سے شہید ہو گئے۔

ازمرے تاجکستان سے ہجرت کر کے افغانستان آ گیا تو اس کی چھپی ہوئی صلاحیتوں کا اظہار ہونے لگا ازمرے طالبان کے لشکر میں شامل ہو کر قندوز، تخار اور فرخار تک داد شجاعت دینے لگا۔ ازمرے کی شجاعت و بہادری کے گواہ بگرام کے مورچے اور قرہ باغ کے محاذ بھی ہیں، کئی معرکوں میں ازمرے ازبک مجاہدین کا ساتھ دے چکا تھا اور اس کی جنگی صلاحیتوں پر کمانڈر جمعہ خان نمنگانی رحمہ اللہ اور دوسرے کمانڈر بھرپور اعتماد کرتے تھے۔

اسی دوران صلیبی افواج نے افغانستان پر حملہ کر دیا اور طالبان نے حکومت چھوڑنے کا

فیصلہ کیا تو ازمرے نے واپس جانے کی بجائے میدان جہاد میں آگے بڑھ کر صلیبیوں کے خلاف کارروائیاں کرنے کا فیصلہ کیا، پھر ازمرے پکتیکا، گردیز، غزنی پکتیا اور خوست میں داد شجاعت دینے لگا، جب وزیرستان میں پاکستانی حکومت کی ایما پر پاکستانی اہلکار مجاہدین کے خلاف کارروائیان کرنے لگے تو کفر کے حمایتی جتھے کے خلاف بھی ازمرے میدان میں آ گیا۔

ازمرے ایک دن مائن کے بلاسٹ ہونے کی وجہ سے زخمی حالت میں میرے سامنے تھا، میں نے اس کو والدین سے رابطہ کرنے اور بہن بھائیوں سے ملاقات کرنے کا کہا اور مشورہ دیا کہ وہ کچھ عرصہ اپنے رشتہ داروں کے درمیان گزار آئے تو ازمرے پر جوش انداز اور بڑی بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

☆ کیا افغانستان آزاد ہو گیا؟

☆ کیا میرے وطن (تاجکستان) اور دوسری ریاستوں میں اسلام نافذ ہو گیا؟

☆ کیا میری اسلامی ماؤں بہنوں کو جنہیں اسلام اور مسلمان ہونے کے جرم میں شہید کیا گیا انکا انتقام لے لیا گیا؟

☆ کیا میرے اسیر بھائیوں کو رہائی مل گئی جو کفر کی قید میں ہیں؟

☆ کیا یہود و ہنود اور نصاری کے قبضہ سے اسلامی مما لک آزاد ہو گئے؟

☆ کیا امت مسلمہ کو اپنا کھویا ہوا مقام مل گیا؟

نہیں اور یقیناً نہیں تو ازمرے واپس نہیں جائے گا، آزادی اور حدود اللہ کا نفاذ دیکھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے گا، یا اپنی گردن کا گرم لہو نفاذ اسلام کی اس تحریک میں انڈیل دے گا۔

ازمرے کی یہ جرأت، بہادری دیکھ کر میں اس کی عظمت اور بڑائی کا قائل ہو گیا اور سمجھ گیا کہ یہ عزیمت کے ایسے بلند مقام پر فائز ہے جسے دیکھنے کے لیے انسان کے سر کی پگڑی

زمین پر آ گرتی ہے اور ہمالیہ کو اپنی بلندی پر ندامت کا احساس ہوتا ہے۔

ازمرے کی جرأت اور اس کا سنگلاخ چٹانوں کو پگھلا دینے والا جذبہ دیکھ کر میں سوچنے لگا کہ مجاہدین کو ان ریاستوں کی (ماضی قریب) کی تاریخ کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے کیونکہ اس وقت معرکہ خیر وشر اور حق و باطل عروج پر ہے اور اس سے معلوم ہو گا کہ کفر نے مسلمانوں کی کن کن کمزوریوں سے فائدہ اٹھایا اور کن کن حیلہ بازیوں سے انہیں تباہ کرنے میں کامیاب ہوا۔

ایک وہ وقت تھا کہ جب تاریخ اسلام کی عہد ساز شخصیتوں کا مسکن ومولد یہی ریاستیں تھیں اور اس مردم خیز خطے میں جلیل القدر مفسرین، مایہ ناز محدثین، فقہائے امت، نابغہ روز متکلمین، مایہ ناز مسلم سائنسدان وحکماء، مشہور عالم سیاسی رہنما فوجی جرنیل اور بابرکت اولیاء اللہ پیدا ہوئے۔ ہر فن اور میدان زندگی میں اس علاقے کی مشہور عالم شخصیات کی فہرست اتنی طویل ہے کہ اس موضوع پر کئی ایک تصنیفات لکھی جا چکی ہیں۔

تاہم یہاں کی شخصیات کا اندازہ ان مثالوں سے ہوگا۔

☆ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ جو حدیث وفقہ کے مشہور امام ومجتہد ہیں اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہی مجلس شوریٰ کے رکن اور شاگرد خاص بھی تھے ان کا وطن ہونے کا شرف ترکمانستان کے مشہور شہر مرو کو حاصل ہوا۔

☆ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ صحیح البخاری کے مؤلف ازبکستان کے شہر بخارا میں پیدا ہوئے اور ان کا مزار بھی سمرقند کے پاس خرتنگ نامی قصبے میں ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ مؤلف صحیح المسلم کے استاد محمد بن عبداللہ قہزاد بھی اسی مرو کے مایہ ناز فرزند ہیں۔

☆ امام ترمذی رحمہ اللہ جن کا مجموعہ احادیث ''جامع الترمذی'' کے نام سے معروف ہے کا وطن بھی ازبکستان کا شہر ''ترمذ'' ہے جو کہ دریائے آمو کے شمالی کنارے پر افغانستان کے بالکل قریب واقع ہے۔

☆ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ کے مؤلف علامہ مرغینانی رحمۃ اللہ فقہ حنفی کی دوسری کتاب "البدائع والصنائع" کے مصنف امام الکاسانی رحمۃ اللہ جیسے باریک بین حنفی علماء کرام اور فقہائے زمانہ بھی اسی خاک ازبکستان سے اٹھے تھے۔

☆ ابونصر الفارابی اور ابن سینا حکماء فلاسفہ اور الغ بیگ جیسے ماہرین فن ہیئت وفلکیات بھی اسی سرزمین سے اٹھے اور دنیا علم وفن پر چھا گئے۔

روسی کیمونسٹوں کے غاصبانہ اور جابرانہ قبضے کے بعد اسلام اور مسلمانوں کو مٹادینے کی پوری کوشش کی گئی، روس اور ان کے ایجنٹ بھیڑیے بن کر ان علاقوں پر ٹوٹ پڑے، قرآن مجید کی طباعت اشاعت اور تعلیم کو بند کرنے اور اللہ کا نام لینے والے مسلمانوں کو روحانی مجرم قرادے کر سائبیریا کے سرد برفیلے جہنم میں پھینک دینے تک وہ کونسا ظلم کا حربہ ہے جو ان پر نہیں آزمایا گیا۔لیکن آفرین ہے ان مجبور ومقہور مسلمانوں کے ایمان راسخ پر کہ کفر وشرک اور ظلم وجبر کی اس اندھیر نگری میں بھی انہوں نے شمع اسلام کو ایک لمحے کے لیے بھی نہ بجھنے دیا، وہ چھپ چھپ کر خود نمازیں ادا کرتے اور اپنے بچوں کو سکھاتے، قرآن مجید کے نسخے انہوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر محفوظ کیے تھے۔زندہ بچ جانے والے علماء ربانین نے خفیہ طور پر تدریس کا سلسلہ جاری رکھا، جس کی بدولت آج علماء بھی موجود ہیں اور مجاہدین بھی اور عوام کی بڑی تعداد نماز، روزہ اور اسلامی تعلیمات کی پابند ہے اور یہ اسی سعی مسلسل کا تسلسل ہے کہ اسی مجبور اور مقہور قوم کا نوجوان ازمرے آج جرنیل بن کر تحریک اسلامی طالبان میں شامل ہے۔

اپنا تن من دھن اور بھرپور جوانی راہ خدا میں لٹانے کا عزم رکھتا ہے، دنیا اور دنیا داری کو لات مار چکا ہے اور اپنے عزم پیہم سے دنیا کو بتا رہا ہے کہ

مٹ نہیں سکتا کبھی مرد مسلمان کہ ہے
اس کی اذانوں سے فاش سر کلیم خلیل

خاکریز انتظامیہ کا طالبان سے معاہدہ:

ہم نے میزبان ملاّ عبدالراحمٰن کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا اور ملاّ عبدالشکور، میں اور دیگر دو اور ساتھی جو کہ ازمرے کی عیادت کے لیے عثمانیہ بستی رک گئے تھے، ساری رات کے مشکل سفر سے کافی تھک چکے تھے۔ تھکاوٹ نے ہمیں جلد ہی بستر کی راہ دکھائی اور لیٹتے ہی نیند آ گئی۔ ہمارے میزبان نے ہمیں نماز ظہر سے قبل جگایا جس نے ہمارے لیے کپڑوں کا انتظام پہلے ہی سے کر رکھا تھا، ہم نے نہا کر کپڑے تبدیل کیے اور ملاّ عبدالرحمٰن کے مہمان خانہ میں ہی نماز ظہر ادا کی۔

نماز ظہر کے بعد ملاّ عبدالشکور دو ساتھیوں سمیت چنار چلے گئے اور میں ازمرے کے پاس عثمانیہ بستی ہی رک گیا، اگلے دن نماز فجر کے بعد ناشتہ کیا، ناشتہ کے بعد میں نے ملاّ عبدالشکور سے وائرلیس پر رابطہ کیا سلام دعا کے بعد ملاّ عبدالشکور نے بتایا کہ خاکریز انتظامیہ نے صلح کرنے کا پیغام بھیجا ہے انہوں نے اطلاع دی کہ خاکریز انتظامیہ طالبان مجاہدین کی گزشتہ رات جیل توڑنے کی کارروائی سے سخت گھبراہٹ کا شکار ہے، افغان نیشنل آرمی (ANA) اور صلیبی اتحادی افواج کی جانب سے بروقت امداد نہ ملنے پر اپنی جان کے تحفظ کے لیے طالبان سے معاہدہ کرنے کے لیے چنار بستی میں ہم (ملاّ عبدالشکور) کو پیغام بھیجا ہے۔

ملاّ عبدالشکور نے مزید بتایا کہ وہ معاہدے کی تفصیلات اور شرائط کے متعلق معاملات کی اجازت لینے کے لیے قاری فیض اللہ عمومی امیر طالبان کے پاس سوڑسک جا رہا ہے۔

طالبان کی شرائط یہ ہیں:

1: ماہانہ رقم کی فراہمی۔

2: طالبان مجاہدین کو محفوظ راہ گزر دینا۔

3: اسلحہ اور مائن کی فراہمی

4: غیر ملکی مجاہدین کا تحفظ اور پناہ فراہم کرنا

5: امریکی اور اتحادی افواج کی آمد پر بروقت خبر مہیا کرنا
6: جاسوسی کرنے والے افراد کی معلومات دینا
7: آپریشن کے وقت طالبان کو پہلے آگاہ کرنا۔

خاکریز انتظامیہ کے ذمے ہے۔ ملاّ عبدالشکور نے مزید کہا ان شرائط پر معاہدہ ہو جانے کا قوی امکان ہے اور خاکریز انتظامیہ کو جانی تحفظ اور کارروائی نہ کرنے کا عندیہ دے دیا جائے گا۔

راقم شام کو مغرب کی نماز سے قبل چنار بستی پہنچ گیا تو خاکریز انتظامیہ کے نمائندے ملاّ عبدالشکور اور دوسری طالبان قیادت سے مذاکرات کرنے میں مصروف تھے اور انتظامیہ سے معاملات طے کر رہے تھے، نماز مغرب کے وقت ملاّ عبدالشکور باہر تشریف لائے اور سب ساتھیوں کو معاہدہ طے ہو جانے کی خوشخبری سنائی اور ساتھیوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا اس طرح خاکریز ضلع (والسوالی) مجاہدین کی کامیاب کارروائیوں اور بہترین حکمت عملی کے باعث صلیبی اتحادی افواج سے پاک ہو گیا اور انتظامیہ ضلع خاکریز طالبان کی دست نگر بن کر رہنے لگی۔

سوڑسک مجاہدین کے مرکز میں

کینیڈین آرمی کے خلاف کارروائیوں کے لیے تشکیل:

ضلع خاکریز میں طالبان اور خاکریز انتظامیہ کے درمیان معاہدہ ہو گیا جس میں انہوں نے گزشتہ شرائط پر طالبان سے تحفظ جان کا معاہدہ کیا اس لیے ان کے خلاف کارروائی اُس وقت تک نہیں ہو سکتی تھی جب تک وہ (خاکریز انتظامیہ) اس معاہدہ کی خلاف ورزی نہ کرے۔ تمام طالبان ساتھی معاہدہ ہو جانے کی وجہ سے بہت خوش تھے کہ اب طالبان علاقے میں کھل کر آمد و رفت جاری رکھ سکیں گے۔

صلیبی اتحادی افواج نے ضلع خاکریز کا میدانی ریتلا علاقہ ہوتے ہوئے اور اس کی زمینی ساخت نامناسب ہونے کی وجہ سے اپنا کیمپ خاکریز ضلع کی حدود میں نہیں بنایا تھا، ضلع

خاکریز میں وہ اپنا کام خاکریز پولیس اور افغان نیشنل آرمی (ANA) سے لیتے تھے اور بوقت ضرورت صلیبی افواج خود کارروائی کرتی تھیں۔ اس سے طالبان بھی ضلع خاکریز میں تیاری پوزیشن میں رہتے تھے لیکن معاہدے کے بعد صورت حال تبدیل ہو چکی تھی، خاکریز انتظامیہ طالبان سے معاہدہ کی پابند تھی اور صلیبیوں کے آپریشن کی پہلے سے اطلاع طالبان کو فراہم کرنا ان کے (خاکریز انتظامیہ) کے معاہدہ میں شامل تھی۔ اس لیے ضلع خاکریز میں طالبان کی زیادہ قوت رکھنا مناسب نہیں تھا۔ اس بنا پر قاری فیض اللہ صاحب نے چنار میں رابطہ کر کے مجھے اور ملاّ عبدالشکور کو اپنے پاس مجاہدین کے مرکز سوڑسک بلا لیا۔

جب ہم سوڑسک پہنچے تو وہاں پر ملاّ عبدالحکیم اور مولوی باز محمد، بھی موجود تھے اور کافی تعداد میں مجاہدین بھی جمع تھے جو کہ خاکریز معاہدہ پر بڑے خوش تھے اور خوشی سے بے تحاشا نعرے لگا رہے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے بہت بڑا جشن منایا جا رہا ہو افغانستان کے ان سنگلاخ پہاڑوں میں شاہین صفت مجاہدین کی خوشی دیدنی تھی جو کہ ایک بڑا جذباتی منظر پیش کر رہی تھی اور ان ہی مجاہدین غازیوں کے لیے علامہ اقبال مرحوم نے کہا ہے۔

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

جب ہم سوڑسک پہنچے تو ساڑھے دس بج رہے تھے قاری فیض اللہ، ملاّ عبدالحکیم اور مولوی باز محمد آئندہ کی حکمت عملی پر غور و فکر کر رہے تھے، ان کے ساتھ ملاّ عبدالشکور بھی شریک مشورہ ہو گئے قاری صاحب نے آئندہ کی تشکیلات اور دوسرے اہم فیصلہ جات کیے۔ اجلاس نماز ظہر سے قبل ختم ہو گیا جس میں عبدالرحمٰن، شیخ عثمان اور خلیفہ بھائی کی تشکیل شاہ ولی کوٹ کے علاقہ شین میں کر دی گئی، ہماری معاونت رہائش اور اسلحہ وغیرہ کی فراہمی کے لیے ملاّ سردار کو بھی ہمارے ساتھ کر دیا گیا ہمارے ذمہ کینیڈین فوج کے خلاف کارروائیاں کرنا تھیں

جنہوں نے گنبد نامی بستی میں اپنا کیمپ بنا رکھا تھا اور اب ہمیں کینیڈین فوج کے راستوں میں بارودی سرنگیں بچھانا تھیں تا کہ انہیں زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا سکیں۔

باقی ستّر ساتھیوں کی تشکیل قاری صاحب نے شین والسوالی پر حملہ کرنے کے لیے کردی جس میں ملاّ عبد الشکور مولوی باز محمد، ملاّ عبدالحکیم بھی میں شریک ہوں گے اور اس لشکر کی قیادت قاری فیض اللہ صاحب خود کریں گے۔

سوڑسک......اوراس کی وجہ تسمیہ:

سوڑسک میں مجاہدین کا یہ مرکز آبادی سے تھوڑا باہر چند کشادہ اور سرسبز و شاداب پہاڑی ٹیلوں کے درمیان واقع ہے یہاں پر بڑے بڑے پتھر ہیں جس کی وجہ سے طالبان مجاہدین اس علاقہ کو اپنے مرکز کے طور پر بھی استعمال کرتے تھے تا کہ پتھروں کے درمیان لڑنا کسی مشکل وقت میں آسان ہو، اس علاقے کے گرد قدرے چھوٹے پہاڑ ہیں جو کہ ایک حصار بنائے ہوئے ہیں، یہاں پر چھوٹے چھوٹے چشمے ہیں جو کہ ان پہاڑوں کے درمیان میں خوب صورت نظارہ پیش کرتے ہیں اور ان پہاڑوں پر مختلف قسم کے پھل دار درخت ہیں جن میں انجیر، بادام اور پھولوں کے پودوں کو دیکھ کر زبان پر بے ساختہ جاری ہوجاتا ہے۔

﴿فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ﴾ (المؤمنون: ١٤)

اور جب بارشیں ہوتی ہیں یا برف پگھلتی ہے تو پہاڑوں سے آنے والا پانی ایک بڑے نالے میں جمع ہو جاتا ہے جو ایک دریا کا منظر پیش کرتا ہے جس کا نظارہ بڑا دلکش ہوتا ہے، یہ ایک خوب صورت علاقہ ہے جس میں پانی وافر مقدار میں موجود ہے جس کے باعث مختلف جگہ پر آٹھ دس کے قریب دیہات آباد ہیں اور کسی دیہات کا خاص نام نہ تھا بلکہ سب ہی شیلے کے نام سے معروف تھے۔

جب ہم قاری فیض اللہ صاحب کے پاس پہنچے تو ہماری تواضع لسی اور مکئی کی روٹی سے کی گئی، میں لسی کے بارے میں تو جانتا تھا کہ اس کو پشتو میں شڑمبے کہتے ہیں لیکن مکئی کی روٹی کے بارے میں میزبان سے سوال کیا تو اُس نے کہا اس کو سوڑسک کہتے ہیں۔

اردگرد کی بستیوں کے نام نہ ہونے کی وجہ سے جس بستی میں بھی جاؤ اس کو شیلے ہی کہا جاتا تھا میں نے پہچان کے لیے بعض ساتھیوں کے پوچھنے پر اس بستی کا نام شیلے کی بجائے کوڈ کے طور پر سوڑسک (مکئی کی روٹی) رکھ دیا اور اس کے بعد مخابرے پر یہی کوڈ مشہور ہو گیا اور طالبان نے بھی اس کوڈ کو بہت زیادہ پسند کیا اور قاری فیض اللہ صاحب کے پاس طالبان کی آمدورفت کے باعث طالبان میں یہ نام جلد ہی مشہور ہو گیا اور طالبان میں اس علاقے کی پہچان کے لیے نام سوڑسک کی صدا دور دور تک سنائی دینے لگی جب علاقے کے لوگوں کو اس نام کے متعلق معلوم ہوا تو انہوں نے بھی اس کو پسند کیا اور اس بستی کو سوڑسک کہنے لگے، اس طرح یہ نام سوڑسک ہر خاص و عام کی زبان پر چڑھ گیا۔

شین کی جانب روانگی:

تشکیل کے بعد عبدالرحمٰن، شیخ عثمان اور خلیفہ بھائی ملّا سردار کے ساتھ کلے بارک زئی چلے گئے کیونکہ مائن اور اس سے متعلقہ سامان فراہم کرنا ملّا سردار کے ذمہ تھا اس لیے یہ تینوں ساتھی ملّا سردار کے ساتھ مائن (بارودی سرنگ) ریموٹ کنٹرول وغیرہ لینے کے لیے کلے بارک زئی چلے گئے اور طے پایا کہ دو دن بعد خرتوت گلاب خان کے ہاں ملاقات ہو گی۔

میں اپنا ضروری سامان لینے کے لیے سوڑسک سے لوڑ والا بستی آ گیا، میں نے اپنا سامان، ہینڈی کیم، ویڈیو کیمرہ، GPS کمپاس، روسی ساختہ خنجر، پوچ بمعہ چار عدد میگزین اور دو گرینڈ سنبھالے اور اُسی شام لوڑ والا سے خرتوت گلاب خان کے پاس پہنچ گیا، مجھے خرتوت گلاب خان کے پاس پہنچنے میں بالکل پریشانی نہیں ہوئی کیونکہ میں چھ روز قبل ازمرے کے ساتھ گلاب خان کے پاس آ چکا تھا اور جب ازمرے مائن نصب کرتے ہوئے زخمی ہوا تو یہی گلاب خان ازمرے کو موٹر سائیکل پر بیٹھا کر واپس لایا تھا۔

جب میں خرتوت پہنچا تو عشاء کا وقت قریب تھا گلاب خان اپنے بچوں میں بیٹھا ہوا تھا، موٹر سائیکل کی آواز سن کر باہر آیا اور بڑی گرمجوشی کے ساتھ مجھے ملا اور مجھے اپنے باغ میں بنائے ہوئے مہمان خانہ میں لے گیا اس کے باغ میں انجیر بادام اور انار وغیرہ کے درخت تھے۔

گلاب خان ملاّ عبدالشکور کا خاص آدمی تھا اور دو اضلاع شاہ ولی کوٹ اور خاکریز کے بارڈر پر رہائش پذیر تھا اس لیے ہم نے طے کیا تھا عبدالرحمٰن، شیخ عثمان اور خلیفہ بھائی ملاّ سردار کیساتھ گلاب خان کے پاس پہنچ جائیں گے اور مائن (بارودی سرنگ) ریموٹ کنٹرول، ڈیٹونیٹر ٹائیمر اور باقی مائن نصب کرنے والا سامان بھی لے کر آئیں گے، یہ دو دن میں نے گلاب خان کے مہمان خانہ میں ہی گزارے جو کہ تلاوت، پانچ وقتی نماز اور اگلے حالات پر غور وفکر میں گزارے یا گلاب خان کے ساتھ اس کے باغ کے اردگرد کاشت کی ہوئی پوست کی فصل کی دیکھ بھال میں، دو روز کے بعد عبدالرحمٰن، شیخ عثمان، خلیفہ بھائی اور ملاّ سردار مائن (بارودی سرنگ) اور اس سے متعلقہ سامان لے کر آ گئے۔

ہم نے ایک موٹر سائیکل پر مائن اور اس سے متعلقہ سامان باندھا اور خلیفہ بھائی کے حوالے کر دیا اور اسے شین روانہ ہونے کا کہا، ملاّ سردار کے ساتھ عبدالرحمٰن اور میرے ساتھ شیخ عثمان سوار ہوئے اور خلیفہ بھائی کے روانہ ہونے کے تھوڑی دیر بعد ہم بھی شین بستی کی جانب روانہ ہو گئے، راستہ میں ہم نے ملاّ عبدالرحمٰن کے گھر سے مزید سامان اٹھایا اور ایک گھنٹہ میں دشوار گزار اور مشکل سفر طے کرنے کے بعد شین بستی میں پہنچ گئے، شین بستی میں ٹھہرنے کا بندوبست موسیٰ خان کے گھر تھا۔ ہم نے موسیٰ خان کو بارودی سرنگیں اور اس سے متعلقہ سامان کو اچھے طریقے سے محفوظ کرنے کا کہا اور تینوں موٹر سائیکلز بھی اس کے حوالے کر دیں، ہم نے دوپہر کا کھانا موسیٰ خان کے گھر کھایا اور قیلولہ کیا، جب نیند کے بعد آنکھ کھلی تو اذان کی دلکش آواز ظہر کا مژدہ سنا رہی تھی، بستی کا کوئی مؤذن دل کی گہرائی سے اذان دے رہا تھا۔

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان کا وجود
ہوتی ہے بندہ مومن کی اذان سے پیدا

نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد ملاّ سردار نے اس علاقے میں موجود اپنے دو ساتھیوں سے رابطہ کیا اور انہیں اپنے پاس شین بستی آنے کو کہا۔ شین ضلع شاہ ولی کوٹ میں واقعہ ایک بڑا قصبہ ہے جس کے ایک طرف سنگلاخ پہاڑ ہیں، جن پر کانٹے دار جھاڑیوں اور آنکھوں کو خوش

کر دینے والے بادام کے درخت ہیں ، اسی شین کے دوسری جانب سرسبز شاداب کھیت اور باغات کا وسیع سلسلہ کافی دور تک پھیلا ہوا ہے اور پہاڑی ندیوں اور چشموں سے آنے والے پانی کی بھی یہاں کمی نہیں۔

یہاں لہلہاتی کھیتیاں اور سرسبز باغات اسی پانی سے سیراب ہوتے ہیں اور قطاروں میں کھڑے بلند و بالا سدابہار درخت نجانے کتنے بہادروں دینی غیرت وحمیت اور جاہ وجلال کے پیکروں کی شہادت دے رہے تھے اور تحریک اسلامی کے روح رواں حضرت امیر المومنین حفظہ اللہ کے دست راست ملاّ محبّ اللہ اخوندزادہ کی داستانیں حافظے میں سنائی دینے لگیں۔

دل کو تڑپاتی ہے اب تک گرمی محفل کی یاد
مل چکا حاصل ، مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد

ملاّ محبّ اللہ اخوندزدہ اسی مردم خیز علاقہ شین کے رہنے والے ہیں انہوں نے چار سال شجاعت و بہادری کے ساتھ انہی محاذوں پر گزارے اس کے بعد حضرت امیر المومنین ملاّ محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ کی خصوصی ہدایت پر شبرغان صوبہ کے گورنر نامزد ہوئے اور ۲۰۰۱ء میں صلیبی افواج کی جارحیت اور درندگی کے دوران پسپائی میں شبرغان سے صلیبی کارندوں نے گرفتار کر لیا پہلے شبرغان جیل میں اسیر رہے اور اس کے بعد استقامت کے ساتھ کیوبا کے بدنام زمانہ گوانتاناموبے کے عقوبت خانے میں تین سال گزارنے کے بعد حال ہی میں رہا ہوئے اور ان کا بھائی ابھی بھی قندھار ائیر پورٹ کے تفتیشی مرکز میں زیر حراست ہے۔

ملاّ عبدالحکیم بھی اسی علاقے کی ایک مایہ ناز شخصیت ہیں، ملاّ عبدالحکیم بہت بڑے عالم اور محدث ہیں اور ان کو علم الفقہ پر بھی مکمل عبور حاصل ہے اور افغانستان کے چوٹی کے علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے اور وہ اپنا ایک بڑا حلقہ اثر رکھتے ہیں اور آج طالبان کی صفوں میں شامل ہو کر صلیبی افواج پر کاری ضرب لگانے میں مصروف ہیں جو کہ علم و جہاد کا شاندار و حسین امتزاج ہے۔

ملاّ عبدالبصیر شہید رحمہ اللہ بھی علاقہ شین کے ممتاز علماء میں سے تھے جو کہ پاکستان کے

ایک بڑے جامعہ سے فارغ التحصیل تھے اور حال ہی میں امریکیوں سے معرکہ آرائی میں شہید ہوئے اور ان کی شہادت کے بعد ان کے چھوٹے بھائی ملاّ سردار کو اس علاقے کا کماندان مقرر کیا گیا جو کہ آج کل اس علاقے میں طالبان کی کارروائیوں کے نگران ہیں۔

عصر کی نماز کے قریب وہ دو ساتھی جن کو ملاّ سردار نے شین بستی بلایا تھا آ گئے، ان کے چہرے سنت نبوی (ڈاڑھی) سے سجے ہوئے تھے اور پیشانی نور ایمان سے چمک رہی تھی، ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا ''محبت خان'' محبت خان واقعی محبت خان ہی تھا، وہ نام کا نہیں کام کا بھی محبت خان تھا، وہ مجاہدین کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہتا، ان دنوں شین بستی کے گرد و نواح میں لہلہاتے کھیتوں میں خربوزے بھی کاشت کیے ہوئے تھے اور شہتوت کے پھل دار درخت بھی بکثرت تھے، ان دنوں بہار بھی جوبن پر تھی، موسیٰ خان نے وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اپنے غیر ملکی مہمانوں کی خربوزوں اور شہتوت سے تواضع کی جو کہ اپنی لذت اور چاشنی میں بے مثال تھے۔

سادہ لوح طالبان....اور صلیبی عیاری:

محبت خان اور اس کے ساتھی کی آمد کے بعد ہم گزشتہ چھ ماہ میں ہونے والی ناکام کارروائیوں کے اسباب پر غور کرنے لگے کہ وہ کون سے عوامل ہیں جن کی وجہ سے کارروائیاں کامیاب نہیں ہو رہی تھیں، ملاّ سردار نے بتایا کہ ہم نے اسی راستہ پر کینیڈین آرمی کے قافلے کے راستے میں ریموٹ کنٹرول مائن (بارودی سرنگ) نصب کی لیکن قافلے کی آمد سے قبل فضا میں ایک جیٹ طیارہ گردش کرنے لگا، جس سے بارودی سرنگ دھماکہ سے پھٹ گئی، اس بارودی سرنگ کو نہ تو ہم نے کوئی بلاسٹنگ ٹون دی اور نہ ہی اسے کہیں سے ڈائریکٹ کرنٹ ملا اور یہ گزشتہ چھ ماہ سے ہو رہا ہے اور اس سے کافی نقصان ہوا ہے، کبھی دھماکہ ساتھیوں کے ریموٹ کنٹرول مائن کو نصب کرتے ہوئے اور کبھی نصب کرنے کے تھوڑی دیر بعد ہو جاتا، اگر ساتھی قریب ہوتا تو شہید یا شدید زخمی ہو جاتا، اس طرح خود بخود مائن کے بلاسٹ ہو جانے کا تجربہ مجھ کو بھی تھا، کیونکہ چند روز قبل از مرے بھی خود بخود مائن بلاسٹ ہونے کے حادثہ میں

زخمی ہو چکا تھا۔

ملاّ سردار نے مزید بتایا کہ اب ایک اور کام بھی ہونا شروع ہو گیا جس سے ہم بہت پریشان ہیں ،جس میں مائن تو بلاسٹ نہیں ہوتا لیکن قافلہ کے قریب آ جانے کے بعد مخابرہ (وائرلیس سیٹ) بالکل کام نہیں کرتا اور جام ہو جاتا ہے،جس کے بارے میں ہم شروع میں سمجھے کہ شاید یہ مخابرہ (وائرلیس سیٹ) خراب ہے لیکن جب قافلہ گزر جاتا ہے تو مخابرہ بالکل درست کام کرنا شروع کر دیتا ہے۔

ملاّ سردار نے مزید بتایا اس کا توڑ ہم نے یہ نکالا ہے کہ مائن کو ایک لمبی تار سے جوڑ دیا جائے اور ہدف کے آ جانے کے بعد اسے ڈائریکٹ کرنٹ دیا جائے لیکن یہ طریقہ زیادہ کامیاب اس لیے نہیں کہ زیادہ دنوں تک صلیبی اتحادی افواج کے قافلے کے انتظار کی وجہ سے یا تو تار بھیڑ بکریاں گزرنے کی وجہ سے ٹوٹ جاتی ہے یا کیموفلاج درست نہ ہونے کی وجہ سے نکال لی جاتی ہے یا زیادہ دن لگے رہنے سے بیٹری کی پاور کم ہو جاتی ہے اور تار سے پورا کرنٹ نہیں ملتا جس کی وجہ سے ہم بہت زیادہ پریشانی کا شکار ہیں۔ یہ سادہ لوح طالبان اس صلیبی عیاری (جامنگ سسٹم اور کوڈ ٹونز کی وجہ سے مائن کا بلاسٹ ہونا) سے بہت پریشان تھے۔محبت خان نے ہمیں مزید بتایا کہ اس علاقے میں کینیڈین آرمی کی آمدورفت بہت زیادہ ہے اور مجاہدین کی کئی کارروائیاں ناکام ہونے کی وجہ سے صلیبیوں کے حوصلے بہت زیاد بلند ہیں اور گزشتہ چھ ماہ میں ان کے خلاف کوئی بھی کامیاب کارروائی نہیں ہو سکی،عبدالرحمٰن اور خلیفہ بھائی جو کافی دیر سے ملاّ سردار اور محبت خان کی باتیں سن رہے تھے کافی پریشان لگ رہے تھے، میں نے کہا اللہ مدد کرے گا۔ پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور تم دونوں محبت خان کے ساتھ جا کر گنبد بستی سے علیحدہ ہونے والے دوسرے راستے پر کینیڈین آرمی کے کیمپ کی ریکی کرو، ہم یعنی (میں اور شیخ عثمان)ادھر رہ کر کینیڈین آرمی کے خلاف کارروائی کی ترتیب بنائیں گے تاکہ ان کے خلاف جلد از جلد کوئی کامیاب کارروائی کر کے ان کو نقصان پہنچایا جائے اور عوام میں پھیلی مایوسی کو ختم کیا جا سکے لیکن طالبان کے حوصلوں میں کوئی

فرق نہ تھا بلکہ وہ دوسرے علاقوں میں اپنے تند و تیز حملوں اور فتوحات سے برابر اس عزم کا اظہار کر رہے تھے کہ:

اللہ کی رحمت سے کیفی دم توڑ چکی ہے تاریکی
ہلکا سا دھندلکا باقی ہے اس کو بھی مٹا کر دم لیں گے

گل خان کی المناک شہادت:

عبدالرحمٰن اور خلیفہ بھائی کی گنبد روانگی کے بعد ہم نے عشاء کی نماز پڑھی، نماز کے بعد ملاّ سردار نے بتایا کہ ہمارے ایک ساتھی گل خان نے روڈ پر مائن نصب کیا ہے اور اس کو بلاسٹ کرنے کے لیے گل خان نے ۵۰۰ میٹر لمبی تار والا طریقہ ہی اختیار کیا ہے، میں نے اس مائن کو دیکھنے کا اظہار کیا لیکن رات کی تاریکی اور دن بھر کی تھکاوٹ کی وجہ سے نیند کا غلبہ ہو رہا تھا، ہم نے گل خان سے ملاقات کو صبح پر ملتوی کر دیا اور سونے کے لیے بستر پر دراز ہو گئے۔

ہم صبح بیدار ہوئے تو اطلاع ملی کہ کل اس روڈ سے کینیڈین آرمی کا قافلہ اپنے کیمپ گنبد سے قندھار جائے گا جس وقت ہم کو یہ اطلاع ملی ہم نماز فجر کی تیاری کر رہے تھے، فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد حسب معمول ہم نے ناشتہ کیا اور میں نے ملاّ سردار سے گل خان کی ملاقات اور اس کی نصب شدہ مائن والی جگہ کا معائنہ کرنے کو کہا ہم سات بجے کے قریب شین سے روانہ ہوئے اور ایک گھنٹہ میں مائن والی جگہ کے قریب پہنچ گئے۔ یہاں ایک اونچا پہاڑ تھا جس سے پورا علاقہ نظر آتا تھا، راقم الحروف اپنے ساتھ ہینڈی کیم ویڈیو کیمرہ لایا تھا، میں نے اس سے مووی بنائی اور پورے علاقے کا سین محفوظ کر لیا اور وہاں سے گزرنے والی سڑکوں کے اہم مقامات کو بھی کیمرے کی آنکھ نے محفوظ کر لیا، اس کے بعد ہم پہاڑ کی اگلی جانب نیچے اترے تو گل خان سے ملاقات ہوئی، گل خان نے محفوظ طریقے سے بارودی سرنگ (مائن) روڈ پر نصب کر رکھی تھی، اس کے ساتھ اس نے ۵۰۰ میٹر لمبی تار جوڑ رکھی تھی جو کہ دوسرے پہاڑ تک جاتی تھی، گل خان کا خیال تھا جیسے ہی صلیبی و اتحادی افواج کا قافلہ یہاں پہنچے گا تو بیٹری کے ساتھ اس کو جوڑ دے گا اور ہدف اور مائن کے برابر ہو جانے پر بٹن

دبا دے گا جس سے قافلہ تباہ ہو جائے گا۔

ابھی ہم گل خان کے پاس ہی بیٹھے تھے کہ بکریوں کا ایک ریوڑ سامنے سے گزرا اس نے تانبے کی باریک تار کو جگہ جگہ سے توڑ دیا، جو کہ مائن سے منسلک تھی، گل خان اس صورتحال سے پریشان ہو گیا، کیونکہ کل کینیڈین آرمی کا قافلہ گزرنے والا تھا۔

لیکن گل خان بھی ہمت ہارنے والا نوجوان نہیں تھا، اس کے حوصلے کہساروں سے بلند اور چٹانوں سے زیادہ مضبوط تھے، اس نے کہا میں رات کے وقت آ کر اس تار کو ٹھیک کر دوں گا، ملاّ سردار نے اس کے عزم و ہمت کو دیکھتے ہوئے کہا ٹھیک ہے، میں بھی آپ کے ساتھ (گل خان کے ساتھ) تار کو ٹھیک کرنے کے لیے آ جاؤں گا۔ میں شیخ عثمان اور ملاّ سردار کے ساتھ عصر کے وقت واپس آ گیا اور تازہ بنی ہوئی ویڈیو دیکھنے لگا تا کہ وقت آنے پر اہم مقامات پر مائنز نصب کی جا سکیں اور کامیاب کارروائی کی جا سکے۔ اس کے بعد مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد کھانا کھایا اور موسیٰ خان سے گپ شپ ہوتی رہی، ہم عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد سو چکے تھے کہ ملاّ سردار نے مجھے جگایا اور کہا مجھے اپنی گن دے دو کیونکہ ہم تار کو جوڑنے کے لیے جا رہے ہیں، میں نے گن ملاّ سردار کے سپرد کرتے ہوئے اسے کہا وائرلیس پر رابطہ رکھنا کیونکہ ملاّ سردار اور گل خان دونوں کے پاس وائرلیس موجود تھے۔

ملاّ سردار اور گل خان تار کو درست کرنے کے لیے روانہ ہو گئے اور میں پھر سو گیا، رات ایک بجے کے قریب ایک زوردار دھماکہ سے میری آنکھ کھلی، میں نے باہر نکل کر دیکھا تو جس طرف مائن نصب تھی، وہاں سے دھواں فضا میں بلند ہو رہا تھا، میں پریشان ہو گیا، کیونکہ کینیڈین آرمی کے قافلے گزرنے کا یہ وقت نہیں تھا۔

اور یہ سوچ کر دل ڈوبنے لگا کہ خدانخواستہ ہمارا کوئی ساتھی مائن کو درست کرتے ہوئے اس کی زد میں نہ آ گیا ہو یا کوئی سول گاڑی اس مائن کا شکار نہ ہو گئی ہو، میں فوراً مخابرہ پر گل خان اور ملاّ سردار سے رابطہ کرنے کی کوششیں کرنے لگا۔ ملاّ سردار سے تھوڑی دیر میں وائر

لیس پر رابطہ قائم ہو گیا، میں نے صورتحال پوچھی تو ملاّ سردار نے کہا میں آپ کی جانب آ رہا ہوں، مائن غلطی سے پھٹ گیا ہے اور ہمارا نقصان ہوا ہے۔ میں واپس مہمان خانہ میں آ گیا اور اپنے سوئے ہوئے ساتھی شیخ عثمان کو جگایا اور اس کو صورت حال سے آگاہ کیا، اتنی دیر میں ملاّ سردار بھی وہاں پہنچ گیا اور اس نے وہاں کے مزید حالات بتائے اور کہا کہ ہم تار کے ٹوٹے ہوئے حصوں کو جوڑ کر مکمل کر چکے تھے اور مائن سے لگی تار اتار کر ٹسٹر میٹر سے جوڑ دی اور اس کا کرنٹ بحال کرنے کے لیے گل خان نے مجھے مخابرے پر بٹن دبانے کا کہا، میں نے سوئچ آن کیا ٹسٹر میٹر کے روشن ہونے پر گل خان نے اطمینان کا اظہار کیا اور پر جوش انداز میں کہا اب تار ٹھیک ہے میں نے سوئچ بند کیا اور گل خان نے مجھے مخابرے پر کہا آپ واپس میری طرف آ جائیں، میں مائن پر مٹی ڈال کر اس کو اچھی طرح کیموفلاج کرتا ہوں، میں واپس گل خان کی جانب روانہ ہو گیا ابھی میں نے آدھا راستہ ہی طے کیا تھا کہ ایک زبردست شعلہ کے ساتھ ایک زور دار دھماکہ ہوا اور مائن بلاسٹ ہو گیا، میں گل خان کی جانب دوڑا، جب میں وہاں پہنچا تو دھویں اور گرد وغبار کے درمیان گل خان کی صرف چپل مل سکی اور خود شہادت کی خلعت پہن کر اللہ کے حضور پہنچ چکا تھا، ”انا للّٰہ و انا الیہ راجعون“ میں سوچنے لگا کہ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے کیونکہ ارشاد ربانی ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ (آل عمران: ١٨٥)

”ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔“

لیکن گل خان کو ملنے والی موت موت نہیں ہے بلکہ زندگی ہے اور اس زندگی کے متعلق اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۝﴾ (البقرہ: ١٥٤)

”جو اللہ کی راہ میں مارے گئے نہ کہو ان کو کہ مردے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں تم کو خبر نہیں۔“

جہاد کی ایک اور کرامت:

ملاّ سردار نے گل خان کی شہادت کی روداد بیان کرتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ چند دن قبل کا واقعہ ہے کہ اسی طرح ایک اور مجاہد بارودی سرنگ صلیبی اتحادی افواج کے راستے میں نصب کرکے اسے وہ کیموفلاج کر رہا تھا تو وہ زوردار دھماکہ کے ساتھ بلاسٹ ہوگئی لیکن وہ نوجوان مجاہد سولہ فٹ فضا میں اچھلنے کے بعد زمین پر گرا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان کریمی دیکھیے کہ اس مجاہد کو مائن کے پھٹنے سے ذرا بھی گزند نہیں پہنچی۔

یہاں یہ بھی عرض کردینا ضروری ہے کہ کرامتوں کا نزول جاہل اور بے عمل لوگوں پر نہیں ہوا کرتا، یہ انعام ان شیخ چلیوں کا مقدر نہیں بنتا جو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر معجزوں کی تمنا کرتے ہیں۔ قرآن وسنت کی ہدایات اور چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ اور خود افغانستان کے سنگلاخ پہاڑ اس حقیقت کے گواہ ہیں کہ کرامتوں کا نزول ان اولوالعزم مردانِ خدا مست پر ہوتا ہے جو اپنی پوری توانائیاں ہر ممکن تدابیر اور وسائل کی ساری پونجی حتیٰ کہ جانِ عزیز بھی دینِ حق کی سر بلندی اور اللہ کی رضا جوئی کے لیے داؤ پر لگا دیتے ہیں، اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں اور اسی سے ہر مشکل میں مدد مانگتے ہیں، پھر جب ان پر ایسا وقت آ پڑتا ہے کہ ظاہری تدابیر فیل ہو جاتی ہیں اور اسباب و وسائل جواب دے جاتے ہیں، خوف سے کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے اور اللہ کے سوا کوئی جائے پناہ نظر نہیں آتی تو اللہ رب العزت غیبی امداد بھیج کر اپنا یہ وعدہ پورا فرماتا ہے۔

﴿ثُمَّ نُنَجِّىْ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ۝﴾ (یونس: ۱۰۳)

”پھر ہم بچا لیتے ہیں اپنے رسولوں کو اور ایمان والوں کو اسی طرح ہم ایمان والوں کو بچائیں گے یہ ہمارے ذمہ ہے۔“

اور اس وعدہ کا بھی کھلی آنکھوں سے مشاہدہ ہو جاتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ (محمد: ۷)

''اے ایمان والو اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔''

گل خان شہید رحمہ اللہ:

گل خان شہید رحمہ اللہ ایک خوب صورت سنجیدہ نوجوان تھا، وہ گوری رنگت اور لحیم، شحیم جسم کا مالک تھا، اس کا چہرہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مزین اور پیشانی نور ایمان سے چمکتی تھی، گل خان شہید رحمہ اللہ تحریک اسلامی طالبان سے باقاعدہ وابستہ نہیں تھا لیکن اسلام کے پروانوں اور جانثاروں کی اس مایہ ناز سرزمین افغانستان پر جب صلیبی کفر نے اپنے پنجے گاڑے اور اپنے ایجنٹوں کے منحوس اقتدار کو مضبوط کرنے اور کفریہ نظام جمہوریت کو نافذ کرنے کے لیے ہر ظلم و ستم، وحشت و درندگی اور دجل وفریب کا ہر حربہ استعمال کرنا شروع کر دیا۔ سرزمین شہداء افغانستان میں آگ اور خون کا بازار گرما دیا اور مظلوم مسلمانوں کا خون بے دردی سے بہایا جانے لگا، پاک دامن خواتین کی عصمتیں لٹنے لگیں اور مسلمانوں کی بستیوں کو بی باون طیاروں سے بمباری کر کے ملیا میٹ کیا جانے لگا، مساجد، مدارس اور خانقاہوں کو میزائلوں سے نشانہ بنایا جانے لگا، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کی دل دوز چیخوں اور سسکیوں نے حشر برپا کر دیا اور قرآن مجید کا یہ فرمان امت مسلمہ کو پکارنے لگا۔

﴿وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا﴾ (النساء: ۷۵)

''اور تم کو کیا ہوا کہ اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارے لیے کسی کو دوست بنا اور اپنی طرف سے ہمارے لیے کسی کو ہمارا مددگار بنا دے۔''

ایسے میں گل خان اٹھا اور جس کا حوصلہ نا قابل شکست اور جس کے عزائم کہساروں سے بلند تھے وہ اپنے ارادوں اور دھن کا پختہ نوجوان عفت مآب ماؤں بہنوں کا انتقام لینے کے لیے طالبان کی صفوں میں شامل ہو گیا اور قرآن کی پکار پر میدان کارزار میں اترا اور اپنا لوہا منوایا اور آج اپنے لہو سے باوضو ہو کر اللہ کے حضور پہنچ گیا:

وضو ہم اپنے لہو سے کر کے خدا کے ہاں سرخرو ہیں ٹھہرے
ہم عہد اپنا نبھا چکے ہیں تم عہد اپنا بھلا نہ دینا

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کی روایت:

گل خان شہید رحمہ اللہ کی والدہ محترمہ کے تاثرات:

ہمارے میزبان موسیٰ سے ہم نے کہا کہ ہم یہاں نہیں رہیں گے کیوں کہ کیمپ قریب ہے ایسا نہ ہو کہ صلیبی فوجی دھماکہ کی آواز سن کر صبح اس علاقہ کی تلاشی لینے کے لیے آئیں اور ہمارے ساتھ ساتھ آپ کو بھی نقصان ہو، اس لیے ہم پہاڑوں میں چلے جاتے ہیں اور صبح ہوتے ہی تم خود گل خان شہید رحمہ اللہ کی باقیات کو اس کی جائے شہادت سے اکٹھا کر کے اس کے ورثاء کے حوالہ کر دینا، گل خان شہید رحمہ اللہ کی باقیات کو دفنانے کے بعد تعزیت کے لیے جب لوگ ان کے گھر آئے تو گل خان شہید رحمہ اللہ کی والدہ محترمہ نے ایسے تأثرات دیے جس نے حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کی روایت کو زندہ کر دیا۔

ماں نے فرمایا مجھے اپنے جوان سال بیٹے کی شہادت پر کوئی پریشانی نہیں بلکہ اس کی شہادت پر فخر ہے، میرے پاس تعزیت کے لیے جو لوگ آئیں گے آنے والوں سے میں کہوں گی کہ میرے پاس تعزیت کے لیے نہیں بلکہ مبارک باد دینے کے لیے آؤ، کیونکہ میرا بیٹا صلیبی کافروں سے جہاد کرتا ہوا شہید ہوا ہے، میں باقی بستی کے جوانوں سے کہوں گی کہ وہ بھی اپنی جوانیوں کو ان صلیبی افواج کے خلاف جہاد میں لگائیں، مزید کہا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دس سالہ مدنی زندگی کے اندر بیاسی جنگیں لڑی ہیں جن میں ستائیس کی خود کمان کی ہے اور باقی میں اپنے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھیجا، دس ہزار سے زائد صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین

ایک جنگ کے اندر شہید ہو گئے، صحابہ رضی اللہ عنہم کے جسموں کے ٹکڑے جہاد کے میدانوں میں بکھر گئے، پہلے پارے سے لے کر تیسویں پارے تک ہر پارے میں جہاد کا حکم نازل ہوا ہے، اب بھی اگر جہاد سمجھ نہیں آتا اور وہ مختلف بہانے بنا کر گھروں میں بیٹھے رہیں گے تو ان کو بتا دو:

﴿اِلَّا تَنۡفِرُوۡا یُعَذِّبۡکُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا وَّ یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ﴾

(التوبہ: ۳۹)

''اگر تم جہاد میں نہ نکلے تو خدا تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ خدا کسی اور قوم کو لائے گا۔''

گل خان شہید رحمہ اللہ کی والدہ محترمہ کے ولولہ انگیز تأثرات سے متأثر ہو کر بہت سارے نوجوانوں نے صلیبی اتحادی افواج کے خلاف جہاد کرنے کا عزم کیا۔

کینیڈین آرمی کے کانوائے کی ریکی:

گل خان شہید رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد ہم پہاڑ پر محفوظ جگہ منتقل ہو گئے جو کہ شین بستی سے کچھ ہی فاصلے پر تھا۔ ہم نے تیمّم کر کے فجر کی نماز ادا کی اور ذکر وغیرہ سے فارغ ہو کر اپنے کام کے متعلق سوچ و بچار شروع کر دی۔ آج کینیڈین آرمی کے کانوائے کے گزرنے کا دن تھا، ۹ بجے کے قریب فضا میں جیٹ طیارے کی آواز آنے لگی جو مائن کو بلاسٹ کر دیتا ہے، میں نے اپنے سامنے مختلف قسم کے ریموٹ کنٹرول آن کر کے رکھ لیے اور چارج (بارود) کی جگہ پر چھوٹے چھوٹے بلب لگا دیئے۔ طیارے نے وقفے وقفے سے ریموٹ کنٹرول سے دو بلب روشن کر دیئے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ ریموٹ کنٹرول کارروائی کے لیے لگائے جائیں تو طیارہ ان کو خود بخود کوڈ دے کر ان کا کرنٹ بحال کر دے گا، جس سے مائن بلاسٹ ہو جائے گا لیکن تیسرے ریموٹ کنٹرول سے لگا بلب روشن نہ ہوا، میں نے اس قسم کے مزید ریموٹ لگا کر مزید تجربات کیے لیکن ان میں سے کسی ریموٹ کنٹرول کا بلب روشن نہ ہوا اس طرح میں طیارے کے ذریعے خود بخود مائن بلاسٹ ہونے والا راز پانے میں کامیاب ہو گیا، طیارہ ڈیڑھ گھنٹہ فضا میں گردش کرنے کے بعد واپس چلا گیا اور میں نے

ریموٹ کنٹرول اٹھائے، ان سے بیٹری سیل اور بلب الگ کر دیئے اور سب کو محفوظ کر دیا۔

ساڑھے دس بجے کا وقت تھا اور میں نے اپنا وائرلیس سیٹ آن کر رکھا تھا، شیخ عثمان اور ملاّ سردار میرے ساتھ تھے، اس وقت ہم روڈ کے ساتھ واقع ایک پہاڑ پر کھلی چٹان پر کھڑے تھے اور اب کینیڈین آرمی کا قافلہ (فوجی کانوائے) گزرنے کا وقت قریب تھا، میں نے اپنے مخابرے پر ایک مخصوص قسم کی ہلکی ہلکی ٹون سنی اور تھوڑی دیر میں ٹون زیادہ ہوتی گئی اور اس کے بعد ہمیں دور سے قافلے کی مٹی اڑنے اور گاڑیاں دکھائی دینے لگیں میں نے شیخ عثمان کو کہا جب کانوائے صاف نظر آنا شروع ہو جائے تو آپ ہینڈی کیم ویڈیو کیمرہ سے مووی بنانا شروع کر دینا، شیخ عثمان نے ہینڈی کیم سنبھالا اور ایک جگہ آڑ میں پوزیشن سنبھال کر بیٹھ گیا، جہاں سے وہ کینیڈین آرمی کے کانوائے کی واضح اور صاف مووی بنا سکتا تھا۔

میں خود مخابرہ پر گنبد بستی میں محبت خان سے باتیں کرنے لگ گیا، تاکہ معلوم ہو سکے مخابرہ جام ہوتا ہے یا نہیں اور اگر ہوتا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ کینیڈین آرمی کا کانوائے ابھی ہم سے ۱۰۰۰ یا ۱۵۰۰ میٹر پیچھے ہی تھا کہ میرا مخابرہ بالکل جام ہو گیا اور ہمارے مخابرے نے ایک خاص قسم کی ٹون ریسیو کرنا شروع کر دی، محبت خان سے میرا رابطہ ختم ہو گیا، جب قافلہ ہم سے ۱۵۰۰ میٹر آگے گزر گیا تو ہمارے مخابرہ نے کام کرنا شروع کر دیا لیکن اس میں خاص قسم کی ٹونز آتی رہیں، جب قافلہ ہم سے ۳۰۰۰ میٹر سے بھی زائد فاصلہ طے کر گیا تو یہ آوازیں بھی ختم ہو گئیں اس کے بعد ہم اپنے تجربات میں مصروف ہو گئے، نماز ظہر کے بعد تین بجے کے قریب مخابرے پر مختلف قسم کی ٹونیں آنے لگیں اور تھوڑی دیر کے بعد فضا میں جیٹ طیارے کی آواز سنائی دی، جو ٹون میرے مخابرے پر آ رہی تھیں انہیں یہی جیٹ طیارہ چھوڑ رہا تھا تاکہ اگر کوئی ریموٹ کنٹرول مائن لگی ہو تو وہ پھٹ جائے۔ شام چار بجے کے قریب دوبارہ قافلہ نے روڈ سے گزرنا تھا جس نے کینیڈین آرمی کے کیمپ گنبد بستی سے قندھار ائیر پورٹ پر جانا تھا ہم نے اس قافلہ کی بھی ریکی کی اور شیخ عثمان نے مووی بنائی، اس کانوائے

کی صورت حال بھی صبح والے کانوائے کی طرح ہی تھی۔

طیارے کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ ڈیڑھ گھنٹہ صبح ۹ بجے سے ساڑھے دس بجے تک اور ایک گھنٹہ شام کو۳ سے۴ بجے تک روزانہ چکر لگاتا ہے، کانوائے کی ریکی کرنے کے بعد ہم واپس شین بستی آ گئے۔ راقم الحروف اور شیخ عثمان مووی کو دیکھ کر کانوائے کے متعلق تفصیلات طے کرنے لگے، کیونکہ اب کینیڈین آرمی کا کانوائے چار روز کے بعد دوبارہ گزرنا تھا اور وہ ہمارا ہدف تھا، اس لیے اس کو نشانہ بنانے کے لیے تیاری ضروری تھی۔

طالبان کی تدبیر:

جب سے اسلام افغانستان پہنچا ہے افغانستان کو اللہ رب العزت نے کفر کے لیے قبرستان بنا رکھا ہے، جس بھی کفر نے افغانستان میں پنجے گاڑنے کی کوشش کی ہے وہ افغانستان میں ذلیل و رسوا ہی ہوا ہے اور ماضی قریب میں برطانیہ اور روس جو اپنے وقت کی سپر طاقتیں تھیں افغانستان کے سنگلاخ پہاڑوں سے سر ٹکرا کر پاش پاش ہو چکی ہیں اور اب تیسری طاقت امریکی اپنے اتحادیوں سمیت شکست کھانے کے قریب ہے، جن کے خلاف طالبان بھرپور طریقے سے جنگ لڑ رہے ہیں جب طالبان نے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف ریموٹ کنٹرول کارروائیاں شروع کیں تو صلیبی اتحادی افواج نے سادہ لوح طالبان کے خلاف اپنی روایتی عیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جدید ترین ٹیکنالوجی کا استعمال شروع کر دیا، امریکہ ایسے جیٹ طیارے لے آیا جو ریموٹ کنٹرول کو وائرلیس کی مکمل فریکوینسی 136.000Mhz سے لے کر 174.000Mhz تک اور صفر سے لے کر 9 تک مکمل 10 بلاسٹنگ کوڈ دیتا ہے اور ریموٹ کنٹرول کی فریکوینسی بھی 136.000Mhz سے لے کر 174.000Mhz کی سیریل کے اندر ہی ہوتی ہے یعنی ریموٹ کی کوئی بھی فریکوینسی ہو اور کوئی بھی کوڈ ہو طیارہ اس کو بلاسٹ کر دیتا ہے اور یہ جیٹ طیارہ بہت زیادہ طاقتور VHF ریز (Rase) چھوڑتا ہے، جس کو افغانستان میں کہیں بھی لگا ریموٹ پکڑ سکتا ہے یعنی طیارہ کی VHF ریز پورے افغانستان پر اثر انداز ہوتی ہیں میں نے اپنی سابقہ ریکی کی روشنی

میں اس کا آسان حل یہ نکالا کہ آپ وہ والا ریموٹ استعمال کریں جس کو طیارہ بلاسٹ نہیں کرسکتا یا آپ وہ ریموٹ استعمال کریں جس کا کوڈ دینے کا ٹائم ۶ سیکنڈ یا اس سے زیادہ ہو۔ اگر آپ وہ ریموٹ استعمال کررہے ہیں جو طیارہ کے کوڈ دینے سے بلاسٹ ہو جاتا ہے تو اس کو محفوظ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ طیارہ کی آمد کے وقت آپ اپنے نصب شدہ ریموٹ کنٹرول کو اپنے مخابرہ سے ریموٹ کنٹرول کی فریکوینسی ڈائل کر کے P.T.T دبا دیں اور جب تک طیارہ فضا میں محو پرواز رہے P.T.T کو دبا کر رکھیں، آپ کے اور آپ کے نصب شدہ ریموٹ کے درمیان ۵۰۰ میٹر سے زیادہ فاصلہ نہیں ہونا چاہیے، طیارہ کے ذریعے آپ کے ریموٹ کنٹرول کے بلاسٹ نہ ہونے کے چانس بڑھ جاتے ہیں اگر آپ درمیان میں غلط بلاسٹنگ کوڈ بھی دے دیں تو طیارہ آپ کے ریموٹ کنٹرول مائن کو بالکل نہیں پھاڑ سکتا، کینیڈین آرمی کے کانوائے کے گزرنے کے دوران مخابرہ کا جام ہو جانا واقعی ایک حقیقت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کینیڈین آرمی نے اپنے فوجی کانوائے میں دو ایسی گاڑیاں شامل کی ہیں، جن پر جدید قسم کے کیمرے اور ٹرانس میٹر نصب ہیں۔

ویڈیو کیمرے کانوائے کے سفر کے دوران مووی بناتے ہیں اور ان کو گاڑی کے اندر نصب سکرین پر باہر کے حالات دکھاتے ہیں اور گاڑی میں نصب ٹرانس میٹر بڑی پاورفل VHF فریکوینسی ریز چھوڑتا ہے، جو کہ اپنے سے کم طاقتور VHF فریکوینسی ریز ۵۰۰ میٹر کے اندر داخل نہیں ہونے دیتیں، اس کا صرف حل یہ ہے کہ آپ کے پاس ایسا ٹرانس میٹر ہو جو گاڑی میں نصب VHF ٹرانس میٹر سے طاقتور فریکوینسی ریز دے، اس سے آپ اپنے ریموٹ کنٹرول مائن کو بلاسٹ کر سکتے ہیں۔ چوتھی چیز جو ہم نے نوٹ کی یہ تھی کہ جب قافلہ آپ سے ۴ یا ۵ کلومیٹر دور ہو تو مخابرہ میں ایک خاص قسم کی ٹونز آنے لگ جاتی ہیں جب مخابرہ ان ٹونز کو ریسیو کرنا شروع کر دیتا ہے تو اس کے ۱۵ سے ۲۰ منٹ بعد قافلہ آپ کے پاس پہنچ جائے گا، ان ٹونز سے ہم قافلہ کی مخبری کا کام لے سکتے ہیں، جب یہ ٹونز آتی ہیں تو ہم سمجھ جاتے ہیں کہ قافلہ ہم سے چار یا پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

سبعون خان....اور دیسی مرغی:

میں قافلہ کی ریکی ، اس کی مووی دیکھنے اور اس کے متعلق تدابیر مرتب کرنے میں مصروف تھا کہ قاری فیض اللہ صاحب کے نائب ملاّ عبدالسلام نے مخابرہ پر رابطہ کیا اور کہا شیخ عثمان اور عبدالرحمٰن کو قاری صاحب کے پاس بھیج دیں۔

آپ (راقم الحروف) اور خلیفہ بھائی مل کر کینیڈین آرمی کے خلاف کارروائیاں جاری رکھیں، میں نے یہ نئے احکامات ملنے کے بعد فوراً گنبد بستی جانے کی تیاری کی اور ملاّ سردار کو آگاہ کیا، ملاّ سردار نے کہا ظہر کے بعد روانہ ہوں گے اور میں آپ کو سرخیل بستی میں سبعون خان کے گھر پہنچا دوں گا اور وہ آپ کے گنبد بستی تک جانے کا بندوبست کر دے گا۔ میں نے دیکھا کہ پروگرام بن گیا ہے اور روانگی میں ابھی وقت ہے تو میں نے موسیٰ خان سے کپڑے تبدیل کرنے کی خواہش ظاہر کی کیونکہ گزشتہ کئی دنوں کی بھاگ دوڑ کی وجہ سے مجھے نہانے اور لباس تبدیل کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

غسل کرنے اور لباس تبدیل کرنے کے تھوڑی دیر بعد ہی نماز ظہر کا وقت ہو گیا، ظہر کی نماز موسیٰ خان کے مہمان خانہ میں ہی ادا کی، ضروری سامان ساتھ لیا اور سرخیل کی جانب روانہ ہو گئے دشوار گزار راستے پر ڈیڑھ گھنٹہ موٹر سائیکل چلانے کے بعد ہمیں سرخیل بستی کے آثار نظر آنے لگے، جب ہم بستی میں داخل ہوئے تو سامنے مسجد کا مینار اللہ کی کبریائی کا اعلان کرتا نظر آیا، ملاّ سردار نے مجھے بستی کے شروع میں ہی ایک بڑے اور حویلی نما مکان کے سامنے موٹر سائیکل روکنے کا اشارہ کیا، میں نے موٹر سائیکل روکی ، ملاّ سردار نے گھر کے باہر کھیلنے والے بچوں کو آواز دی تو دو تین بچے دوڑتے ہوئے آئے۔

ملاّ سردار نے ان سے سبعون خان کے متعلق دریافت کیا تو بچوں نے جواب دیا ہاں سبعون خان گھر پر ہیں، ایک لڑکا سبعون خان کو بلانے کے لیے گھر چلا گیا اور دوسرا لڑکا ہمیں تھوڑی دور باغ میں بنائے ہوئے مہمان خانہ میں لے گیا، ہم نے موٹر سائیکل باغ کے باہر کھڑی کی اور خود مہمان خانہ میں چلے گئے۔

اتنی دیر میں ایک دبلا پتلا نوجوان جس کا چہرہ سنت نبوی ﷺ سے مزین تھا اور اس کی پیشانی نور ایمان سے چمک رہی تھی، سر پر سفید پگڑی باندھے ہوئے آیا، آنے والا نوجوان سلام مسنون کے بعد بیٹھ گیا اور ملاّ سردار سے گفتگو کرنے لگا، ملاّ سردار نے ان کا میرے ساتھ تعارف کرواتے ہوئے کہا یہ سبعون خان ہیں اور اس علاقے میں طالبان کے خاص آدمی ہیں اور پرانے مجاہد بھی۔ جب ملاّ سردار نے کہا یہ پرانے ''مجاہد'' ہیں تو مجھے شک گزرا کہ اس نوجوان طالب سبعون خان سے میں پہلے کہیں مل چکا ہوں، اسی دوران چائے آ گئی۔

افغانی روایات کے مطابق میزبان نے کالی اور سبز چائے بنوائی تھی، راقم، ملاّ سردار اور سبعون خان نے مل کر چائے پی، چائے پینے کے بعد ملاّ سردار نے اجازت چاہی اور واپس شین لبستی کے لیے روانہ ہوگیا، ملاّ سردار کے روانہ ہونے کے بعد سبعون خان مجھ سے مخاطب ہوا اور حال احوال دریافت کرنے لگا، جس کا میں نے مختصر جواب دیا۔

میں نے کافی سوچ بچار کے بعد سبعون خان سے ایک سوال پوچھا، کیا آپ کبھی محاذ پر رہے ہیں؟ تو سبعون خان یک دم جذباتی ہو گیا اور پر جوش انداز میں بولا ''کیوں نہیں''، سبعون خان نے مزید بتایا کہ میں ۱۹۹۶ء میں اسیر کیوبا کمانڈر ملاّ محبّ اللہ اخوند زادہ کے ساتھ کابل، چاریکار، جبل السراج کے محاذوں پر رہ چکا ہوں، میں نے بتایا کہ چاریکار کے محاذ پر میں خود کمانڈر ملامحبّ اللہ اخوند زادہ کی کمان میں شمالی اتحاد کے ساتھ برسر پیکار رہا ہوں، سبعون خان کو بھی یاد آ گیا، واقعی ہم دونوں چاریکار کے محاذ پر اکٹھے وقت گزار چکے ہیں۔ آج ہماری دس سال کے بعد دوبارہ ملاقات ہو رہی ہے اور میں اس بات پر بہت خوش تھا کہ مجھے میرا پرانا ملنسار مجاہد دوست مل گیا جو گفتار کا نہیں بلکہ کردار کا غازی ہے اور یہ سوچ کر تو خوشی اور بڑھ گئی کہ آج حسین دنوں کی حسین یادوں کو تازہ کرنے کا حسین موقع میسر آ گیا ہے۔ اتنی دیر میں عصر کا وقت ہو گیا، سبعون خان نے عصر کی نماز مسجد میں اور میں نے مہمان خانہ میں ہی ادا کی۔ عصر کے بعد سبعون خان واپس آیا تو میں سبعون خان کے باغ کی سیر کرنے کے لیے چلا آیا۔ سبعون خان کا باغ تقریباً دو ایکڑ رقبہ پر محیط تھا، جس میں سب

درخت انجیر کے تھے، جو بڑی ترتیب کے ساتھ لگائے گئے تھے اور ان کو سیراب کرنے کے لیے چھوٹی بڑی نالیاں بنائی گئی تھیں اور کنویں کے پانی سے باغ کو سیراب کیا جاتا تھا، انجیر کے درختوں کو دیکھ کر باغ کی نگہبانی کرنے والوں پر رشک آتا تھا، سب درخت تناور اور صحت مند تھے اور انجیر کے پھل سے لدے ہوئے تھے۔

ہم نے مغرب کی نماز باغ میں ہی ادا کی اور واپس مہمان خانہ میں آئے تو تین نوجوان سبعون خان کے انتظار میں بیٹھے تھے، سبعون خان ان نوجوانوں سے بڑی گرمجوشی سے ملا اور احترام سے بٹھایا، یہ عبداللہ، عبدالرحمٰن اور ملاّ محمد قاسم تھے، میں نے بھی ان آنے والے مہمانوں سے مصافحہ کیا ، اتنی دیر میں سبعون خان کا نوعمر بیٹا ناصر گھر سے کھانا لے کر آ گیا۔کھانے میں دیسی مرغی بھون کر پکائی گئی تھی، جو بہت لذیذ تھی۔کھانے کے دوران مجھے جبل السراج میں پکائی جانے والی مرغی یاد آ گئی، ۱۹۹۶ء کے موسم بہار کا پہلا مہینہ گزر چکا تھا، چہار سو سبزہ پھیلا ہوا تھا اور چاریکار کی وادیاں سبزہ وگل کے لباس میں ملبوس نظر آ رہی تھیں اور موسم بڑا خوشگوار اور سہانا تھا، ایسے میں ہمارے کماندان ملاّ محبّ اللہ اخوندزادہ نے دعوت کی۔ جس میں سبعون خان ، مرجان (نائب کماندان) تنویر شہید، عبدالرحمٰن شہید، عبداللہ شہید، بلال شہید اور عبدالبصیر شہید رحمہم اللہ مدعو تھے اور دیسی مرغی پکانے کی ذمہ داری سبعون خان کی تھی۔

جبل السراج کے پانی کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں گوشت جلدی نہیں گلتا، یہاں گوشت پکانا آسان کام نہیں ہے اس لیے سبعون خان نے گوشت ایک ایرانی ساختہ پریشر ککر میں ڈال کر چولہے پر رکھ دیا، تھوڑی دیر کے بعد پریشر ککر کی سیٹی کی آواز آنا شروع ہوگئی اور ہم لوگ اطمینان سے اوپر بنے ہوئے دوسرے کمرے میں چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد سبعون خان بھی اوپر آ گیا اور پریشر ککر کی سیٹی کی آواز اوپر بھی آ رہی تھی، اسی دوران نماز مغرب کا وقت ہوگیا اور ہم سب ملاّ محبّ اللہ اخوندزادہ کی امامت میں نماز پڑھنے چلے گئے، ہم نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی دوران پریشر ککر کی سیٹی کی آواز آنا بند ہوگئی، نماز پڑھنے کے بعد سبعون خان یہ کہتے ہوئے اوپر والے کمرے سے نیچے اتر گیا کہ میں پریشر ککر کو دیکھتا ہوں، سبعون

خان جیسے ہی کچن میں داخل ہوا تو پریشر ککر زور دار دھما کہ سے پھٹ کر دوٹکڑے ہوگیا اور اس کا ڈھکن کچن کی کچی چھت کو چیرتے ہوئے باہر نکل گیا اور ڈھکن کہاں گرا یہ معلوم نہ ہوسکا۔

جب ہم نے زوردار دھما کہ کی آواز سنی تو کچن کی طرف آئے، جب کچن میں داخل ہوئے تو سامنے کھڑے سبعون خان کی ہیئت دیکھ کر ہنسی نہ تھمتی تھی، دھماکے سے اڑنے والی خاک اور کوئلے سبعون خان کے اوپر چپکے ہوئے تھے اور گرما گرم دیسی مرغی اور پانی گرنے سے سبعون خان اچھل رہا تھا اور ساتھ چلا بھی رہا تھا جس سے سبعون خان کی شکل بگڑ گئی اور مزاحیہ چیز بن چکی تھی، میں نے جلدی سے سبعون خان پر پانی ڈالا اور اس کا منہ دھویا، جب میں نے یہ واقعہ سبعون خان کے مہمان خانہ میں دیسی مرغی کھاتے ہوئے سنایا تو محفل کشت زعفران بن گئی اور دس سال بعد سبعون خان کو یہ واقعہ یاد دلایا تو وہ بہت خوش ہوا، میں نے اپنے دس سال پرانے دوست سے رات بھر گپ شپ کی اور دس سال قبل گزرے ہوئے حسین لمحوں کی حسین یادیں تازہ ہوگئیں جن کی تازگی آج بھی برقرار ہے۔

محبت خان کی محبت:

رات میں نے سبعون خان کے مہمان خانہ میں گزاری اور صبح نماز فجر کی ادائیگی کے بعد افغان روایت کے مطابق گھر سے گرما گرم ناشتہ تیار ہوکر آ گیا، میں نے ناشتہ کیا تو سبعون خان نے میرے گنبد بستی جانے کا انتظام کر دیا، اس نے مجھے اپنے ایک خاص آدمی کے ذریعے گنبد کی طرف روانہ کر دیا۔ میں نے اپنا ضروری سامان کیمرہ، ویڈیو، کلاشنکوف اپنے ساتھ لی اور موٹر سائیکل پر اس شخص کے ساتھ گنبد کے لیے روانہ ہوگیا، ڈیڑھ گھنٹہ تک برساتی نالے میں موٹر سائیکل دوڑانے کے بعد گنبد کے مضافات میں پہنچ گئے، موٹر سائیکل والے آدمی نے مجھے گنبد بستی سے باہر ہی محبت خان کے گھر کے سامنے اتارا اور گھر کی نشاندہی کرنے کے بعد وہ شخص واپس روانہ ہوگیا۔

میں نے بچے کو بھیج کر محبت خان کو بلوایا، محبت خان گھر سے باہر آیا اور مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور میری اس طرح اچانک آمد پر حیران بھی، سلام مسنون اور مصافحہ کے بعد میں

نے محبت خان کو اطمینان دلایا اور کہا پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے، بلکہ میں اور خلیفہ بھائی اب یہاں رہ کر کارروائیاں کریں گے۔

میں نے محبت خان سے خلیفہ بھائی کے متعلق دریافت کیا تو محبت خان نے بتایا خلیفہ بھائی دوسری جگہ باغ میں قیام پذیر ہیں، ہم دونوں پیدل ہی باغ کی طرف روانہ ہو گئے، محبت خان کا باغ محبت خان کے گھر سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا، یہ باغ چار ایکڑ رقبہ پر محیط ہے، اس میں مختلف قسم کے پھل اور پھول دار پودے لگے ہوئے ہیں، جن میں انجیر اور انار کے درخت پھلوں سے لدے ہوئے تھے اور دن بھر بیوپاری محبت خان سے پھل خریدنے کے لیے آتے رہتے تھے، محبت خان اپنے اس باغ کو چشمے کے پانی سے سیراب کرتا تھا، اس باغ کے درمیان میں ایک قدرتی طور پر بنا ہوا ٹیلہ تھا، جس پر محبت خان نے کمرہ بنایا ہوا تھا، جہاں سے سارے باغ کا فضائی منظر صاف نظر آتا تھا اور لوگوں کی آمدورفت بھی اس طرف بالکل نہ تھی، خلیفہ بھائی اسی کمرہ میں مقیم تھے، میں اور محبت خان جب اچانک خلیفہ بھائی کے پاس پہنچے تو وہ بہت خوش ہوا، وہ گزشتہ دن سے میرے انتظار میں تھا، کیونکہ میں نے خلیفہ بھائی کو پہلے ہی ادھر آنے کی اطلاع دے دی تھی۔ میں نے خلیفہ بھائی سے پوچھا اب کہاں قیام کرنا چاہیے، خلیفہ کے جواب دینے سے پہلے ہی محبت خان نے بڑی محبت سے ہمیں یہیں اسی باغ میں رہنے پر اصرار کیا اور کہا آپ نے جب تک بھی اس علاقے میں رہنا ہو یہیں رہ سکتے ہیں، یہ جگہ آبادی سے بھی دور ہے اور یہاں باغ والوں میں سے بھی کوئی نہیں آتا اور اگر کوئی خطرہ ہو بھی تو یہاں چھوٹے چھوٹے پہاڑی ٹیلے قریب ہیں اور آپ بحفاظت آسانی سے یہاں سے نکل سکتے ہیں۔

خلیفہ نے بھی اسی بات کی تائید کی اور مزید کہا محبت خان عملی آدمی ہے ضرورت پڑنے پر ہر چیز باآسانی فراہم کر دیتا ہے، ادھر رہنا ہی مناسب ہے، میں نے بھی محبت خان کی محبت دیکھتے ہوئے ادھر ہی رہنے کا فیصلہ کیا اور جب تک ہم ادھر مقیم رہے محبت خان اپنی محبت کا اظہار روایتی افغانی کھانوں اور تازہ پھلوں سے کرتا رہا۔ محبت خان خود بھی مجاہد ہے اور مجاہدین

سے تعاون اور ان کی خدمت کو سعادت سمجھتا ہے اس لیے میں محبت خان سے دل سے محبت کرتا ہوں۔ہم دن بھر کینیڈین آرمی کے کیمپ کی ریکی کرتے اور رات کو محبت خان کے اس باغ میں کمرے کے قریب بڑی چٹان پر کھلے آسمان تلے آرام کی نیند سو جاتے۔آخر کار ہم ایسی تدبیر کرنے میں کامیاب ہو گئے جس کے سامنے صلیبی اتحادی افواج کی جدید ترین ٹیکنالوجی ناکام ہوگئی اور جس کو استعمال کر کے ہم نے کینیڈین آرمی کے کانوائے پر کامیاب کارروائی کی۔

ہم نے ایک دو فٹ لمبی اور چار انچ چوڑی اور ایک انچ موٹی لکڑی لی جس کے اوپر تقریباً (U) شکل میں لوہے کی پتری لگائی اور اس کے درمیان میں ایک چھوٹی بالکل سیدھی پتری لگائی اور دونوں پتریوں سے الگ الگ تاریں لگا دیں اور اس کو چاروں طرف سے پلاسٹک شیٹ سے اچھی طرح پیک کر دیا۔تاکہ دونوں پتریوں کے درمیان مٹی وغیرہ نہ داخل ہو،اگر ان دو پتریوں کے درمیان مٹی چلی گئی تو یہ کرنٹ پاس نہیں کریں گی۔

جدید ایجاد:

ایسی جدید ترین ایجاد جس نے یہود و نصاریٰ کی تمام تر جدید ترین ٹیکنالوجی کو ناکام کر کے ان کے غرور کو خاک میں ملا دیا:

میں جب محبت خان کے پاس پہنچا تو صبح آٹھ بجے کا وقت تھا، دس بجے تک محبت خان ہمارے ہمراہ رہا، پھر وہ ایک ضروری کام سے اجازت لے کر ہم سے رخصت ہو گیا، میں اپنے ساتھی خلیفہ بھائی کے ساتھ مل کر کینیڈین آرمی کے خلاف کامیاب کارروائی کرنے کے طریقۂ کار پر غور کرنے لگے کیونکہ یہاں کی مقامی طالبان قیادت نے ہم دونوں کو کینیڈین آرمی کے خلاف کامیاب کارروائی کرنے کا خصوصی ٹاسک دے رکھا تھا اور اس وقت کینیڈین آرمی کے خلاف کارروائی کرنا ویسے بھی بہت ضروری تھا کیونکہ پچھلے چھ ماہ میں ان کے خلاف کوئی کامیاب کارروائی نہیں ہوسکی تھی، جس کی وجہ سے ان کے حوصلے بہت بلند تھے۔

ابھی کینیڈین آرمی کے کیمپ میں تعینات فوجیوں کی تبدیلی میں دو دن باقی تھے اور ہمیں

ان دونوں میں ہی تیاری مکمل کرنا تھی، خلیفہ بھائی کارروائی کے لیے مائنز وغیرہ پہلے ہی ساتھ لا چکا تھا، راقم نے کینیڈین آرمی کے کانوائے اور جیٹ طیارے سے حاصل ہونے والی معلومات اور اس کے متعلق کی جانے والی تدابیر سے خلیفہ کو آگاہ کیا، کافی دیر تک غور وخوض کرنے اور اپنے تجربات کی روشنی میں ہم ایک ایسی تدبیر کرنے میں کامیاب ہو گئے جس کے سامنے صلیبی اتحادی افواج کی جدید ترین ٹیکنالوجی ناکام ہوگئی اور جس کو استعمال کر کے ہم نے کینیڈین آرمی کے کانوائے پر کامیاب کارروائی کی۔

وجہ تسمیہ:

اس ایجاد کردہ چیز کا نام ہم نے خانچہ رکھا۔پشتو زبان میں خانچہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو دب کر کام کرے یعنی پش ہو کے، جیسے مخابرے کا پش، ٹو، ٹاک بٹن جس کو دبائیں تو مخابرہ ٹرانس کرنا شروع کر دیتا ہے۔اس لیے اس کا نام ''خانچہ'' دبنے والا رکھا گیا۔

استعمال:

ہماری ایجاد کردہ اس ٹیکنالوجی کا استعمال اس کی ایجاد کی طرح بالکل سادہ اور آسان ہے ڈیٹونیٹر کی دو تاروں میں سے ایک تار ڈائریکٹ بیٹری کے ساتھ جوڑ دیں اور دوسری تار کو خانچہ چھوٹی بیٹری کے ساتھ لگا دیں اور (U) شکل خانچہ کی پتری سے باہر نکلی ہوئی تار کو بیٹری کے ساتھ جوڑ دیں، اب آپریشن کے لیے تیار ہے۔

اس کو اب آپ روڈ پر اس جگہ نصب کریں جہاں سے عموماً گاڑی کا پہیہ گزرتا ہے، جب گاڑی کا پہیہ اس کے اوپر سے گزرے گا تو (U) شکل کی پتری دب کر نیچے والی پتری کے ساتھ لگ جائے گی جس سے اس کا کرنٹ بحال ہو کر ڈیٹونیٹر کو پھاڑے گا اور ڈیٹونیٹر اپنے سے جوڑے مائن (بارودی سرنگ) کو پھاڑ دے گا۔

مائنز کی تنصیب:

کیمپ میں تعینات کینیڈین آرمی کے اہلکاروں کی تبدیلی میں ابھی دو دن باقی تھے ہم نے خانچہ کی ایجاد کے بعد کینیڈین آرمی کے راستے میں بارودی سرنگیں (مائن) بچھانے کا کام

شروع کر دیا، گنبد بستی سے سرخیل جانے والے روڈ پر کینیڈین آرمی کے کانوائے کا گزر عموماً کم ہوتا تھا لیکن ہم نے اس تھوڑے سے امکان کو بھی رد نہ کیا اور اس سرخیل گنبد روڈ پر بھی مائن لگانے کے لیے سروے کیا تو یہ روڈ بہت کھلا تھا ہمیں کہیں بھی مائن لگانے کی مناسب جگہ نہ مل سکی۔ اس کا حل ہم نے یہ نکالا کہ روڈ جہاں ایک نالے سے گزرتا ہے اور دوسری جگہ سے نسبتاً کم کھلا ہے وہاں پر زگ زیگ (Zig Zag) شکل میں ہم نے تین مائن نصب کئے جن سے ٹکرائے بغیر کانوائے کا گزرنا بہت مشکل تھا اور اس کے ساتھ اپنا بلاسٹنگ نظام فیٹ کرنے کے لیے جگہ کھودی تا کہ اگر کینیڈین آرمی کا کانوائے آجائے تو اسے جلد ہی پھٹنے کے لیے تیار کیا جا سکے۔

اس کے علاوہ ہم نے مزید ایک بارودی سرنگ گنبد سے شین جانے والے روڈ پر لگائی اور اپنا ایجاد کردہ خانچہ لگانے کے لیے سڑک کے دونوں طرف جگہ کی کھودائی کر دی تا کہ ایک ہی سڑک پر کینیڈین آرمی کا قافلہ کس بھی سمت سے آجائے تو ہماری فٹ شدہ مائن (بارودی سرنگ) ہر حال میں ٹرک، بکتر بند گاڑی، ٹینک یا جو بھی گاڑی قافلے میں سب سے آگے ہو اس کے نیچے عین وسط میں بلاسٹ ہو جس سے دشمن کی گاڑی کے پرخچے اڑ جائیں، گنبد شین روڈ پر سے کینیڈین آرمی کے کانوائے زیادہ تر گزرتے تھے اور جس جگہ ہم نے مائن (بارودی سرنگ) بچھائی تھی وہ جگہ بھی تنگ تھی اس لیے گنبد سے اگر قافلہ قندھار جاتے ہوئے اس راستہ سے گزرتا ہے تو بھی اس کا شکار ہو جائے گا۔

اور اگر قندھار سے آتے ہوئے اس راستے سے گزرتا ہے تو بھی اس مائن کا (ان شاء اللہ) ضرور نشانہ بنے گا۔ ہم نے اپنے نصب کردہ مائن (بارودی سرنگوں) کے بیٹری کلپس ایک گڑھے میں رکھ کر پلاسٹک شیٹ سے ڈھانپ دیئے تا کہ جیسے ہی کینیڈین آرمی کا قافلہ آئے، ہم پہلے سے کھودی ہوئی جگہ میں خانچہ کو فٹ کر کے ان بیٹری کلپس سے جوڑ کر اس کا سسٹم بحال کر دیں۔ جیسے ہی کینیڈین آرمی کی گاڑی اس سے ٹکرائے تو اس سے منسلک بارودی سرنگ دھماکہ سے بلاسٹ ہو جائے۔

قابل دید کارروائی:

ایسی قابل دید کارروائیوں سے یہود ونصاری کو جو نکیل پڑی ہے وہ قابل دید بھی ہے اور قابل داد بھی۔

ہم مائن لگا کر واپس آئے تو رات کا ایک بج چکا تھا، میں اور خلیفہ بھائی دن بھر کی تھکاوٹ کی وجہ سے لیٹتے ہی نیند کی آغوش میں چلے گئے جب صبح بیدار ہوئے تو مؤذن کی دلکش آواز سے اذان کے کلمات ماحول کو منور کر رہے تھے۔ہم نے فجر کی نماز با جماعت محبت خان کے باغ میں ہی ادا کی صلوٰۃ الفجر کی ادائیگی کے تھوڑی دیر بعد ہی محبت خان اپنے گھر سے افغان طرز کا ناشتہ لے کر آ گیا۔ہم نے علی الصبح ہی ناشتہ کیا اور افغانی قہوہ سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ خلیفہ بھائی نے محبت خان سے کہا کہ وہ بھی آج ہمارے ساتھ چلے لیکن محبت خان نے یہ کہہ کر معذرت کی کہ اسے اپنے چچا کے ہمراہ کسی کام کے لیے جانا ہے جہاں سے ظہر سے قبل واپسی ممکن نہیں ہے اس کے بعد میں ان شاء اللّٰہ تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہوں۔

لیکن ہم نے اسے کہا ہم نے صرف مائنز (بارودی سرنگ) کا کیموفلاج چیک کرنا ہے کیونکہ ہم نے ان کو رات کے اندھیر میں نصب کیا ہے اس لیے ہمیں صبح جلدی جانا ہی مناسب ہے اور علاقے سے جا کر تازہ معلومات بھی حاصل کر لیں گے کیونکہ بعض اوقات کینیڈین آرمی کے کانوائے گزرنے سے قبل تلاشی لینے والا گروپ بھی راستے کی تلاشی لینے کے لیے آجاتا تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ مائن اچھی طرح کیموفلاج نہ ہو اور تلاشی لینے والا گروپ نکال کر لے جائے۔

میں اور خلیفہ بھائی محبت خان کے باغ سے نکلے اور احتیاط کے ساتھ اپنے نصب کیے ہوئے مائنز کی جانب روانہ ہو گئے ہم نے گنبد سے شین جانے والے روڈ پر جانا تھا، جہاں ہم نے ایک مائن (بارودی سرنگ) نصب کی تھی ہم پیدل برساتی نالے سے گزر رہے تھے جس سے آگے پہاڑی ٹیلوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا اور ان ہی پہاڑوں ٹیلوں کے درمیان سے روڈ گزرتا تھا جس کے دوسری طرف بلند اور سنگلاخ پہاڑ واقع تھے۔

ابھی ہم پہاڑی ٹیلوں کے قریب ہی پہنچے تھے کہ میرے مخبر نے اطلاع دی کہ کینیڈین آرمی کا قافلہ آپ سے ۴ یا ۵ کلومیٹر کے فاصلے پر کہیں محوسفر ہے یعنی میرے مخابرے پر ٹون آنے لگی میں نے خلیفہ کو آگاہ کیا کہ ہم سے چار یا پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر کینیڈین آرمی کا قافلہ محوسفر ہے خلیفہ بھائی نے حیران ہوکر پوچھا وہ کیسے؟ میں نے اسے اس مخابرہ جامنگ سے پہلے آنے والی ٹونز کی یاد دھانی کروائی تو خلیفہ نے کہا بے شک اللہ کی ہی تدبیر غالب رہتی ہے کیونکہ کینیڈین آرمی نے جو اپنی حفاظت کا سامان کیا ہے آج وہی اس کی مخبری کر کے اس کی موت کا سامان بھی فراہم کر رہا ہے خلیفہ نے مزید کہا کہ آج ہمارے پاس نہ تو زیادہ وسائل ہیں اور نہ ہی جدید ہتھیار یہ تو محض نصرت خداوندی ہے جو طالبان کے ساتھ شامل حال ہے۔

میں نے کہا کہ اگر اللہ کی نصرت اور توفیق طالبان کے ساتھ رہی تو یہ اتحادی کفر کے احزاب جلد شکست کھا کر یہاں سے بھاگ جائیں گے۔ پھر یہ ہم پر حملہ آور نہیں ہوسکیں گے بلکہ ہم ان پر حملہ آور ہو کر اعلائے کلمۃ اللہ کا فریضہ حضرت امیر المومنین ملاّ محمد عمر حفظہ اللہ کی قیادت میں سرانجام دیں گے۔ میں نے یہ خدشہ ظاہر کیا کہ ہوسکتا ہے کینیڈین آرمی کا قافلہ اسی گنبد شین روڈ پر آ رہا ہو اس لیے ہمیں جلد از جلد ان پہاڑوں میں پہنچ جانا چاہیے، تھوڑی دیر میں ہم ان پہاڑیوں میں پہنچے تو میں نے خلیفہ بھائی سے کہا کہ وہ جلد از جلد مائن کے پاس جائیں اور خانچہ کو بیٹری کلپس کے ساتھ جوڑ دے اور اس کا کرنٹ ابھی بحال نہ کرے اور وہاں پر انتظار کرے جیسے ہی میں آپ کو اطلاع دوں گا کرنٹ بحال کر دینا اور میں پہاڑی پر چڑھ کر راستے کی ریکی کرتا ہوں کہ قافلہ کدھر سے آ رہا ہے میں نے پہاڑی پر چڑھ کر دیکھا تو قافلہ کا دور دور تک کوئی نام ونشان نظر نہیں آ رہا تھا لیکن مخابرے پر اس کی ٹونز بھی آ رہی تھیں اور خالی کان سے ٹینکوں کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔

خلیفہ نے مائن کے پاس پہنچ کر اندازے سے خانچہ فٹ کر دیا اور بیٹری کلپس کے ساتھ جوڑ کر انتظار کرنے لگا اب ٹینکوں کے چلنے کی آوازیں گنبد کیمپ کی طرف سے آنے لگی۔

تھوڑی دیر میں گنبد روڈ کی طرف سے ایک بزرگ آ رہے تھے جو کہ طالبان کے ہمدرد اور معاون تھے ہم نے جہاں مائن نصب کی تھی اس کے قریب ہی ان کا گھر تھا میں نے مخابرہ (وائرلیس سیٹ) پر خلیفہ بھائی کو پیغام دیا کہ وہ اس بزرگ سے معلوم کریں کہ قافلہ کدھر گیا ہے خلیفہ نے اس بزرگ سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ قافلہ تو دوسرے روڈ پر جو گنبد سے سرخیل کی جانب جاتا ہے ادھر گیا ہے اور اب وہ نالے میں اتر کر راستے کی تلاشی لے رہا ہے اور ان کے ساتھ دو ٹینک بکتر بند گاڑی اور کیمرے والی جیپ (جامنگ سسٹم والی گاڑی) ہے۔

یہ معلومات ملنے کے بعد میں نے خلیفہ بھائی سے کہا کہ وہ خانچے کو مائن (بارودی سرنگ) سے الگ کر دے (کیونکہ روڈ سے گزرتی ہوئی کوئی سول گاڑی بھی اس سے اُڑ سکتی ہے) اور خود کسی محفوظ مقام پر بیٹھ جائے، خلیفہ بھائی نے بیٹری اور اپنی تیار کردہ خانچہ کو مائن (بارودی سرنگ) سے الگ کیا اور طالبان کے معاون بزرگ جس سے قافلہ کے متعلق معلومات حاصل کیں تھیں ان کے ساتھ ان کے گھر چلا گیا اور محفوظ جگہ پہنچ کر اس نے مجھ سے وائرلیس پر رابطہ کیا مجھ کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ کینیڈین آرمی کا تلاشی لینے والا گروپ اپنے حفاظتی دستے سمیت سرخیل گنبد روڈ پر تلاشی لے رہا ہے۔ اور وہ برساتی نالے میں جہاں سے روڈ گزرتا ہے اتر چکا ہے تو میں پریشان ہو گیا کیونکہ اسی جگہ ہم نے زگ زیگ شکل میں تین مائن (بارودی سرنگ) نصب کیں تھیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگا کہ اللہ ان اسلام کے دشمنوں کو اندھا کر دے اور ان کے تمام آلات حرب کو جام کر دے اور ہماری نصب شدہ مائنز کی حفاظت فرما۔

اب میں دوسری بلند پہاڑی پر چڑھ گیا جہاں سے گنبد سرخیل روڈ نظر آ رہا تھا۔ میں پہاڑی پر ایک محفوظ جگہ پر بیٹھ گیا۔ جہاں سے میں تو باہر کے حالات کا اچھی طرح جائزہ لے سکتا تھا لیکن باہر سے کوئی آدمی مجھے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں گنبد سرخیل روڈ کا اچھی طرح معائنہ کر رہا تھا لیکن کینیڈین نہ خود نظر آ رہے تھے نہ ہی ان کی کوئی گاڑی، وہ نالے والی جگہ سے ہی روڈ کی تلاشی لے رہے تھے۔ اب صبح کے دس بج چکے تھے اور آہستہ آہستہ کینیڈین

تلاشی لیتے ہوئے اوپر آئے تو مجھے بھی نظر آنے لگ گئے میں نے اپنا ہینڈی کیم ویڈیو کیمرہ آن (ON) کیا اور تلاشی لینے والے گروپ اور اس کے حفاظتی دستے کی مووی بنانے لگا۔

کینیڈین آرمی کے اہلکار مائن ڈٹیکٹر اور کتوں کی مدد سے روڈ کی تلاشی لے رہے تھے اور کینیڈین آرمی کے چاق و چوبند جوان ان کو گھیرا ڈالے کھڑے تھے ان کو اپنے جھوٹے خداؤں اور آلات حرب پر بڑا ناز تھا اور تکبر سے ان کی گردن اکڑی ہوئی تھی۔ یہ غرور وتکبر کے پتلے اور کفر کے علمبردار ایک بجے تک راستے کی تلاشی لیتے رہے اس کے بعد یہ اپنے سدھائے ہوئے کتوں سمیت بکتر بند گاڑیوں میں سوار ہو گئے اور سر خیل گنبد روڈ سے واپس گنبد کیمپ میں جانے کی بجائے سیدھا آگے قندھار کی طرف چلے گئے۔

اسی دوران محبت خان نے رابطہ کیا اور اس نے بتایا کہ وہ واپس اپنے گھر کی طرف آرہا تھا کہ راستے میں اُس (محبت خان) نے کینیڈین آرمی کے قافلے کو سر خیل گنبد روڈ سے ٹرن (Turn) لے کر شین گنبد روڈ پر آتے دیکھا ہے شاید جہاں وہ اپنے کانوائے کی ترتیب لگانے کے لیے کھڑے تھے، ہوسکتا ہے کہ وہ واپس گنبد کیمپ جانے کے لیے شین گنبد روڈ کو ہی استعمال کریں۔

اُدھر کینیڈین آرمی کے تلاشی گروپ نے بڑی تفصیلی تلاشی لی تھی لیکن اسے راستے میں سے کچھ نہیں ملا اور ہماری نصب شدہ تمام مائنز محفوظ تھیں، جن کو ہم کسی بھی وقت کینیڈین کانوائے کی آمد پر استعمال کر سکتے تھے۔ میں نے محبت خان سے یہ اہم اور تفصیلی معلومات حاصل ہو جانے کے بعد خلیفہ بھائی کو بذریعہ (وائرلیس سیٹ) مخابرہ پیغام دیا کہ کینیڈین آرمی کا قافلہ شین کی طرف سے گنبد بستی کی جانب آرہا ہے آپ راستے کی اس سمت اپنا تیار کردہ خانچہ فٹ کر دیں اور بیٹری لگا کر اس کا کرنٹ بحال کر دیں، کیونکہ اب شین کی طرف سے کسی سول گاڑی کے آنے کا تو اندیشہ بالکل نا تھا کیونکہ کینیڈین کسی سول گاڑی کو اپنا کانوائے کراس نہیں کرنے دیتے اور دوسری سمت سے آنے والی گاڑی کا اس سے ٹکرانا نا ممکن ہے۔

خلیفہ جو کہ طالبان کے ہمدرد اور معاون بزرگ کے گھر بیٹھا تھا اُس نے میرا پیغام سننے کے بعد مائن کے ساتھ ہمارا تیار کردہ خانچہ فٹ کر دیا اور بیٹری کلپس لگا کر اس کا کرنٹ بحال کر دیا اور مجھے مائن کے بالکل تیار ہونے کا عندیہ دے دیا، میں نے خلیفہ بھائی سے کہا کہ آپ واپس محبت خان کے گھر چلے جاؤ چنانچہ وہ واپس محبت خان کے گھر چلے گئے، میں نے روڈ پر نظر دوڑائی تو روڈ مجھے بالکل صاف نظر آیا، جو ہر قسم کی سول عوامی اور فوجی گاڑیوں سے خالی تھا، میں نے اپنا ہنڈی کیم ویڈیو کیمرہ اور گرنیڈ سنبھالے جو کہ ہنگامی حالت میں دشمن سے مذاکرات کرنے کو بالکل تیار تھے، میں اس پہاڑی سے نیچے اتر آیا اور روڈ کراس کر کے دوسری طرف بڑے اور سنگلاخ پہاڑ پر آ گیا میں ابھی روڑ سے تھوڑا دور ہی تھا اور پہاڑ پر ایک آڑ کے پیچھے کھڑے ہو کر میں نے روڈ پر نگاہ دوڑائی تو مجھے کینیڈین آرمی کا ٹینک آتا نظر آیا اور میں نے تیزی سے پہاڑ کے اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔

اسی دوران میں نے خلیفہ بھائی سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس وقت میرا مخابرہ بالکل جام ہو چکا تھا اور قافلہ مجھ سے تقریبا ایک کلومیٹر نیچے روڈ پر سے گزر رہا تھا اب ہماری بچھائی ہوئی مائن کی طرف قافلہ بڑی تیزی سے بڑھ رہا تھا، کینیڈین آرمی کے قافلے اور ہماری بچھائی ہوئی مائن کے درمیان اب صرف 200 میٹر کا فاصلہ تھا۔ میں نے اپنے ویڈیو کیمرہ سے قافلے کی مووی بنانا شروع کر دی اب آگے روڈ صاف تھا جس کی وجہ سے سب سے آگے جانے والے ٹینک نے سپیڈ اور بڑھادی اور باقی قافلہ بھی اس کے پیچھے تیز رفتاری سے رواں دواں تھا کہ اب ہمارے نصب شدہ مائن اور خانچہ سے ٹینک صرف 30 میٹر کے فاصلے پر تھا، میرا دل دھک دھک کر رہا تھا اور میں اپنے رب سے مشن کی کامیابی کے لیے دعائیں کر رہا تھا اور دل سے کامیابی اور ناکامی کے ملے جلے خیالات کا گزر تھا۔

اسی دوران ٹینک ہماری نصب شدہ مائن کے بالکل قریب پہنچ گیا اور جہاں مائن نصب تھی اس کے ایک طرف برساتی نالہ گزرنے کی وجہ سے گہری کھائی اور دوسری طرف ایک بڑا بلند وقامت پتھر تھا اور ٹینک کے گزرنے کے لے مائن کے اوپر ہی سے راستہ بچا تھا۔ اب

ٹینک بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا جیسے ہی کینیڈین ٹینک کا اگلا پہیہ ہمارے فٹ شدہ خانچے کے ساتھ ٹکرایا تو مائن ایک زبردست شعلہ اور زوردار دھماکہ سے بلاسٹ ہوگئی اور سیاہ دھویں کے بادلوں کے درمیان میں سے ٹینک کے ٹکڑے فضاء میں بکھرتے نظر آئے اور اس کے ساتھ ہی روڈ پر ٹینک کی باقیات کو آگ لگ گئی۔

کینیڈین آرمی کی بدحواسی:

جب کینیڈین آرمی کا قافلہ محوسفر تھا اور بڑی تیز رفتاری کے ساتھ اپنے کیمپ کی جانب بڑھ رہا تھا کہ اچانک روڈ پر زبردست دھماکہ ہوا اور اس کا ٹینک تباہ ہوگیا تو باقی ماندہ قافلہ نے بدحواس ہوکر اچانک بریک لگائی تو ان کی گاڑیاں آپس میں ٹکراگئیں اور سب سے آگے والی جیپ جس میں ان کا جامنگ سسٹم نصب ہوتا ہے بڑی مشکل سے تباہ شدہ ٹینک سے ٹکرانے سے بچی جس سے اُس وقت بلند شعلے نکل رہے تھے۔

کینیڈین آرمی نے اپنے قافلے کو واپس بھگایا اور سومیٹر پیچھے جا کر رک گئے اور اندھا دھند چاروں طرف فائرنگ شروع کردی اور بچ جانے والے ٹینک پر نصب گن بھی شعلے اگل رہی تھی۔ یہ ان کی بدحواسی کی علامت تھی کہ وہ کسی ٹارگٹ اور ہدف کو دیکھے بغیر پہاڑوں، برساتی نالوں میں اندھا دھند فائرنگ کررہے تھے، میں اتنی دیر میں محفوظ جگہ دوسری پہاڑی پر پہنچ چکا تھا، تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد فضاء میں تین ہیلی کاپٹر گردش کرنے لگے جن میں ایک ٹرانسپورٹ اور دو جنگی ہیلی کاپٹر تھے، ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹر نیچے جلتے ہوئے ٹینک کے قریب اتر گیا ہیلی کاپٹر میں سوار کینیڈین فوجیوں نے نیچے اتر کر جلتے ہوئے ٹینک پر کیمیکل کی سپرے کر کے آگ کو مدہم کیا اور کینیڈین فوجیوں کی سوختہ لاشوں کو نکالا اور ہیلی کاپٹر میں رکھیں اور واپس روانہ ہوگئے۔

امریکی طیاروں کی بمباری:

جب تباہ شدہ ٹینک سے کینیڈین آرمی کے ہلاک ہونے والے فوجیوں کی لاشیں نکال کر ہیلی کاپٹر واپس چلے گئے تو امریکی جیٹ طیارے اور ڈرون (جاسوس) طیارے فضا میں

گردش کرنے لگے۔ میں نے اپنا مخابرہ بند کیا اور ہینڈی کیم ویڈیو کیمرہ جھاڑی کی اوٹ سے نکال کر مووی بنانے لگا۔ اسی دوران امریکی جیٹ طیاروں نے پہاڑوں اور برساتی نالوں میں بمباری کرنا شروع کر دی، لیکن ان سنگلاخ پہاڑوں پر انسانی حیات موجود نہ ہونے کی وجہ سے جانی نقصان نہ ہوا۔ امریکی طیارے آدھ گھنٹہ تک تباہ کن بمباری کرنے کے بعد واپس چلے گئے۔

لیکن ڈرون طیارے فضا میں پھرتے رہے میں ایک پہاڑی غار جس کے منہ پر بڑی گنجان جنگلی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں اس میں کارروائی کرنے کے بعد روپوش تھا اسی جگہ میں نے تیمّم کر کے نماز ظہر اور نماز عصر ادا کی جب جاسوس طیاروں کی آوازیں آنا بند ہو گئیں تو میں غار سے باہر نکل کر حالات کا جائزہ لینے لگا۔

اچانک فضا میں ایک امریکی جیٹ طیارہ نمودار ہوا اور اس نے تباہ شدہ ٹینک کے اوپر غوطہ لگا کر بم مارا جو کہ اس سے تھوڑے فاصلے پر لگا اُس نے اسی طرح غوطہ لگا کر تین بم مارے لیکن کوئی بھی نشانہ پر نہ لگا، یہ طیارہ تھوڑی دیر فضا میں گردش کرنے کے بعد واپس چلا گیا۔

طالبان سے رابطہ:

کینیڈین آرمی پر یہ کارروائی ظہر سے قبل ہوئی تھی جس میں ان کا ٹینک تباہ ہوا تھا اور اس وقت کا سورج عصر اور مغرب کے درمیانی وقت کی نشاندھی کر رہا تھا، جب امریکی جیٹ طیارہ بڑے بڑے بم برسا کر تباہ شدہ ٹینک کی باقیات کو تباہ کرنے کی ناکام کوشش کرنے کے بعد واپس چلا گیا تو میں نے ایک جنگلی انجیر کے درخت کے نیچے بیٹھ کر اپنا مخابرہ (وائرلیس سیٹ) آن (On) کیا۔ تو اس علاقے میں موجود طالبان میرے نمبر پر پکار رہے تھے میں نے کسی کو بھی جواب نہ دیا لیکن اسی دوران میں نے خلیفہ بھائی کی آواز سنی جو کسی طالب کو بتا رہا تھا کہ کارروائی سے پہلے حیات اللہ آخری مرتبہ گنبد شین روڈ پر واقع پہاڑوں میں دیکھا گیا ہے۔

دھما کہ کے بعد سے اس کے ساتھ رابطہ نہیں ہوا معلوم نہیں وہ بمباری میں زخمی یا شہید ہو گیا ہو یا کینیڈین آرمی نے اس کو گرفتار کر لیا ہو، ان باتوں سے مجھے طالبان کی اپنے بارے میں فکر مندی کا اندازہ ہوا کہ وہ کس قدر پریشان ہیں میں نے محبت خان اور خلیفہ سے رابطہ کر کے اطمینان دلانے کے لیے کہا کہ میں ٹھیک ہوں آپ فکر مند نہ ہوں رابطہ بعد میں کروں گا پھر میں نے ایک ریپیٹر نمبر پر رابطہ کر کے اپنے مسئول کمانڈر ملاّ عبدالشکور کے ساتھ رابطہ کیا اور کینیڈین آرمی کے ٹینک تباہ ہونے کی خوشخبری سنائی اور باقی تفصیلات سے بعد میں آگاہ کرنے کا وعدہ کیا اور پھر میں نے اپنا مخابرہ (وائرلیس سیٹ) بند کر دیا۔

تباہ شدہ ٹینک کی باقیات

اب مغرب کا وقت ہو چکا تھا میں نے اپنا مخابرہ (وائرلیس سیٹ) دوبارہ آن (On) کیا اور محبت خان سے رابطہ کیا تو محبت خان اپنے گھر میں موجود تھا میں نے اسے تباہ شدہ ٹینک کے پاس آنے کا کہا، میں آدھے گھنٹے میں تباہ شدہ ٹینک کے قریب پہنچ گیا۔ تو محبت خان وہاں پہلے سے موجود تھا، ہم نے تباہ شدہ ٹینک کو دیکھا تو وہ بہت زیادہ گرم تھا اور ہلکا ہلکا دھواں بھی نکل رہا تھا اور ٹینک کے ٹائر علیحدہ ہو چکے تھے اور ٹینک کئی ٹکڑے ہو چکا تھا اس کی بیرل اس سے علیحدہ ہو چکی تھی اس کی وجہ یہ تھی ٹینک کے بالکل درمیان میں نیچے کی طرف ایک دروازہ ہوتا ہے جسے فوجی فائرنگ کے تبادلہ کے دوران باہر نکلنے کے لیے استعمال کرتے ہیں ہمارا مائن بالکل اس دروازے والی جگہ پر پھٹا تھا جس کی وجہ سے ٹینک کے اندر موجود کوئی بھی فوجی نیچے نہ اتر سکا۔ ہم نے وہاں پر موجود مقامی لوگوں سے معلومات حاصل کیں کہ کینیڈین آرمی کے اہلکار کتنی لاشیں نکال کر لے گئے ہیں تو انہوں نے ان کی تعداد اٹھارہ بتائی ہم نے جلتے ہوئے ٹینک کی مووی بنائی اور اس کی تلاشی اگلے دن پر مؤخر کر کے واپسی کی راہ لی اور خلیفہ بھائی سے رابطہ کیا اور کہا ہم آپ کی طرف آ رہے ہیں جس پر خلیفہ بھائی نے یہ کہہ کر کال کاٹ دی کہ آپ آئیں میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں لیکن محبت خان جو میرے ساتھ تھا کہنے لگا کہ آپ کی ایک طالبان کے ہمدرد شخص نے دعوت کی ہے وہاں جانا ہے ۔مغرب

کی نماز ہم نے ایک چشمہ پر وضو کر کے ادا کی اور راستہ سے خلیفہ بھائی کو ساتھ لیا اور دعوت والے گھر پہنچ گئے۔

طالبان کے تہنیتی پیغامات:

میں نے کھانا کھانے کے بعد ملاّ عبدالشکور کو اس کامیاب کارروائی کی تفصیلات بتائیں اور انہیں بتایا کہ اس کامیاب کارروائی میں ۱۸ کینیڈین آرمی کے اہلکار واصل جہنم ہوئے ہیں، کمانڈر عبدالشکور صاحب نے یہ تمام تر تفصیلات سٹیلائٹ فون کے ذریعے B.BC کو جاری کر دیں اور مجھے اس شاندار کارروائی پر مبارک باد دی۔ میں عصر کے بعد ریپٹر کے ذریعے اس کامیاب کارروائی کی خبر ملاّ عبدالشکور کو دے چکا تھا جس کی خبر قریبی تمام اضلاع کے طالبان کو ہو چکی تھی۔

اس خوشخبری کا پھیلنا تھا کہ طالبان کی جانب سے مبارک باد کے تہنیتی پیغامات وصول ہونا شروع ہو گئے جن میں کمانڈر مولوی یار محمد، کمانڈر ملاّ حیدر، ملاّ طور نقیب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اسی دوران سبعون خان سے رابطہ ہوا اس نے بھی مجھے اس شاندار کامیاب کارروائی پر مبارک باد دی۔ تھوڑی دیر میں بذریعہ ریپٹر قاری فیض اللہ صاحب سے رابطہ ہوا انہوں نے بھی اس کامیاب کارروائی پر مبارک باد دی اور کہا کہ اس سے طالبان کے حوصلے بلند ہوں گے اور علاقے میں اتحادی افواج کے ہمدردوں پر رعب بھی پڑے گا اور دل برداشتہ سادہ لوح طالبان کا مورال بھی بلند ہوگا تم نے اپنی شاندار حکمت عملی اور کامیاب جنگی چال سے کینیڈین آرمی کے گماشتوں کو چکرا کر رکھ دیا ہے۔

میں نے کہا یہ تو اللہ کا خاص فضل ہے اور اس کی توفیق سے ہی یہ کارروائی ہوئی ہے اس میں بندہ کا کوئی ذاتی کمال نہیں ہے انہوں نے مزید کہا کہ اس طرح کی کامیاب کارروائی کے طریقوں سے دوسرے طالبان کو بھی آگاہ کرو تاکہ وہ بھی صلیبی افواج کے خلاف کامیاب کارروائیاں کر سکیں تاکہ صلیبی اور ان کے اتحادی کفر کے علمبردار جلد از جلد سرزمین شہداء افغانستان سے بھاگنے پر مجبور ہو جائیں۔

کینیڈین آرمی کے ترجمان کا اعتراف:

صبح ہم نے فجر کی ادائیگی کے بعد بی بی سی BBC کی خبریں سنیں جس میں BBC نے کینیڈین آرمی کے خلاف طالبان کی اس کامیاب کارروائی کی خبر نشر کی اور 18 کینیڈین فوجیوں کے ہلاک ہونے کی خبر بھی جاری کی اور اس کے ساتھ قندھار میں متعین کینیڈین آرمی کے ترجمان کا اعترافی بیان بھی جاری کیا جس میں اُس نے ٹینک کے تباہ ہونے اور فوجیوں کے مرنے کا اعتراف کیا اور BBC کے تجزیہ نگار نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اسے طالبان کی ایک بڑی کامیابی قرار دیا۔

ملاّ عبدالرحمٰن کے تاثرات:

اس کے بعد ہم نے ناشتہ کیا میں محبت خان کے ساتھ ٹینک کی طرف روانہ ہو گیا اور خلیفہ بھائی کو مولوی حمید اللہ کے پاس بھیج دیا، جب ہم ٹینک کے پاس پہنچے تو یہاں کا منظر ہی عجیب تھا گزشتہ دن کی کارروائی میں ٹینک تباہ ضرور ہوا تھا اسے آگ بھی لگی تھی دو ٹائروں کے علاوہ ٹینک مکمل تھا لیکن اب ہمارے سامنے صرف ٹینک کا ڈھانچہ پڑا ہوا تھا اور بہت سارے مقامی لوگ ہتھوڑے، رینچ کی مدد سے ٹینک کو ٹکڑوں میں بدل کر لے جا رہے تھے ہم دونوں صبح سویرے ہی پہنچ گئے تھے لیکن مقامی افراد ٹینک کی بیرل، ٹائر، فلش ہائنڈر، دروازہ اور ٹینک کے بہت سے سارے حصے کھول کر لے جا چکے تھے۔

میں نے فوراً کیمرہ آن (On) کیا اور اس توڑ پھوڑ کی قلمبندی شروع کر دی یہاں تھوڑی دیر میں مقامی امام مسجد ملاّ عبدالرحمٰن تشریف لے آئے میں نے انہیں اپنے تاثرات بیان کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے مقامی لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد

فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰه الرحمن الرحیم

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَ عَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ

هُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ وَ عَسٰۤی اَنۡ تُحِبُّوۡا شَیۡئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّکُمۡ وَ اللّٰهُ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ○﴾ (البقرہ: ۲۱۶)

وقال النبی ﷺ :أمرت ان اُقاتل الناس حتی یشهدوا ان لا الٰه الا اللّٰه و ان محمدا رسول اللّٰه۔ (صحیح البخاری ص ۸ جلد نمبرا)

وقال رسول اللّٰه ﷺ لغدوة فی سبیل اللّٰه اوروحة خیر من الدنیا وما فیها . (صحیح البخاری ص ۳۹۲ جلد نمبرا)

وقال رسول الله ﷺ ان اللّٰـه تعالیٰ جعل رزقی تحت ظل رمی وجعلت الذلة والصغار علی من خالف امری .

(حاشیہ صحیح البخاری ص ۴۰۸ جلد نمبرا)

میرے دوستو ساتھیو اور ہم وطنو!

اللہ تعالیٰ نے ہماری دنیا اور آخرت میں کامیابی کے لیے جو احکامات اور فرائض نازل کیے ہیں ان پر یقین رکھنا اور عمل کرنا ہماری ذمہ داری ہے اسلام پوری دنیا میں غالب ہونے کے لیے آیا ہے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا○﴾ (الفتح: ۲۸)

''وہ اللہ جس نے بھیجا اپنا رسول سیدھی راہ پر اور سچے دین پر تا کہ غالب کرے اس دین کو تمام ادیان پر اور کافی ہے اللہ حق ثابت کرنے والا۔''

اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر اسلام کو دوسرے ادیان پر غالب کرنے کا حکم موجود ہے اس دین کو پوری دنیا میں غالب کرنے کے لیے جو فریضہ اور حکم اتارا گیا ہے وہ جہاد کا حکم ہے جہاد کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں درج فرمایا ہے۔

﴿کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ وَ هُوَ کُرۡهٌ لَّکُمۡ﴾

''کہ اللہ کے راستے میں کافروں کو قتل کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے چاہے تمہیں

نا گوار گزرے۔"

میرے بھائیو اس فریضے پر یقین رکھنا کہ جہاد اللہ کا حکم ہے

جہاد اللہ کی طرف سے فرض ہے۔ جہاد دین کے غلبہ کا ذریعہ ہے۔ جہاد دین کی حفاظت کا راستہ ہے۔ یہ عقیدہ اور یقین رکھنا ہم پر فرض ہے جو یہ عقیدہ نہیں رکھتا اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کو اپنے ایمان کی تجدید کرنا ضروری ہے۔ جو قرآن کی آدھی آیت کا بھی انکار کرے کافر ہے۔

جہاد کا حکم قرآن کی ساڑھے چار سو سے زائد آیات میں ہے جو اس کا انکار کرے یا اس کی باطل تاویل کرے وہ کافر ہے وہ مومن نہیں ہوسکتا۔

اے محمد عربی ﷺ کے پیروکارو

اے خالد وضرار رضی اللہ عنہما کے نام لیواؤ!

اٹھو...... اٹھو...... آج امت مسلمہ پر کفر ہر طرف سے حملہ آوار ہے ...... آج کفر کے لشکر بیت اللہ اور مسجد نبوی کے قریب پہنچ چکے ہیں ...... آج قبلہ اوّل یہود کے قبضہ میں ہے...... آج کشمیر، افغانستان عراق کے مسلمان یہود و ہنود اور نصاری کے ظلم کا شکار ہیں ...... آج ہزاروں مسجدیں شہید کی جا چکی ہیں۔

اے محمد عربی ﷺ کے وارثو! ایک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مسئلہ تھا حضور ﷺ چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موت پر بیعت لے رہے ہیں، بنوقینقاع میں ایک مسلمان عورت کی عزت کا مسئلہ تھا حضور ﷺ پورے لشکر کو لے کر پہنچ گئے۔

آج ہم اپنے آپ کو اللہ کے پاک نبی ﷺ کا وارث بھی کہتے ہیں لیکن اس امت کی مظلوم بیٹیاں، کفار کی قید میں سسک رہی ہیں، آج حضور ﷺ کی ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے، آج ابوغریب جیل سے لے کر گوانتاناموبے کے عقوبت خانے تک، صالح مسلمان نوجوان بیٹیاں اور بیٹے صلیبیوں کی قید میں ہیں...... آج افغانستان کی خالص اسلامی حکومت کو ختم کر کے پوری دنیا کا کفر اپنا ظالمانہ نظام جمہوریت لے کر یہاں افغانستان آ گیا ہے۔

پوری دنیا کا کفر اکٹھا ہو کر اسلام اور مجاہدین کو مٹانے کے لیے سرزمین شہداء پر آ چکا ہے ان کے خلاف علماء کرام کی قیادت و سیادت میں طالبان جہاد کر رہے ہیں اور یہ جہاد فرض ہے۔ لہٰذا تم بھی اٹھو اور ان کے خلاف اس معرکہ میں شریک ہو جاؤ، اٹھو تم بھی اس معرکہ خیر و شر میں اپنا حصہ ڈالو اور ان کا حشر ایسا کر دو جیسا طالبان نے اس صلیبی ٹینک کا کیا ہے اور جہاد کے متعلق کسی وسوسہ کا شکار نہ ہو جانا (ملّا عبدالرحمٰن نے ٹینک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) جہاد اس طرح کا فرض ہے جیسا طالبان کرتے ہیں۔

اگر تم نے جہاد نہ کیا تو سن لو

من مات ولم یغز ولم یحدث به نفسه مات علی شعبة من نفاق.)) (مسلم، ابو داؤد، نسائی)

''جو شخص اس حال میں مر گیا کہ کبھی نہ جہاد کیا نہ اپنے دل میں اس کا ارادہ کیا تو اس کی موت ایک قسم کے نفاق پر ہوئی۔''

اس وعید سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر لو۔

مقامی افراد کا عزم جہاد:

ملّا عبدالرحمٰن جو کہ جہاد کی ترغیب اور طالبان کی حمایت پر بیان کر رہے تھے ان کے پر اثر اور پر جوش خطاب کو سن کر بہت سارے نوجوانوں نے جہاد میں شریک ہونے کا عزم کیا اور انہوں نے کہا ہم امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف جہاد میں طالبان کے ساتھ ضرور شریک ہونگے اور جیسی بھی مالی، جانی، اخلاقی امداد کی ضرورت ہو گی پیش کرنے سے دریغ نہیں کریں گے اور ان عالمی غنڈوں کو سرزمین شہداء افغانستان سے بھاگنے پر مجبور کر دیں گے اور اگر اللہ کی مدد و نصرت اور توفیق شامل حال رہی تو جلد خالص، شرعی اسلامی حکومت قائم کریں گے۔

ہم نے تباہ شدہ ٹینک کا معائنہ کیا تو اس میں ہمیں تین TT ٹی ٹی پسٹل روسی ساختہ مال غنیمت میں ملے جسے ہم نے اٹھایا اور اُس جگہ پر آ گئے جہاں جیٹ طیارے نے بم مارے

تھے۔ وہاں ایک بم ہمیں اصلی حالت میں ملا جو کہ پھٹ نہ سکا تھا ہم نے اس بم کو گدھا گاڑی پر لادا اور اسے محفوظ مقام پر منتقل کر دیا، تا کہ بوقت ضرورت اسے صلیبی افواج کے خلاف استعمال کیا جا سکے۔

مولانا حمید اللہ باعمل عالم اور کامیاب تاجر:

میں نے اور محبت خان نے کافی جستجو کے ساتھ امریکی جیٹ طیارے کے بم کو محفوظ مقام پر منتقل کرنے کے بعد واپسی کی راہ لی ابھی ہم نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ میرے مخابرے (وائرلیس سیٹ) پر مخابرے کو جام کرنے والی ٹون آنے لگی یہ صبح آٹھ بجے کا وقت تھا میں نے محبت خان سے کہا گنبد میں واقع کینیڈین آرمی کے کیمپ میں تعینات اہلکاروں کی آج تبدیلی کا دن ہے قندھار سے آنیوالے کانوائے سے پہلے راستہ کو محفوظ بنانے والی گشتی پارٹی ضرور اسی روڈ پر محوسفر ہے اور گزشتہ کارروائی جس میں ان کا ٹینک تباہ ہوا اور جانی نقصان بھی کافی ہوا ہے اس لیے آج روڈ کی سخت نگرانی ہوگی۔

ہمیں جلد از جلد یہاں سے محفوظ مقام پر منتقل ہوکر اگلی پلاننگ کرنی چاہیے جب ہم روڈ سے نیچے اترے تو ہمیں ٹینکوں کا شور سنائی دینے لگا۔ محبت خان مجھے سرخیل اور گنبد کے درمیان واقع میان بستی میں طالبان کے معاون ہمدرد جانباز مجاہد مولانا حمید اللہ کے گھر کی جانب لے گیا ہم آدھ گھنٹہ پیدل چلنے کے بعد مولانا حمید اللہ کے گھر کے ساتھ بنے ہوئے مہمان خانہ میں پہنچ گئے۔

خلیفہ بھائی بھی پہلے ہی یہاں پہنچ چکے تھے ہم مہمان خانہ پہنچے تو خلیفہ بھائی اٹھ کر ملے اسی اثناء میں کشادہ پیشانی، گوری رنگت، مضبوط جسم اور دراز قد کا نوجوان جس کا چہرہ سنت نبوی ﷺ سے مزین اور سر پر افغانی طرز کی سفید پگڑی کا تاج سجا ہوا تھا مہمان خانہ میں داخل ہوا اور پرتپاک انداز میں مصافحہ اور معانقہ کیا ہمیں بیٹھنے کا کہا اور خود دوزانو پر وقار انداز میں ہمارے سامنے بیٹھ گیا، میں اس آنے والے نوجوان کی شخصیت اور انداز گفتگو سے بہت متاثر تھا کہ اسی دوران محبت خان نے میرا ان سے تعارف کروایا۔ اور مولانا حمید اللہ کے نام

سے تعارف کرانے کے بعد محبت خان نے بتایا کہ مولانا حمید اللہ ایک بڑے جامعہ کے فارغ التحصیل باعمل عالم دین ہیں، مولانا حمید اللہ ایک باعمل صالح نوجوان ہے اور جید عالم دین بھی اور شریعت کا پابند بھی ہے اور علاقے میں لوگوں کی دینی رہنمائی کا فریضہ بھی ادا کرتے ہیں۔ اور اللہ کے راستے کا ایک جاں نباز اور سرفروش مجاہد بھی، جو کہ علم و جہاد کا حسین امتزاج ہے، اس کے ساتھ ساتھ مولانا حمید اللہ ایک کامیاب تاجر بھی ہیں انکا اپنا وسیع کاروبار ہے وہ انجیر اور انار افغانستان کے مختلف علاقوں سے خرید کر پاکستان اور افغانستان کی منڈیوں میں فروخت کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ ان کے اپنے باغات بھی ہیں جن کا پھل مولانا حمید اللہ افغان ٹرانزٹ ٹریڈ کے ذریعے انڈیا کی منڈیوں تک لے جا کر فروخت کرتے ہیں اور بھاری ذرمبادلہ کماتے ہیں۔ مجھ کو افغانستان میں آئے کافی عرصہ گزر چکا تھا لیکن میری چند ایک افراد سے ہی ملاقات ہوسکی تھی جو اردو جانتے تھے، لیکن میاں بستی اور اس کے قرب وجوار میں مولانا حمید اللہ واحد آدمی تھا جو مجاہد فی سبیل اللہ اور علوم شریعت پر گہری نظر بھی رکھتا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اردو جانتا بھی تھا اور اُس میں اپنا مافی الضمیر بھی سمجھا سکتا تھا۔

افغانستان کے طول وعرض میں مہمان نوازی کے لیے قہوہ کا رواج ہے لیکن ہم مولانا حمید اللہ کے مہمان خانہ میں بیٹھے تھے کہ اُس وقت حیران کن صورت حال پیدا ہوگئی جب مولانا حمید اللہ کے بچے دودھ والی چائے لے کر آ گئے، میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ افغانستان سرزمین شہداء کا رواج قہوہ ہے اور دودھ والی چائے ناپید ہے اور مولانا حمید اللہ اس کے کس طرح عادی ہیں۔ لیکن صورت حال چند ہی لمحوں میں واضح ہوگئی کہ مولانا حمید اللہ کراچی (پاکستان) میں زیر تعلیم رہ چکے ہیں جہاں چائے کا عام رواج ہے اسی وجہ سے مولانا حمید اللہ دودھ والی چائے پینے کے عادی ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ پاکستانی مجاہدین بھی دودھ والی چائے کو پسند کرتے ہیں اسی لیے انہوں نے آج ہمارے لیے پاکستانی طرز کی دودھ والی چائے کا بندوبست کیا تھا۔ خیر کافی عرصہ کے بعد دودھ والی چائے پینے سے مزہ

دوبالا ہو گیا۔

کینیڈین آرمی پر دوسری کارروائی کی تیاری:

ہم چائے پی کر فارغ ہوئے تو گھڑی ساڑھے نو بجا رہی تھی، آج گنبد میں تعینات کینیڈین آرمی کے اہلکاروں کی تبدیلی کا دن تھا قندھار سے کینیڈین آرمی کے کانوائے کی آمد گیارہ اور بارہ بجے کے درمیان متوقع تھی روڈ پر سخت نگرانی جاری تھی روڈ کو محفوظ بنانے والی گشتی پارٹی روڈ پر گہری نظر رکھے ہوئے تھی اور شک گزرنے پر گشتی پارٹی کے اہلکار گاڑیوں سے نیچے اتر کر تلاشی بھی لے رہے تھے۔ سراغ رساں کتوں کی مدد سے نالوں، گڑھوں اور روڈ کے اطراف کی تلاشی بھی جاری تھی اور فضا میں ہیلی کاپٹر بھی محوگردش تھا، جو کہ فضائی نگرانی پر معمور تھا۔ لیکن جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے' کے مصداق ہم نے پہلی کارروائی کرنے کے دوران ہی گنبد سرخیل روڈ پر تین مائن نصب کیے تھے جو کہ روڈ کی کھلی جگہ پر نصب تھے جس کی وجہ سے کینیڈین آرمی کے حفاظتی دستہ نے روڈ کی تلاشی کے دوران اس جگہ کی تلاشی نہ لی اور اللہ نے سراغ رساں کتوں سے بھی ان تینوں مائنز کو محفوظ رکھا۔

قندھار سے قافلہ کی آمد میں ابھی ڈیڑھ سے ڈھائی گھنٹے باقی تھے، ہم نے خانچہ جس کے ذریعے ایک دن قبل ہم کینیڈین آرمی پر کامیاب کارروائی کر چکے تھے، اس خانچہ میں استعمال ہونے والا سامان جس کا ذکر میں گزشتہ صفحات پر کر چکا ہوں، مولانا حمید اللہ کے ذریعے حاصل کیا۔

میں محبت خان اور خلیفہ بھائی کے ساتھ مولانا حمید اللہ کے باغ میں چلا گیا، جہاں ہم نے تین عدد خانچے تیار کیے، اس تیاری میں تقریباً ہمیں ایک گھنٹہ صرف ہوا، ہم نے خانچہ کو محفوظ بنانے کے لیے پلاسٹک شیٹ سے اس کو کور بھی کیا اور مائنز کی تاروں سے جوڑنے کے لیے اس کی تاریں بھی محفوظ طریقے سے باہر نکال لیں، اب ہمارے لیے کام صرف خانچہ کو پہلے سے نصب شدہ مائنز کے ساتھ فٹ کرنا ہی بچا تھا۔

چار بجے کینیڈین آرمی کے کانوائے نے واپس قندھار جانا تھا، جس کو نشانہ بنانے کی

تفصیلات طے کرنے لگے، ہم نے جو تین مائن گنبد سرخیل روڈ پر نصب کیے ہوئے تھے وہ ایک کلومیٹر کے اندر اندر مناسب فاصلے پر نصب تھے، ایک آدمی کے لیے یہ مشکل بلکہ ناممکن تھا کہ وہ اس کڑی نگرانی میں خانچہ کو مائنز کے ساتھ فٹ بھی کرے اور محفوظ بھی رہے۔

اس لیے ہم نے خانچہ کو مائنز کے ساتھ منسلک کرنے کی ترتیب یوں بنائی کہ آخری مائن کے ساتھ میں اور میرے ہمراہ ایک طالب ہوگا جو کہ اسی علاقے کا رہنے والا تھا۔ درمیان والے مائن کے ساتھ محبت خان خانچہ کو فٹ کرے گا، پہلے مائن کے ساتھ خلیفہ بھائی خانچہ کو لگائے گا، قندھار قافلہ واپس جانے میں ابھی تقریباً چار گھنٹے باقی تھے، اسی دوران مولانا حمید اللہ کے گھر سے کھانا آ گیا، ہم نے باغ میں کھانا کھایا اور صلوٰۃ الظہر کا وقت جیسے ہی داخل ہوا ہم نے فوراً نماز ادا کی۔

اس کے بعد ہم نے تشکیل کے مطابق اپنی اپنی جگہ کی طرف روانگی کی تیاری کی، ہم خانچہ کو ہاتھ میں پکڑے روانہ ہونے ہی والے تھے کہ مولانا حمید اللہ صاحب تشریف لے آئے۔

جب انہوں نے ہمیں یوں تیار حالت میں کھڑے دیکھا تو انہوں نے بھی ہمارے ساتھ مائنز کے ساتھ خانچہ منسلک کرنے کے لیے اپنی خدمات پیش کیں، ہم نے ان کے رتبے و مقام اور طالبان کے لیے ان کی خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا آپ کا جانا مناسب نہیں، آپ اس علاقے میں رہ کر مجاہدین کو پناہ اور ان کی مناسب دیکھ بھال کر رہے ہیں، اس طرح کھلے عام کارروائی کے لیے جانا آپ کے لیے مناسب نہیں ہے خیر وہ مان گئے۔

اس وقت اڑھائی بجے کا وقت ہو رہا تھا، ہم باغ سے روانہ ہوئے تو ہیلی کاپٹر فضا میں گردش کر رہا تھا، سب ساتھی تھوڑی دیر میں اپنے اپنے مائن کے قریب پہنچ چکے تھے، میں اور میرے ساتھ دوسرے طالب ساتھی نے مل کر خانچے کو مائن کے ساتھ فٹ کر دیا اور محفوظ مقام پر منتقل ہو گئے، ہم جہاں پر موجود تھے وہاں پر بہت سارے بڑے بڑے پتھر تھے، جہاں آسانی سے چھپا جا سکتا تھا، ہم نے روڈ سے ذرا فاصلے پر چھپنا ہی مناسب سمجھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم روڈ سے فاصلے پر ہوں گے تو ہمارا مخابرہ ضرور تھوڑا تھوڑا کام کرتا رہے گا جس کی وجہ

سے قافلہ قریب ہونے کے باوجود ہم دوسرے ساتھیوں سے رابطہ کرسکیں گے۔اور اگر کینیڈین آرمی کا کانوائے ہمارے نصب شدہ مائن سے ٹکرا گیا تو اس کی بدحواسی میں ہونے والی فائرنگ سے بھی ہم محفوظ رہیں گے، جب ہم محفوظ مقام پر پہنچ گئے تو ہم نے باقی ساتھیوں سے رابطہ کیا تو محبت خان اور خلیفہ بھائی مائنز کے ساتھ خانچہ فٹ کرنے کے بعد محفوظ جگہ پر منتقل ہو چکے تھے اور وہ بھی میری طرح روڈ سے ذرا ہٹ کر ہی روپوش ہوئے تھے اور روڈ پر گہری نظر بھی رکھے ہوئے تھے۔ راقم نے مائن کے ساتھ خانچہ فٹ کرنے اور محفوظ مقام پر منتقل ہونے کے بعد گھڑی پر نظر دوڑائی تو گھڑی ساڑھے تین بجا رہی تھی اور اس بات کی نشاندہی کر رہی تھی کہ قندھار جانے کے لیے کینیڈین آرمی کے کے آنے میں صرف آدھ گھنٹہ باقی تھا۔

پون گھنٹہ گزرا تو راقم کو خلیفہ بھائی نے اپنے مخابرے پر آنے والی جامنگ ٹون سے آگاہ کیا تو میں نے اسے کہا کہ آدھے گھنٹے یا اس سے کم وقت میں کانوائے تمہارے پاس پہنچ جائے گا اس لیے تمہیں چوکس رہنا چاہیے اور کینیڈین آرمی کا کانوائے تم سے زیادہ سے زیادہ ۵۰۰ میٹر کے فاصلے پر ہوگا۔

میں نے یہی اطلاع مخابرے پر محبت خان کو بھی فراہم کی اور اسے بھی چوکس رہنے کا کہا۔اسی اثناء میں خلیفہ بھائی نے اطلاع دی کہ اسے (خلیفہ بھائی کو) روڈ پر کینیڈین آرمی کا کانوائے دکھائی دے رہا ہے، جو کہ قندھار کی طرف گامزن ہے اور اس کے سب سے آگے ایک کینیڈین ٹینک ہے جو کہ تیز رفتاری کے ساتھ اس کی جانب بڑھ رہا ہے، اسی دوران خلیفہ بھائی کی آواز مخابرے پر کٹنے لگی تو راقم سمجھ گیا کہ کینیڈین آرمی کا کانوائے خلیفہ بھائی کے قریب پہنچ چکا ہے۔تھوڑی دیر میں خلیفہ بھائی سے دوبارہ رابطہ قائم ہوا تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے قریب سے قافلہ محفوظ گزر گیا ہے، اس کی وجہ یہاں سے روڈ کا کھلا ہونا ہے، اب کینیڈین آرمی کا کانوائے محبت خان والے مائن کی طرف بڑھ رہا ہے۔

لیکن کینیڈین آرمی کا کانوائے یہاں سے بھی محفوظ گزر گیا اور ہماری نصب شدہ مائن

کے ساتھ نہ ٹکرایا۔اب کینیڈین آرمی کے کانوائے کے راستے میں واحد رکاوٹ ہمارے والا مائن تھا اورتھوڑی دیر میں کینیڈین آرمی کا یہ کانوائے ہمارے سامنے سے گزرنے والا تھا، راقم اور میرا ساتھی طالب اللہ کے حضور غلبۂ اسلام اور اپنی کامیابی اور کفر کی تباہی کی دعا مانگ رہے تھے، اسی دوران کینیڈین آرمی کا کانوائے مجھے نظر آیا جو کہ چار ٹینکوں دو بکتر بند گاڑیوں ایک فوجی ٹرک اور جامنگ جیپ پر مشتمل تھا۔ اب قافلہ ہمارے مائن کی جانب بڑھ رہا تھا، یہاں ہمیں اپنی کامیابی کی کافی امید تھی کیونکہ روڈ بالکل تنگ تھا، یہاں ایک طرف گہری کھائی اور دوسری طرف گندم کا کھیت تھا لیکن یہاں بھی فوجی کانوائے روڈ سے گزرنے کی بجائے گندم کے کھیت سے گزر گیا، اس طرح وہ ہماری نصب شدہ مائن سے بھی محفوظ گزر گیا، ہم تھوڑی دیر تک محفوظ جگہ پر ہی بیٹھے رہے، جب مخابرے نے کام کرنا شرع کیا تو ہم نے ساتھیوں سے رابطہ کیا اور سب کو مولانا حمید اللہ کے گھر آنے کو کہا، آدھ گھنٹہ کے بعد ہم سب یعنی میں محبت خان، خلیفہ بھائی اور میرا طالب ساتھی ہم سب مولانا حمید اللہ کے مہمان خانے میں اکٹھے ہو گئے اور آج کی اس ناکامی پر غور کرنے لگے۔ ہم آتے ہوئے خانچے نکال لائے تھے جو کہ ہمارے سامنے پڑے ہوئے تھے۔

کارروائی میں ناکامی کے اسباب:

ہم مولانا حمید اللہ کے مہمان خانے میں بیٹھے آج کی اس کارروائی کی ناکامی کے اسباب پر غور کر رہے تھے کہ آج کی یہ کارروائی ناکام کیوں ہوئی تو ہمیں اسباب سے پہلے نظر جس طرف گئی وہ یہ تھی کہ اس مرتبہ ہمارا انحصار اور دھیان اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید حاصل کرنے کے بجائے آلات حرب پر تھا کہ ہم نے پہلے ایک مائن نصب کیا تھا کینیڈین اسی کا شکار ہو گئے تھے۔ آج ہم نے تین مائن نصب کیے ہیں ضرور اس کا ہدف بھی بنیں گے لیکن حالات و واقعات نے یہ بات ثابت کر دی کہ اگر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت شامل نہ ہو تو اس کے بغیر کامیابی حاصل نہیں ہوتی اس لیے ہمیں اسباب کی بجائے اللہ کی قدرت پر نظر رکھنی چاہیے۔

اسباب کے درجے میں دوسری وجوہات یہ تھیں کہ راستہ اس جگہ سے کافی کھلا تھا، جہاں سے کینیڈین آرمی کے کانوائے نے گزرنا تھا، اس لیے ضروری نہیں کہ کانوائے وہاں سے گزرے جہاں سے آپ چاہتے ہیں۔ ناکامی کی دوسری وجہ یہ تھی کہ اگر راستہ کھلا تھا تو ہمیں خانچہ کی لمبائی کو بڑھانا چاہیے تھا کہ کانوائے جہاں سے بھی گزرے وہ ہمارے خانچہ سے ضرور ٹکرائے اور اپنے انجام کو پہنچے۔ اور اس ناکامی کی تیسری وجہ یہ تھی جہاں ہم کامیابی کی زیادہ امید لگائے بیٹھے تھے وہاں راستہ اگرچہ تنگ تھا لیکن گندم کا کھیت ہموار ہونے کی وجہ سے متبادل راستہ کا کام دے رہا تھا، وہاں نہ تو آپ خانچہ کی لمبائی بڑھا سکتے ہیں اور نہ ہی متبادل راستے سے گزرنے سے روک سکتے ہیں اور نہ ہی روکنے کا بندوبست کر سکتے ہیں، اس لیے مجاہدین کو چاہیے مائن نصب کرتے ہوئے مندرجہ بالا اسباب کا ضرور خیال رکھیں، تا کہ کامیابی یقینی ہو۔

جدید ایجاد کی تربیت:

ہم نے مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد کھانا کھایا اور جی بھر کر پھل کھائے اور دن بھر کی مشقت اور محنت کی وجہ سے اب تھکاوٹ بھی محسوس ہو رہی تھی اور نیند بھی غالب آ رہی تھی، ہمارا آج کی رات کا قیام مولانا حمید اللہ کے ہاں ہی تھا۔

جیسے ہی نماز عشاء کا وقت داخل ہوا ہم نے نماز عشاء ادا کی اور ہمارے رات کے قیام کا بندوبست مولانا حمید اللہ کے باغ میں تھا، اس کے بعد میں، محبت خان اور خلیفہ بھائی مولانا حمید اللہ کے ہمراہ ان کے باغ میں چلے گئے، جیسے ہی بستر پر دراز ہوئے تو نیند کی آغوش میں چلے گئے اور ہماری آنکھ صبح اس وقت کھلی جب مؤذن کی دلکش آواز ماحول کو منور کر رہی تھی۔

ہم نے فجر کی نماز ادا کی اور تلاوت کلام مجید سے فارغ ہوئے تو مولانا حمید اللہ ناشتہ لے کر آ گئے، ہم نے ناشتہ کیا اور مولانا حمید اللہ کے باغ میں چہل قدمی کے لیے نکل گئے، میرے ساتھ اس وقت خلیفہ بھائی اور محبت خان تھے۔

مولانا حمید اللہ کا باغ کافی بڑا تھا اور اس کے سرسبز و شاداب درخت اس کے نگران کی

اچھی دیکھ بھال کی نشاندہی کر رہے تھے، مولانا حمید اللہ کے باغ میں انجیر، انار، خوبانی کے درخت تھے اس باغ کو سیراب کرنے کے لیے ایک قریبی چشمہ کا پانی ایک پختہ کھال کے ذریعے باغ تک پہنچایا گیا تھا اور باغ میں یہ پانی چھوٹی چھوٹی نالیوں کے ذریعے تمام درختوں تک پہنچایا جاتا تھا۔

طالبان مجاہدین کی مہمان نوازی کے لیے مولانا حمید اللہ نے ایک علیحدہ مہمان خانہ بنا رکھا تھا، مولانا حمید اللہ کا باغ روڈ سے ہٹ کر محفوظ جگہ پر تھا، اس لیے طالبان مجاہدین کی اکثر آمد مولانا حمید اللہ کے ہاں رہتی تھی اور مولانا حمید اللہ بھی طالبان کی میزبانی کے فرائض کھلے دل سے انجام دیتے تھے۔

میں، محبت خان اور خلیفہ بھائی کے ہمراہ باغ کی چہل قدمی کے بعد واپس آیا اور سیٹ پر طالبان مجاہدین سے رابطہ کیا اور بذریعہ ریپٹر ملاّ عبدالشکور سے رابطہ کیا لیکن ان سے رابطہ نہ ہوسکا اور بذریعہ ریپٹر قاری فیض اللہ صاحب سے رابطہ ہو گیا۔ انہوں نے صورت حال معلوم کرنے کے بعد کہا کہ میں تمہارے پاس ولسوالی نیش، ولسوالی میانشین، والسوالی شاہ ولی کوٹ اور ولسوالی خاکریز کے پڑھے لکھے طالبان مجاہدین کو روانہ کر رہا ہوں تم ان کو بارود، مائن نصب کرنے اور ریموٹ لگانے کی تربیت دو اور جس شاندار طریقے سے تم نے اپنی ایجاد کے ذریعے کینیڈین آرمی کے کانوائے پر بھرپور کارروائی کی ہے اس طریقے سے بھی ان آنے والے طالبان مجاہدین کو آگاہ کرو تاکہ وہ بھی اپنے اپنے علاقوں میں جا کر امریکی، کینیڈین آرمی اور ان کی اتحادی افواج جو کہ افغانستان میں ظلم و جبر اور کفر و استبداد کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں ان کے خلاف بھرپور کارروائیاں کرسکیں اور ان کو ان کے انجام تک پہنچا سکیں، تاکہ دنیا میں امن وسکون اور اسلام کا بول بالا ہو۔ میں نے قاری فیض اللہ صاحب کو بھرپور تربیت کی یقین دہانی کروائی تو قاری صاحب نے کہا طالبان مجاہدین آج شام یا کل صبح تک تمہارے پاس پہنچ جائیں گے یہ کہہ کر قاری صاحب نے رابطہ منقطع کر دیا، میں نے محبت خان اور خلیفہ بھائی کے ساتھ مل کر مولانا حمید اللہ کے باغ میں آنے والے طالبان مجاہدین

کے لیے جگہ بنائی اور مولانا حمید اللہ کے ذریعے تربیت میں کام آنے والا ساز و سامان حاصل کیا، جن میں مائن لگانے کے لیے کھدائی کا سامان ،لکڑی کی تختیاں اور خانچہ میں استعمال ہونے والا سامان۔ مغرب سے پہلے محبت خان نے پندرہ طالبان مجاہدین کی آمد کی اطلاع دی جو کہ مولانا حمید اللہ کے مہمان خانے میں پہنچ چکے تھے، ہم نے مغرب کی نماز ادا کی تو طالبان مجاہدین بھی مولانا حمید اللہ کے ہمراہ باغ میں ہمارے پاس پہنچ گئے۔ مولانا حمید اللہ اپنے ہمراہ کھانا بھی لائے۔

ہم نے بعد میں آنے والے طالبان مجاہدین کے ساتھ مل کر کھانا کھایا، بعد ازاں مختصر حال احوال اور تعارف کے بعد ان سے سفر کے متعلق دریافت کیا، اسی دوران نماز عشاء کا وقت ہوگیا اور نماز سے فراغت کے بعد مہمانوں کی تھکاوٹ اور آنکھوں میں غنودگی تیرتی دیکھ کر جلد ہی محوخواب ہو گئے۔ اور جب آنکھ کھلی تو نماز فجر کا وقت ہو گیا تھا، ہم سب نے مل کر نماز فجر ادا کی ، نماز کی امامت آنے والے مہمان مجاہدین میں شامل ایک عالم دین نے کروائی، ان کی خوبصورت آواز میں تلاوت نے ایک پر کیف اور عجیب سماں باندھ دیا، نماز فجر کے بعد ہم نے ناشتہ کیا اور ایک گھنٹہ کے بعد کلاس کا آغاز کیا۔

تمام آنے والے مہمان طالبان مجاہدین اپنی ضروریات سے فارغ ہوکر کاپی پینسل لے کر وقت پر کلاس میں پہنچ چکے تھے جس میں ہمارے مقامی مجاہدین بھی معمولی تعداد میں شریک تھے ہم نے بارود کی ہدایات کو دہرانے کے بعد بارود ،مائن اور دوسرے بارودی ہتھیاروں کا تعارف کروایا، جس میں تمام شرکاء نے بڑی دلجمعی سے شرکت کی، ہماری یہ کلاس گیارہ بجے تک جاری رہی۔ اس کے بعد ساتھیوں نے کھانا کھایا اور قیلولہ کے لیے لیٹ گئے، قیلولہ کے بعد نماز ظہر کے لیے بیدار ہوئے اور نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد سب طالبان آپس میں خوش گپیوں میں مصروف ہو گئے۔ دوسرے دن بھی اسی طرح علی الصبح کلاس کا آغاز کر دیا گیا، دوسرے دن بھی یہ کلاس بڑی گرمجوشی سے جاری رہی، جس میں تمام شرکاء نے بڑی دلجمعی اور شوق سے حصہ لیا۔ اس دن مائن نصب کرنے کا طریقہ سمجھایا گیا اور ریموٹ کنٹرول

کے استعمال کا طریقہ بتایا گیا۔ مائن نصب کرنے کی اہم بات یہ تھی کہ مائن کو ایسی جگہ پر لگایا جائے جہاں سے راستہ تنگ ہو اور دشمن کو آپ کی لگائی ہوئی مائن سے ہر حال میں گزرنا پڑے اور ایسی جگہ ہرگز نہ لگایا جائے جہاں دشمن یا دشمن کا کانوائے عام ٹریک چھوڑ کر روڈ کے دوسری طرف سے کھلی جگہ سے گزر جائے اور آپ کا ہدف آپ کے مائن سے ٹکرائے بغیر محفوظ گزر جائے اور اگر مائن ایسی جگہ لگانا مجبوری اور ضروری ہو جہاں سے روڈ کھلا ہو تو ایسی پلاننگ سے لگایا جائے کہ آپ کا ہدف ضرور نشانہ بنے۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی اہم ہے کہ جہاں آپ مائن لگا رہے ہیں اس راستہ کے ایک طرف اونچا پہاڑ اور دوسری طرف کھائی ہو تو مائن پہاڑ کی طرف لگائیں تاکہ جب یہ مائن (بارودی سرنگ) بلاسٹ ہو تو اس سے ٹینک یا گاڑی تباہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے دھکے سے نیچے کھائی میں جا گرے، اس طرح ٹینک، گاڑی یا فوجی ٹرک کا کھائی میں گرنے سے زیادہ نقصان ہو گا، اسی طرح دوسرے دن بھی یہ کلاس گیارہ بجے تک جاری رہی۔ تیسرے دن بھی کلاس کا آغاز صبح ناشتہ کے بعد کر دیا گیا، میں نے طالبان مجاہدین کو کینیڈین آرمی کے کانوائے سے متعلق معلومات فراہم کیں اور انہیں بتایا کہ وہ جامنگ سسٹم جس سے مخابرہ کام کرنا بند کر دیتا ہے اس سے پریشان نہ ہوں اس میں بھی اللہ نے تمہارے لیے خیر رکھی ہے، وہ مخابرے پر آنے والی جامنگ ٹون تمہیں کینیڈین آرمی کے کانوائے کی مخبری دیتی ہے اور کانوائے کے قریب پہنچ جانے کی اطلاع فراہم کرتی ہے، جس کا تفصیلی تذکرہ میں اپنی اسی کتاب کے گزشتہ صفحات پر کینیڈین آرمی کے قافلے کی ریکی اور طالبان کی تدبیر کے عنوان سے کر چکا ہوں۔

جب مہمان طالبان مجاہدین نے ان معلومات کو سمجھا اور ان سے آگاہی حاصل کی تو حیران ہوئے کہ کس طرح کفر نے اپنی حفاظت کا بندوبست کیا ہوا ہے اور کس طرح بڑی بڑی گاڑیاں اور تباہی بربادی کا سامان بنایا ہے لیکن وہ مجاہدین کے سامنے اللہ کی تائید و نصرت سے مکڑی کا جالا ثابت ہو رہے ہیں، اس کے بعد میں نے خانچہ سے طالبان مجاہدین کو

متعارف کروایا، جس خانچہ کے ذریعے ہم نے اللہ کی توفیق و نصرت سے کینیڈین آرمی کے خلاف بھرپور کارروائی کی تھی۔ جس نے کینیڈین آرمی سمیت افغانستان کے جنوب میں موجود تمام صلیبی اتحادی افواج کو چکرا کر رکھ دیا تھا اور وہ سوچنے پر مجبور تھے کہ وہ ایسی کونسی ٹیکنالوجی ہے جس کے ذریعے طالبان نے کینیڈا کے سائنسدانوں کا بنایا ہوا جامنگ نظام فیل کر کے رکھ دیا، جس کو کینیڈین آرمی بیسیوں ملکوں میں آزما چکی ہے اور اس وقت بھی اقوام متحدہ کی امن فوج میں شامل ہو کر کینیڈین آرمی کئی ممالک میں اپنے جامنگ نظام پر فخر کر رہی ہے۔ لیکن جب طالبان مجاہدین کو میں نے معلومات فراہم کیں تو وہ بہت حیران ہوئے کہ کس معمولی چیز سے طالبان نے اللہ کی نصرت سے کینیڈین آرمی کا غرور خاک میں ملایا۔ جب مجاہدین نے خانچہ کو بنانا سیکھ لیا تو میں نے اس خانچہ کو لگانے کا طریقہ سمجھایا اور یہ بھی بتایا کہ اس سے سول اور عوامی گاڑیوں کو کس طرح بچانا ہے۔

آج دوپہر کھانے میں مولانا حمید اللہ نے مہمان مجاہدین کی شاندار دعوت کی تھی جس میں انہوں نے دسترخوان کو روایتی افغان کھانوں سے خوب سجایا تھا، اس شاندار دعوت میں اسی تربیتی کلاس کے اختتام کا اعلان کر دیا اور مہمان مجاہدین اپنی واپسی کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

چنار روانگی:

اسی دن عصر کی نماز کے بعد ملاّ عبدالشکور نے مجھ سے رابطہ کیا اور بات چیت کی، ملاّ عبدالشکور نے ہدایت کی کہ وہ چند روز کے لیے چنار آ جائے، یہاں چند ایک ضروری کام نمٹانے ہیں۔

جب ملاّ عبدالشکور نے مجھے چنار آنے کو کہا تو میں نے بھی حامی بھر لی، اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے اس علاقے میں ایک کامیاب کارروائی بھی کر لی تھی اور مجھے چنار سے آئے ہوئے بھی کئی دن ہو چکے تھے اس لیے چنار کے ساتھیوں سے ملاقات کرنے کو دل بھی چاہ رہا تھا، خاکریز کے ساتھی تو تربیتی کلاس کے ختم ہونے کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر خاکریز کے لیے

روانہ ہو گئے تھے۔ میں اگلے دن صبح نماز فجر کی ادائیگی کے بعد چنار جانے کے لیے روانہ ہوا تو محبت خان اور خلیفہ بھائی کہنے لگے آج آپ چنار کے لیے روانہ ہو رہے ہیں تو واپسی کب تک ہو گی؟ میں نے انہیں جلد واپس آنے کا کہا، انہوں نے مزید کہا کہ آپ ہمیں یہ بتا دیں کہ ہم کس جگہ پر مائن لگائیں تا کہ ایک اور کامیاب کارروائی کینیڈین آرمی کے خلاف ہو سکے، میں نے محبت خان اور خلیفہ بھائی کو بتایا کہ وہ شین بستی سے پہلے جہاں موڑ آتا ہے اور راستہ بھی تنگ ہے اور اس کے ایک طرف نالے کا کٹاؤ اور دوسری طرف ایک بڑی چٹان ہے آپ وہاں پر مائن نصب کریں جو کہ کارروائی کے لیے مناسب اور محفوظ جگہ ہے، میں نے یہ ہدایت اور معلومات دینے اور اپنے ساتھیوں محبت خان اور خلیفہ بھائی سے دعائیں لینے کے بعد مولانا حمید اللہ کے باغ سے شین بستی کی طرف ایک مقامی ساتھی نجیب اللہ کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔ جب میں شین پہنچا تو آٹھ بجے کا وقت تھا۔ یہاں موسیٰ خان کے پاس پہنچے، اس کے گھر میرا موٹر سائیکل تھا، میں نے موٹر سائیکل لیا، کھانا وغیرہ کھایا اور تنہا چنار کے لیے روانہ ہو گیا۔ جب چنار کے لیے روانہ ہوا تو اس وقت گیارہ بج رہے تھے، میرے ہمراہ میرا ضروری سامان، کلاشنکوف، ویڈیو کیمرہ وغیرہ تھا۔ میں کچے راستے، برساتی نالوں، دشت کے اندر کبھی بالکل آہستہ اور کبھی تیز رفتاری سے دو اڑھائی گھنٹے مشکل راستے پر موٹر سائیکل چلانے کے بعد جب میں خرطوت بستی کے قریب پہنچا تو بستی سے کچھ پہلے ایک طالب نور اللہ کی مجھ سے ملاقات ہوئی، میں نے نور اللہ سے اگلے راستے کے حالات معلوم کیے تو انہوں نے بتایا کہ گزشتہ دن یہاں سے امریکی آرمی کا ایک بڑا کانوائے گزرا تھا، اس کے ساتھ افغان نیشنل آرمی کے اہلکار بھی کافی تعداد میں تھے جو کہ اس علاقے میں بستیوں کی تلاشی لے رہے ہیں اور چنار کی جانب ہی گئے ہیں۔ نور اللہ نے مجھ کو کہا تم آگے احتیاط سے جانا اور روڈ پر سفر بھی احتیاط سے ہی کرنا اور اگر خطرہ محسوس ہو تو واپس میرے پاس آ جانا، پریشان ہونے اور اپنی جان کو مشکل میں ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

میں نے ان کی اس فراخ دلانہ پیشکش اور مجھ جیسے غیر ملکی مجاہد کے ساتھ اس محبت اور

عقیدت کے اظہار پر ان کا شکریہ ادا کیا، افغانستان میں یہ عوامی تعاون ہی بہت بڑی چیز ہے۔جس کی وجہ سے غیر ملکی افواج کی پریشانی اور مشکلات روز بروز بڑھتی جارہی ہیں، طالبان روز بروز مضبوط ہورہے ہیں۔خیر میں نوراللہ سے اجازت لے کر چنار کی طرف روانہ ہوگیا۔

جب میں تھوڑا سا آگے بڑھا تو کانوائے کے گزرنے کے واضح آثار نظر آ رہے تھے، فوجی گاڑیوں، ٹینکوں اور فوجی ٹرکوں کے روڈ پر نشانات اس بات کی واضح نشاندہی کر رہے تھے کہ امریکی آرمی اور افغان نیشنل آرمی کا کانوائے سڑک پر چلنے کی بجائے روڈ کے ساتھ ساتھ کچی جگہ پر چل رہا تھا، اس کی وجہ صرف اور صرف طالبان مجاہدین کی ریموٹ کنٹرول کارروائیاں تھیں، جنھوں نے صلیبی اتحادی افواج کے ناک میں دم کر رکھا تھا، اسی وجہ سے یہ آج راستے اور کشادہ سڑکوں سے ہٹ کر ان اونچے نیچے کچے اور دشوار گزار راستے پر چلنے پر مجبور تھے۔ میں تھوڑا سا سفر کرتا پھر بلند ٹیکری پر چڑھ کر آگے راستہ دیکھتا اور پھر سفر کرتا اور کوئی بستی آنے سے پہلے اس کی معلومات حاصل کرتا کہ یہاں پر امریکی آرمی یا افغان نیشنل آرمی تلاشی لینے میں تو مصروف نہیں اور تسلی ہونے پر میں پھر اپنا سفر چنار کی جانب جاری رکھتا، اسی طرح دھیان اور احتیاط سے چنار کی طرف سفر کرتے ہوئے میں چنار پہنچ گیا۔ میں نے چنار پہنچ کر مخابرے پر ملاّ عبدالشکور کو اپنے پہنچنے کی اطلاع دی اور میں جب چنار پہنچا تو ظہر کا وقت قریب تھا میں نے سیدھی ملاّ عبدالشکور کے باغ کی راہ لی اور باغ میں پہنچ کر کنویں سے پانی نکالا، وضو کیا اور نماز ظہر ادا کی۔

تھوڑی دیر میں ملاّ عبدالشکور اور ازمرے تشریف لے آئے ان سے بھرپور سلام و معانقے کے بعد ہم مہمان خانے میں چلے گئے۔مختلف موضوعات پر بات چیت ہوتی رہی اور پھر نماز عصر ادا کرنے کے بعد ہم ملاّ عبدالشکور کے باغ میں نکل گئے، باغ میں اس وقت انار اور انجیر کے درخت پھلوں سے لدے ہوئے تھے، ہم نے انجیر کے تازہ پھل توڑے اور ایک بڑے درخت کے نیچے بیٹھ کر پھل کھانے اور گفتگو کرنے میں مصروف ہوگئے، اسی دوران قہوہ بھی بن کر آ گیا۔

نیش ولسوالی حملہ کی روداد:

میں ازمرے اور ملاّ عبدالشکور ان کے باغ میں بیٹھے گفتگو میں مصروف تھے، میں نے چنار کے حالات اور مقامی ساتھیوں کے متعلق دریافت کیا اور ازمرے کا حال پوچھا کیونکہ ازمرے ایک دھماکے میں زخمی ہوا تھا ازمرے نے بتایا کہ اب وہ مکمل صحت یاب ہے اور جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف ہے۔ میں نے ملاّ عبدالشکور سے نیش ولسوالی پر حملے سے متعلق پوچھا کہ اس کا نتیجہ کیا رہا، میں نے یہ سوال اچانک نہیں کیا بلکہ اس کی وجہ قارئین کو یاد ہو گی جب میری تشکیل قاری فیض اللہ صاحب نے کینیڈین آرمی کے کانوائے پر کارروائی کے لیے شین بستی کر دی تھی اور باقی مجاہدین کو والسوالی نیش پر حملہ کی تیاری کا حکم دیا تھا۔ جب میں شین روانہ ہوا تو اس وقت لشکر قاری فیض اللہ صاحب کی سربراہی میں نیش ولسوالی پر حملہ کرنے کے لیے تیار تھا، جس میں ملاّ عبدالشکور، ملاّ عبدالحکیم اور مولوی باز محمد شامل تھے۔

میں ابھی تک اس کے نتیجے سے واقف نہ تھا، اس لیے ملاّ عبدالشکور سے نیش والسوالی پر حملہ سے متعلق سوال کیا۔نیش والسوالی پر حملہ کی روداد سناتے ہوئے ملاّ عبدالشکور نے بتایا کہ ہم کل ستر افراد قاری فیض اللہ صاحب کی سربراہی میں نیش والسوالی پر حملہ کے لیے تیار ہوئے، ہمارے ساتھ اس معرکہ میں استعمال ہونے والا اسلحہ گولہ بارود، زخمیوں کا علاج کرنے کے لیے میڈیکل کا سامان (فرسٹ ایڈ کا سامان) اور کھانا بنانے کا سامان بھی تھا، ہم تمام ساتھی آپ سے ایک دن بعد نماز عصر کی ادائیگی کے بعد سوڑسک مجاہدین کے مرکز سے نیش والسوالی پر حملہ آور ہونے کے لیے پیدل روانہ ہوئے، کیونکہ ہمیں ایسی کوئی گاڑی دستیاب نہیں تھی، جس میں یہ طالبان سوار ہو کر اپنی اس مہم پر روانہ ہوسکیں، ہم نے پروگرام میں یہ طے کر رکھا تھا کہ درہ نور کے قریب بستی جو کہ والسوالی نیش کے بھی قریب ہے وہاں پہنچ کر حالات کا جائزہ لیں گے اور پھر والسوالی نیش پر حملہ آور ہوں گے۔ خیر طالبان پہاڑی نالوں، پہاڑوں دشوار گزار راستوں سے چلتے اپنی منزل کی جانب بڑھ رہے تھے، یہ طالبان، یہ مجاہدین فی سبیل

اللہ غلبہ اسلام کا عزم اور جہاد فی سبیل اللہ کے فریضے کی ادائیگی کے لیے دنیا سے بے نیاز اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھے اور انہوں نے اس امید پر غسل کیا کہ شہید ہونگے، جن کو میسر ہوئی خوشبو بھی لگائی کیونکہ یہ مجاہدین اس معرکہ خیر وشر میں شرکت کے لیے جا رہے تھے جس میں قرعہ شہادت کسی کے بھی نام نکل سکتا تھا۔ اور تمام طالبان کو یقین تھا اور ہے کہ ان شاء اللہ افغانستان آزاد ہوگا اور عالمی کفر یہاں سے دم دبا کر بھاگے گا اور یہ طالبان چند دن، چند مہینے یا چند سال نہیں بلکہ اپنی پوری زندگی غلبہ اسلام اور شریعت کے نفاذ کے لیے وقف کر کے آج گھروں سے نکلے تھے اور ان کا عزم اپنی زبان حال سے یہ کہہ رہا تھا

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت شب کی سیماب پا ہو جائے گی
دیکھ لو گے سطوت رفتار دریا کا حال
موج مضطر ہی اسے زنجیر پا ہو جائے گی
نالہ صیاد سے ہوں گے نوا ساماں طیور
خوں گلچیں سے کلی رنگین قبا ہو جائے گی
شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

ملاّ عبدالشکور نے مزید بتایا کہ ہم نے مغرب کی نماز راستے میں ہی ادا کی اور سوئے منزل سفر جاری رہا، ساتھی اس دشوار گزار پہاڑی راستے کے پیچ وخم کو کراس کر کے بڑی جوانمردی کے ساتھ رواں دواں تھے۔ آدھی رات تک طالبان مجاہدین نے اپنا سفر جاری رکھا، جس کی وجہ سے ساتھی شدید تھکاوٹ کا شکار تھے، قاری فیض اللہ صاحب نے ساتھیوں کو ایک جگہ رکنے کا حکم دیا اور جس وقت ہم یہاں رکے اس کے بعد بھی وہاں سے درہ نور کا سفر ابھی چھ گھنٹے کی پیدل مسافت پر تھا۔

جس قدر تھکتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں قدم
اعتبار قرب منزل اور بڑھتا جائے ہے

جب ساتھیوں نے کچھ دیر آرام کیا تو قاری فیض اللہ صاحب نے کھلی آرام دہ جگہ اور پانی تلاش کرنے کے لیے چند ساتھیوں کو روانہ کیا، آدھے گھنٹے کے بعد وہ ساتھی واپس آئے اور انہوں نے کھلی محفوظ اور صاف جگہ دیکھی تھی جس کے قریب چشمہ بھی جاری تھا، انہوں نے اس کی اطلاع قاری فیض اللہ صاحب کو دی، قاری صاحب نے مولوی باز محمد صاحب کو جگہ کا معائنہ کرنے کا کہا، پھر ان کے جانے کے بعد قاری صاحب بھی ملاّ عبدالحکیم صاحب کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے اور جگہ کا معائنہ کیا۔ اس کے بعد ساتھیوں کو وہاں منتقل ہونے کا حکم دیا، تمام طالبان مجاہدین (ملاّ عبدالشکور) کے ہمراہ اس کھلی اور صاف جگہ منتقل ہوئے اور ساتھیوں نے نماز عشاء ادا کی اس کے بعد قاری صاحب نے ساتھیوں کو پہرہ کی ترتیب لگا کر باقی سفر آخر رات تک مؤخر کر دیا۔ صبح طالبان مجاہدین کو فجر سے دو گھنٹے قبل بیدار کیا، انہوں نے اپنا ساز و سامان اسلحہ، گولہ بارود سنبھالا اور سفر شروع کر دیا، دو گھنٹے تک سفر کے بعد فجر کی نماز راستے میں ادا کی اور پھر سفر جاری رکھا، صبح کے آٹھ بجے کے قریب ساتھی درہ نور کے قریب پہنچ چکے تھے، یہاں قاری صاحب نے ساتھیوں کو مختلف ٹولیوں میں پہاڑوں پر روپوش ہو جانے کا کہا اور آپس میں مخابرے (وائرلیس سیٹ) پر رابطہ رکھنے کا حکم دیا، ان پہاڑوں سے نکل کر آگے کا سفر میدانی تھا اور ہم اپنے ہدف کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے، اس طرح ہماری کھلی اور روشن دن میں نقل و حرکت دشمن کو ہماری طرف متوجہ کر سکتی تھی جو کہ نقصان کا باعث بن سکتی تھی، اس کے علاوہ ساتھی بہت زیادہ تھکاوٹ کا شکار تھے، کیونکہ ساتھی تقریباً ۱۲ گھنٹے کا کل اور ٦ گھنٹے کا آج مسلسل سفر کرنے کے بعد یہاں پہنچے تھے لیکن ان کا عزم بلند تھا کیونکہ شوق جہاد میں راستہ کی یہ صعوبتیں بھی ولولہ انگیز تھیں اور ایسی پر کیف کہ: ؎

کچھ تقاضائے جنون جستجو یہی دل میں ہے
کیا کشش ورنہ طلسم جادہ و منزل میں ہے

درہ نور کی کراسنگ:

ملاّ عبدالشکور نے مزید بتایا کہ طالبان مجاہدین کو درہ نور سے کچھ قبل پہاڑوں میں روک لیا گیا تھا، تا کہ اس میدانی علاقے سے پہاڑوں کے درمیان اس سرنگ نما درہ کو رات کی تاریکی میں کراس کیا جائے، اس کے علاوہ آگے کی صورت حال کا مکمل انحصار درہ نور سے آگے واقع بستی کے مقامی طالبان اور ان کی جاسوسی پر تھا کیونکہ انہوں نے والسوالی نیش کی مکمل جاسوسی فراہم کرنا تھی، طالبان مجاہدین نے ان پہاڑوں میں اپنے سامان میں موجود راشن کو پکا کر ساتھیوں کو کھانا فراہم کیا اور ظہر،عصر کی نمازیں ادا کیں۔

اس وقت تک درہ نور کے ساتھ واقع بستی سے مقامی طالبان قاری صاحب کے پاس پہنچ چکے تھے، انہوں نے آگے کے حالات سے بھی آگاہ کیا۔مغرب کے بعد فوراً ساتھی جمع ہوئے اور ان کو حفاظتی نقطۂ نظر سے ایک لشکر کی بجائے چھوٹے چھوٹے گروپوں کی صورت میں مقامی رہبر کے ساتھ بستی کی طرف روانہ کیا۔اس طرح تمام طالبان خیر و عافیت کے ساتھ والسوالی نیش کا حفاظتی اور تنگ راستہ درہ نور بحفاظت کراس کر کے والسوالی نیش کی بستی میں داخل ہو گئے، طالبان کھانا کھانے کے لیے مختلف گھروں میں تقسیم کر دیئے گئے۔انہوں نے عشاء کی نماز ادا کی اور بستی کی حفاظت کے لیے مقامی ساتھیوں کے ساتھ مہمان طالبان بھی پہرہ داری پر تعینات تھے اور انہیں ہدایت کی گئی تھی کہ وہ دشمن کے بالکل قریب ہیں اس لیے احتیاطی تدابیر اختیار کریں اور چوکس رہیں اور کسی بھی ہنگامی حالت اور غیر معمولی نقل و حرکت کی فوراً اطلاع کریں۔اس کے بعد میں (ملاّ عبدالشکور) قاری فیض اللہ صاحب،ملاّ عبدالحکیم ،مولوی باز محمد،ملاّ حیدری اور دوسرے مقامی طالبان کے ہمراہ ایک گھر میں صلاح ومشورے اور آئندہ کی پلاننگ کے لیے جمع ہو گئے، تا کہ والسوالی نیش پر رات کو حملہ آور ہونے کی مکمل حکمت عملی طے کی جائے۔

طالبان کا گھیراؤ:

ملاّ عبدالشکور نے نیش والسوالی پر حملہ کی روداد بتاتے ہوئے مزید کہا کہ مہمان طالبان

مقامی طالبان کے ساتھ مختلف گھروں میں اپنی ضروریات کھانے پینے کے علاوہ خوش گپیوں میں مصروف تھے اور بستی کے باہر پہرہ داری پر معمور مجاہدین پہرہ داری پر چوکس تھے۔

ہمارے پہریداروں نے بستی کی طرف ایک گاڑی آتے دیکھی، وہ گاڑی بستی سے پیچھے ہی اس جگہ رک گئی جہاں سے ایک روڈ بستی کو آنے والے روڈ سے الگ ہو کر بستی کے اوپر سے درہ نور کی طرف جاتا ہے اور پہاڑوں پر جانے کے لیے بھی راستہ ہے، جس کے ذریعے پیدل آدمی درہ نور کے اوپر تک چلا جاتا ہے۔ ہمارے پہریداروں نے گاڑی کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی کیونکہ گاڑیاں تو شام کے وقت شہر سے گاؤں میں آتی ہی تھیں۔لیکن حقیقت میں یہ گاڑی کوئی سول یا عوامی نہیں تھی جو دن بھر شہر میں مزدوری کرنے کے بعد واپس گاؤں کی طرف آ رہی ہو، بلکہ یہ ایک فوجی گاڑی تھی جو کہ صرف ایک نہیں بلکہ سات آٹھ گاڑیاں تھیں، جن کی سب سے آگے والی گاڑی کی لائٹیں جل رہی تھیں اور باقی گاڑیوں کی لائٹیں بند تھیں، ان گاڑیوں میں افغان نیشنل آرمی کے اہلکار سوار تھے اور وہ اس جگہ اتر کر پیدل والے راستے کے ذریعے درہ نور کے اوپر پہنچ کر کمین لگانے جا رہے تھے کیونکہ دشمن کو ہمارے یہاں آنے کی پہلے سے خبر ہو چکی تھی اس لیے دشمن ہمیں گھیرنے کی مکمل تیاری کر کے آیا تھا۔ تاکہ وہ بستی کو اس طرح گھیریں کہ ان سے جب طالبان کا ٹکراؤ ہو تو طالبان مجبور ہو کر درہ نور کی طرف سمٹ جائیں۔

اس طرح دشمن نے ہمیں اور ہمارے پہرادارں کی نظر میں آئے بغیر بستی اور قریبی پہاڑوں سمیت درہ نور کو بھی گھیر لیا، اس کے بعد افغان نیشنل آرمی کے اہلکار بستی کی جانب آئے تو بستی کے باہر ہمارے پہریداروں نے ان کو روکا تو انہوں نے یہ جواب دیا ہم اپنے ہی لوگ ہیں۔ طالبان پہرے داروں نے بھی اس کی زیادہ جستجو نہ کی کیونکہ طالبان کے بھی کئی گروپ یہاں جمع تھے اور پہچاننا بھی مشکل تھا، اس وقت گھپ اندھیرا تھا اور ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہیں دے رہا تھا، اس طرح دشمن نے ہمارے ساتھیوں کے درمیان سے گزر کر مرکزی راستے پر بھی اپنا کنٹرول مکمل کر لیا، اس وقت ہمارا بستی کے تین اطراف سے گھیراؤ مکمل ہو چکا تھا اور

بستی کی خالی سمت صرف وہ تھی جہاں سے راستہ درہ نور کو جاتا تھا جس پر دشمن پہلے سے کمین لگائے بیٹھا تھا۔ہمیں اس ساری کارروائی کی کوئی خبر نہ تھی جس کی وجہ سے ہم مطمئن تھے۔

خون ریز معرکہ:

ملّا عبدالشکور نے بتایا کہ طالبان مجاہدین اپنی ضروریات، کھانے پینے اور کچھ دیر ستانے کے بعد تازہ دم ہو چکے تھے، اسی دوران قاری فیض اللہ صاحب نے طالبان مجاہدین کو ایک جگہ جمع ہونے کا کہا، طالبان مجاہدین ایک جگہ جمع ہو رہے تھے کہ بستی کے تین اطراف سے اچانک فائرنگ شروع ہو گئی، دشمن نے راکٹ کے گولے بھی ساتھ ہی برسانا شروع کر دیئے، زبردست فائرنگ اور راکٹ کے گولوں کے دھماکوں کی وجہ سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

قاری فیض اللہ صاحب، مولوی باز محمد، ملّا عبدالحکیم اور میں (ملّا عبدالشکور) اسی مکان میں موجود تھے، جہاں طالبان مجاہدین جمع ہو رہے تھے، اس ناگہانی صورت حال اور دشمن کے اس جارحانہ اقدام کا ڈٹ کر جواب دینے کے لیے قاری فیض اللہ صاحب نے بھی طالبان کو فائرنگ کرنے اور دشمن کو منہ توڑ جواب دینے کا حکم دیا۔

اب بستی کے اندر طالبان مجاہدین اور افغان نیشنل آرمی کے غنڈوں کے درمیان گھمسان کی لڑائی جاری تھی۔طالبان کمانڈروں نے جب دیکھا کہ دشمن پسپا ہونے کو تیار نہیں اور پہلے سے بستی کو گھیرا ڈالے اپنی پوزیشن مستحکم بنائے بیٹھا ہے تو اس طرح بستی میں جنگ کرنے سے طالبان اور مقامی افراد کا نقصان زیادہ ہو گا، اس وجہ سے طالبان بستی کی گلیوں میں پوزیشن بنائے لڑ رہے تھے کہ قاری صاحب نے طالبان کو درہ نور کی جانب پسپا ہونے کا حکم دیا۔

طالبان نے دشمن سے مقابلہ کرتے ہوئے دفاعی انداز میں درہ نور کی جانب سمٹنا شروع کر دیا،صورتحال کچھ یوں تھی کہ ہر طرف سے ہم پر گولیاں برس رہیں تھیں اور ہم پر راکٹ بھی داغے جا رہے تھے اور گھمسان کی جنگ جاری تھی، اس کے باوجود طالبان مجاہدین شجاعت و

استقامت کا پہاڑ بنے ہوئے دشمن کو جواب دے رہے تھے۔تمام طالبان اس گولہ و بارود کی بارش میں اپنا دفاع کرتے ہوئے درہ نور پہنچے تو ہوشیار، چالاک دشمن کے جال میں پوری طرح پھنس گئے تھے۔ یہاں طالبان مجاہدین کو درہ نور میں والسوالی نیش کا خونریز معرکہ لڑنا پڑا۔ افغان نیشنل آرمی کے درندہ صفت اہلکار جو کہ صلیبی اتحادی افواج کی پشت پناہی پر یہاں اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرنے کے لیے آئے تھے درہ نور میں کمین لگائے بیٹھے تھے، جونہی طالبان درہ نور میں داخل ہوئے تا کہ اس کو کراس کر کے پہاڑوں میں پناہ لی جا سکے تو پہلے سے مستحکم اور مضبوط پوزیشن میں درہ نور پر کمین لگائے بیٹھے افغان نیشنل آرمی کے اہلکاروں نے طالبان پر فائرنگ شروع کر دی، طالبان میدانی علاقے میں کھلے آسمان تلے تھے اور دشمن پہاڑ پر تھا، اس کے علاوہ چھوٹی چھوٹی ٹیکریوں اور پہاڑوں کا سلسلہ تقریباً طالبان سے ۵۰۰ میٹر کے فاصلے سے شروع ہوتا تھا۔

افغان نیشنل آرمی کے اہلکار راکٹ کے گولے برسا رہے تھے لیکن ان صبر آزما لمحوں میں طالبان مجاہدین اور طالبان کمانڈروں نے وہ تاریخی اور شاندار معرکہ لڑا کہ دشمن بھی طالبان کی جرأت و بہادری، شجاعت و استقامت کو دیکھ کر حیران تھا اور طالبان مجاہدین بھی معرکۂ حق و باطل خوب لڑ رہے تھے۔

سرور جو حق و باطل کی کارزار میں ہے
تُو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہیے

طالبان مختلف گروپوں میں تقسیم ہو کر دشمن کو ہراساں کر رہے تھے، دشمن صحیح اندازہ نہیں لگا پا رہا تھا کہ طالبان کی اصل قوت کس طرف ہے، کبھی درہ کے سامنے سے فائرنگ ہوتی اور کبھی طالبان درہ کے سامنے دوسری طرف سے فائرنگ شروع کر دیتے، طالبان کی ایک چھوٹی سی ٹولی دشمن کے سامنے والے پہاڑ تک پہنچنے میں کامیاب ہو چکی تھی جس کی فائرنگ نے کمین میں بیٹھے دشمن کو سخت پریشان کیا اور اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا، اس طرح درہ نور کا راستہ کھل گیا اور درہ کے سامنے والے طالبان درہ میں داخل ہو گئے اور انہوں نے درہ محفوظ

طریقے سے کراس کر کے پہاڑوں میں اپنی پوزیشن مستحکم کر لی ، اس وقت معرکہ خونریز جاری تھا اور مولوی باز محمد اور قاری صاحب دادشجاعت دے رہے تھے اور مجاہدین کوسنبھالے ہوئے تھے لیکن ملاّ عبدالحکیم تو دشمن پر قہرالٰہی بن کرٹوٹ پڑے تھے، انہوں نے اپنی کلاشن کوف ایک ساتھی کو دے کر اس سے زڑکئی لے لی اور دشمن پر فائرنگ شروع کر دی، ملاّ عبدالحکیم خاموش طبع، نرم خو، انتہائی سادہ، سراپا محبت اور شاعر مشرق کے اس مردمومن کی تصویر بنے ہوئے تھے ؎

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

شاعر مشرق نے جو مرد مسلمان کی دلکش صفات بیان کیں ہیں، یہاں ان کا بھی عملی مشاہدہ ہو رہا تھا اور وہ دشمن پر اس شدت سے فائرنگ کر رہے تھے کہ ایسا لگتا تھا کہ جیسے وہ آج خاشاک غیر اللہ کوشعلہ بن کر پھونک دینا چاہتے ہیں۔

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاک غیر اللہ کو
خوف باطل کیا کہ ہے غارت گر باطل بھی تو

جب ساتھی درہ نور سے گزر رہے تھے تو ملاّ عبدالحکیم بھی ان کے ہمراہ سب سے آگے تھے، اسی دوران ناگہانی طور پر دشمن کی طرف سے آنے والی کئی گولیاں ملاّ عبدالحکیم کی ٹانگوں میں لگیں اور وہ زخمی ہو کر گر پڑے، اس وقت ان کے ساتھ میں (ملاّ عبدالشکور) تین اور طالبان ساتھی تھے، چنانچہ ہم چاروں نے ملاّ صاحب کو اٹھایا اور درہ نور سے بحفاظت نکل آئے۔ ابھی درہ نور میں فائرنگ جاری تھی اس میں کچھ طالبان کمین میں بیٹھے افغان نیشنل آرمی کے گماشتوں کا جواب دے رہے تھے اور کچھ درہ نور سے گزر رہے تھے، یہ معرکہ خونریز ایک گھنٹہ تک جاری رہا، اس معرکہ خونریز میں طالبان نے اتنی زیادہ فائرنگ کی کہ ہماری زڑکئی کی بیرل آگے سے گرم ہو کر پھٹ گئی اور کئی دوسرے ساتھیوں کی بھی گنیں بند ہوگئیں، اس کے علاوہ ایک ساتھی کی زڑکئی میں گولی اس وجہ سے پھنس گئی کہ اس کا بیرل شدید گرم ہو کر مڑ گیا، اس معرکہ کے بعد جب ساتھی جمع ہوئے تو معلوم ہوا کہ آٹھ ساتھی گم اور ملاّ عبدالحکیم

زخمی ہوئے ،لیکن ان کے زخمی ہونے کا علم مجھے قاری صاحب اور ان تین طالبان کو تھا جنہو ں نے انہیں اٹھایا تھا، اس کے علاوہ سب طالبان کو ان کے زخمی ہونے سے بے خبر رکھا گیا تھا، تا کہ اس معرکہ خیر وشر میں زخمی ہونے کی اندوہناک خبر مجاہدین کے مورال کو کم نہ کر دے، اس معرکہ خونریز میں دشمن اپنی ہوشیاری ، چالاکی اور عددی برتری کے باوجود ناکام رہا کیونکہ طالبان نے اللہ کی توفیق اور اپنی حکمت عملی سے اس کی فائرنگ کرنے کی سمجھ کو ہی پریشان کیے رکھا، کبھی وہ ادھر اور کبھی ادھر فائرنگ کرتا اور اس کے راکٹ کے گولے کبھی پہاڑی ٹیکریوں سے ٹکراتے اور کبھی کھلے میدان میں گر کر پاش پاش ہو جاتے۔

پھرا فضاؤں میں کرگس اگرچہ شاہین وار

شکار زندہ کی لذت سے محروم رہا

اور گولوں کی اس بوچھاڑ میں جب اللہ کے نبی ﷺ کی یہ بشارت یاد آئی تو کیف و نشاط کا عالم ہی کچھ اور ہو گیا، میں نے یہ فرمان نبوی ﷺ دوسرے ساتھیوں کو بھی سنایا:

واعلموا ان الجنته تحت ظلال السیوف.

(صحیح مسلم کتاب الجهاد ،۱۷۴۲)

''اور جان لو جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے۔''

گمشدہ ساتھیوں کی تلاش:

رات کا سخت اندھیرا ، خونریز معرکہ اور دشمن کی قریبی علاقہ میں موجودگی حالات کی سنگینی میں اضافہ کر رہی تھی ، اس لیے ساتھیوں کی تلاش ضروری تھی ، مخابرے پر شکاری لگا کر ساتھیوں کی آواز سننے کی کوشش کی اور مختلف نمبروں پر رابطہ کیا تو چار ساتھیوں سے رابطہ ہو گیا اور انہیں ایک اور محفوظ مقام پر پہنچنے کا کہا جو کہ ان کے زیادہ قریب تھا، تین ساتھی خود بخود آ گئے لیکن ایک ساتھی شائستہ خان کے ساتھ نہ تو مخابرہ پر رابطہ ہوا اور نہ ہی وہ خود آیا۔ساتھی شائستہ خان کے معاملے میں زیادہ پریشان تھے۔

تمام طالبان محفوظ جگہ پر منتقل ہو چکے تھے، اگلے دن بھی شائستہ خان نہ آیا، دوسرے

دن شائستہ خان ایک قریبی بستی میں پہنچا جہاں ساتھی کھانا لینے کے لیے گئے تھے ان سے شائستہ خان کی ملاقات ہوئی تو وہ اسے لے کر طالبان کے پاس آ گئے تو اس نے بتایا جب درہ نور میں خون ریز معرکہ لڑا جا رہا تھا تو اس نے درہ نور کراس کیا اور سامنے والی پہاڑی پر چڑھ گیا اور وہاں فائرنگ سے بچنے کے لیے آڑ لے کر بیٹھ گیا، اسی دوران اسے نیند آ گئی، صبح جب آنکھ کھلی تو اس سے کچھ فاصلے پر افغان نیشنل آرمی کے اہلکار سوئے ہوئے تھے اور نیچے درہ میں ان کے آٹھ دس ٹرک کھڑے تھے اور فوجیوں کی تعداد ۳۰۰ کے قریب تھی، میں وہاں سے چھپتا ہوا نکلا اور اس قریبی بستی میں پہنچ گیا، پھر طالبان مجھے لے کر یہاں آ گئے۔

ملاّ عبدالحکیم کی شہادت:

ملاّ عبدالشکور نے مزید بتایا کہ جب ہم ملاّ عبدالحکیم کو لے کر درہ سے نکلے تو ان کا خون بڑی تیزی کے ساتھ بہہ رہا تھا، ہم لوگ انہیں ایک بڑی چادر میں ڈالے لے جا رہے تھے، تھوڑا دور چلے جانے کے بعد ہم نے انہیں ایک محفوظ مقام پر لٹایا اور ان کے زخموں پر پٹیاں کیں، جو کہ ہم سب طالبان مجاہدین کے ساتھ موجود تھیں، ملاّ عبدالحکیم صاحب کے زخم کافی گہرے تھے اور ان کی پنڈلیوں کی ہڈیاں ٹوٹ چکی تھیں اور بڑی شریانیں کٹ چکی تھیں، جن کی وجہ سے خون بڑی تیزی کے ساتھ نکل رہا تھا، ہم نے مقامی بستی سے گاڑی لی اور فوراً چنار کی طرف روانہ ہو گئے۔ کیونکہ وہاں پر علاج معالجے کی سہولتیں میسر تھیں، ابھی ہم نے آدھا ہی سفر طے کیا تھا کہ ملاّ عبدالحکیم صاحب کے کلمہ پڑھنے کی ہلکی ہلکی آواز آئی، ہم نے رک کر ان کی طرف دیکھا تو وہ اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر چکے تھے، شہادت کے وقت ان کے چہرے کا بڑا ہی خوبصورت منظر تھا، ہلکی سے مسکراہٹ ان کے چہرے پر پھیلی ہوئی تھی اور چہرہ پرسکون تھا، جیسے ابھی استراحت کے لیے لیٹے ہوں۔

ہم چنار پہنچے، گاڑی تبدیل کی اور میّت کو خرتوت گلاب خان کے پاس لے گئے، گلاب خان کے گھر کے قریب اور خرتوت سے باہر ایک قبرستان ہے ہم نے قبر کھودی اور ملاّ عبدالحکیم کو پرنم آنکھوں کے ساتھ کسی کو اطلاع کئے بغیر دفن کر دیا، ان کی شہادت کو راز رکھنے کی وجہ یہ

تھی کہ چند دن قبل امریکی افواج نے ان کے سر کی قیمت مقرر کی تھی اور شہادت کی خبر سن کر ان کا مورال بلند اور مجاہدین کا کم ہوسکتا تھا۔

ملاّ عبدالحکیم شہید رحمہ اللہ ایک جید عالم دین اور مجاہد فی سبیل اللہ یوں گمنامی کے عالم میں اپنے رب کے حضور پیش ہو گئے اور امت مسلمہ ایک جید عالم دین سے محروم ہوگئی۔

امریکیوں کی چالاکی:

نیش والسوالی پر حملہ کی روداد اور ملاّ عبدالحکیم کی شہادت کا واقعہ سننے کے بعد میں نے ملاّ عبدالشکور اور ازمرے کو وہ ویڈیو دکھائی جس میں کینیڈین آرمی کے کانوائے پر ہونے والے حملہ میں ایک ٹینک کی تباہی کے مناظر محفوظ تھے، ویڈیو کے ساتھ ساتھ خانچہ کے متعلق بھی بتایا اور کینیڈین کا مخابرے اور ریموٹ کنٹرول کو جام کرنے کے متعلق بھی بریف کیا اور جامنگ کا توڑ بھی بتایا کہ مجاہدین نے اللہ کے کرم سے کیسے اس چیز کا توڑ نکالا۔

ازمرے نے دوران گفتگو امریکیوں کی عیاری سے پردہ ہٹاتے ہوئے اپنا واقعہ سنایا، اس نے بتایا کہ کینیڈین آرمی والے تو مخابرہ جام کرتے ہیں جبکہ امریکیوں کے پاس ایسی کوئی ٹیکنالوجی نہیں ہے۔

بلکہ وہ مخابرے کو سنتے ہیں اور ریموٹ کے لیے آنے والی ٹون سن کر رک جاتے ہیں، ازمرے نے بتایا کہ یہاں جو امریکی کانوائے بستیوں کی تلاشی لینے آیا تھا اس کے راستے پر میں نے ایک بہت ہی مناسب جگہ پر مائن نصب کیا تھا، جہاں سے گزرنا امریکیوں کی مجبوری تھی، جب امریکی کانوائے وہاں قریب پہنچا تو میں نے ملاّ عبدالشکور صاحب سے پوچھا کہ پہلی گاڑی یا آخری گاڑی تو فی الفور تمام گاڑیاں رک گئیں اور فوراً ۵۰۰ میٹر پیچھے چلی گئیں اس طرح وہ کانوائے ہمارے مائن کا شکار ہونے سے بچ گیا۔

امریکی عیاری اور طالبان کا توڑ:

کچھ دیر غور وفکر کے بعد میں نے کہا کہ اس عیاری کا بڑا آسان اور زبردست حل موجود ہے وہ یہ کہ جب کانوائے آپ کے نصب کردہ مائن سے آدھا آگے، گزر جائے اور آدھا باقی

ہوتو آپ ریموٹ کوٹون دیں جیسے ہی آپ ریموٹ کوٹون دیں گے تو کانوائے وہیں رک جائے گا اور وہ یہ سمجھیں گے کہ مائن ابھی آگے ہے لیکن مائن ان کے نیچے ہوگا پھر گاڑیاں آگے جائیں یا پیچھے آپ جس گاڑی کو چاہیں آسانی کے ساتھ شکار کر سکتے ہیں۔اور یہ تو محض اللہ رب العزت کی نصرت وتائید ہی ہے کہ آپ فرعون وقت کی طاقت وقوت کو اس وقت محض چند لمحوں کے انتظار کے بعد اپنے نصب کیے ہوئے مائن سے تباہ کر سکتے ہیں۔

پھر ہم نے اپنے ساتھی طالبان مجاہدین کو یہ طریقہ سکھایا، الحمدللہ! آج پورے افغانستان میں امریکی واتحادی افواج پر ہونے والے ریموٹ کنٹرول حملے اسی طرز پر اور اسی طرح چند سیکنڈ کے وقفے سے ہورہے ہیں۔

ملاّ عبدالشکور سے مشاورت:

عشاء کی نماز ہم نے ملاّ عبدالشکور کے مہمان خانہ میں ادا کی۔اس کے بعد ملاّ صاحب مجھے ترغیب دینے لگے کہ میں چنار آ جاؤں اور یہاں آ کر صلیبی اتحادی افواج کے خلاف کارروائیاں کروں، ان کا اس بات پر اصرار تھا کہ میں واپس آ جاؤں کیونکہ غیر ملکی افواج کے خلاف مائنز کارروائیاں کرنے کے لیے سوائے ازمرے کے کوئی مجاہد ساتھی نہ تھا۔میں نے انہیں بتایا کہ گنبد میں ہم نے بہت زیادہ تیاری کی ہے امید ہے کہ ایک دو کارروائیوں کے بعد کینیڈین وہاں سے بھاگ جائیں گے اور میں ان شاء اللہ چنار واپس آ جاؤں گا۔اور اس وقت کاروائیوں کے لیے میں نے ازمرے کو سمجھا دیا ہے، اس کے علاوہ یہاں کے طالبان مجھ سے تربیت حاصل کر چکے ہیں، ان شاء اللہ وہ بھی صلیبیوں کے خلاف مؤثر کارروائیاں کریں گے، جس کی ملاّ عبدالشکور نے بھی تائید کی اس کے بعد میں نے صبح روانگی کے لیے ملاّ عبدالشکور سے اجازت مانگی جو انہوں نے بخوشی دے دی، ملاّ عبدالشکور کے کچھ مخابرے بھی خراب تھے جو میں نے ٹھیک کر دیے اور پھر ہم سو گئے۔

ملاّ عبدالحکیم شہید رحمہ اللہ کی قبر پر:

میں نے صبح اٹھ کر فجر کی نماز ادا کی اور ناشتہ کرنے کے بعد میں گنبد جانے کے لیے

روانہ ہوگیا، راستہ میں میرا قیام خرتوت گلاب خان کے پاس تھا میں ایک گھنٹہ تک دشوار گزار راستے پر موٹر سائیکل چلانے کے بعد خرتوت گلاب خان کے پاس پہنچ گیا، گلاب خان گھر پر ہی تھا، وہ گھر سے باہر ہی مجھے ملا اور مجھے اپنے مہمان خانے میں لے گیا، میں نے اسے آنے کا مقصد بتایا کہ میں ملاّ عبدالحکیم رحمہ اللہ کی قبر پر جانا چاہتا ہوں لیکن اس نے مجھے بیٹھنے کا کہا، مگر میں نے اسے جلد قبر پر لے جانے کے لیے اصرار کیا تو وہ اپنے گھر کے ساتھ واقع ایک قبرستان میں مجھے لے گیا، جہاں گلاب خان نے ایک نئی بنی ہوئی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ ہے ملاّ عبدالحکیم شہید رحمہ اللہ کی قبر۔

جب گلاب خان نے قبر کی طرف اشارہ کیا تو میری آنکھوں میں ملاّ عبدالحکیم رحمہ اللہ کا وہ سرخ وسفید گلاب جیسا چہرہ گھوم گیا اور دل میں ان کی جدائی کا غم تازہ ہوگیا جو کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی صورت میں بہہ نکلا۔ میں نے ہاتھ اللہ کے حضور ملاّ عبدالحکیم شہید رحمہ اللہ کی مغفرت کے لیے اٹھا دیئے اور دیر تک اللہ تعالیٰ کے حضور امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ مجاہدین کی کامیابی و کامرانی ،اسیران کی رہائی ، ملاّ عبدالحکیم اور دوسرے شہداء اسلام کے درجات کی بلندی کی دعا مانگتا رہا، اس کے بعد میں گلاب خان کے ساتھ واپس آ گیا، اس نے مہمان خانے میں بٹھایا،قہوہ اور ٹافیوں سے تواضع کی۔

شہید کی کرامت:

گلاب خان نے بتایا کہ چند روز قبل خرتوت کے لوگ میرے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ اس قبرستان میں ایک نئی قبر بنی ہے جس سے روشنی نکلتی ہے اور آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے، اس کے علاوہ اس قبر سے خوشبو بھی آتی ہے۔ وہ قبر کس کی ہے، گلاب نے کہا کہ میں نے خاموشی اختیار کی، کیونکہ تحریک جاری ہے اور ملاّ عبدالحکیم شہید رحمہ اللہ کا حلقہ اثر بھی بہت بڑا ہے اور ان کی شہادت کا اثر بھی دور رس ہوسکتا ہے، اس لیے طالبان کمانڈروں نے ابھی تک ملاّ صاحب کی شہادت کو راز میں رکھا ہوا ہے۔

ملاّ عبدالحکیم شہید رحمہ اللہ علم و جہاد کا حسین امتزاج:

ملاّ عبدالحکیم آج سے تقریباً ۴۰ سال قبل ضلع شاہ ولی کوٹ کی ایک پسماندہ بستی شین میں پیدا ہوئے ان کے والدین مالی طور پر کمزور مگر مضبوط ایمان رکھتے تھے، ملاّ صاحب کے والدین نیک، صالح، دینی حمیت اور غیرت ایمان کی دولت سے مالا مال تھے، اسی وجہ سے انہو ں نے اپنے بچوں کی بھی اسلامی خطوط پر تربیت کی، جونہی ملاّ عبدالحکیم شہید رحمہ اللہ کچھ سیکھنے اور سمجھنے کے قابل ہوئے تو انہوں نے اپنے لخت جگر کو جو تعلیم دی وہ قرآن کی تعلیم تھی، اس طرح ملاّ عبدالحکیم شہید رحمہ اللہ اس حدیث مبارکہ کا مصداق بن گئے جس کا مفہوم کچھ یوں ہے:

((خیر کم من تعلم القرآن و علمه.))

''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔''

اس کے بعد ملاّ عبدالحکیم نے فن قرأت، تجوید میں بھی مہارت حاصل کی اور اپنے سلسلہ تعلیم کو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے افغانستان اور پاکستان کے جید علماء سے کسب فیض حاصل کیا، جس میں تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، ادب کے علوم حاصل کیے۔ علوم اسلامی سے فراغت کے بعد اپنے علاقے میں تدریس میں مشغول ہو گئے اور تھوڑے ہی عرصے میں ملاّ عبدالحکیم شہید رحمہ اللہ کا شمار افغانستان کے جید علماء میں ہونے لگا اور افغانستان کے طول و عرض سے لوگ ان کے پاس دینی رہنمائی لینے کے لیے آنے لگے، اس طرح ملاّ عبدالحکیم رحمہ اللہ کا اپنا ایک وسیع حلقہ اثر قائم ہو گیا۔ جس کے بعد لوگ آپ کے پاس دینی رہنمائی لینے کے لیے آنے لگے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے روز مرہ کے مسائل میں ملاّ عبدالحکیم شہید رحمہ اللہ کو اپنا فیصل مانتے اور ان کے کیے ہوئے فیصلہ جات کو بسر و چشم قبول کرتے۔

۱۹۹۴ء میں جب طالبان نے حدود اللہ کے نفاذ کی عملی جدوجہد شروع کی تو ملاّ عبدالحکیم شہید رحمہ اللہ ان کے ساتھ باقاعدہ شامل نہیں ہوئے بلکہ درس و تدریس میں مشغول رہے اور ملاّ عبدالحکیم شہید رحمہ اللہ کی اخلاقی حمایت طالبان کو حاصل رہی، علاوہ ازیں ملاّ عبدالحکیم کے کئی شاگرد طالبان کے مایہ ناز کمانڈر اور وزیر تھے، شاگردوں میں ایک نام ملاّ عبدالشکور کا بھی

ہے۔لیکن جب افغانستان میں صلیبی اتحادی افواج نے امریکہ کی سربراہی میں امارت اسلامیہ پر شب خون مارا تو ملاّ عبدالحکیم فرمانے لگے اب گھر بیٹھنا ناممکن ہے اس کے بعد وہ نڈر، جری، مجاہد کے طور پر طالبان میں شامل ہو گئے اور بہت جلد اپنی عسکری صلاحیتوں کا لوہا منوایا، ملاّ عبدالحکیم شہید رحمہ اللہ کا جہاں تک حلقہ اثر قائم تھا، ملاّ صاحب نے اس کو متحرک کیا اور صلیبی اتحادی افواج کے خلاف لا کھڑا کیا، آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے تو علاقے کے لوگوں کو امت مسلمہ کی زبوں حالی بیان کرتے اور انہیں کفر و استبداد کے پنجۂ خون آشام میں جکڑی ہوئی مظلوم امت مسلمہ کے حالات سے آگاہ کرتے اور لوگوں کو جہاد پر ابھارتے۔

ملاّ عبدالحکیم شہید رحمہ اللہ نے اپنی زبان، قلم اور دیگر تمام صلاحیتوں کو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

ملاّ عبدالحکیم شہید رحمہ اللہ جنوبی افغانستان کے کونے کونے میں جذبۂ جہاد کو بیدار کرنے کے لیے کوشاں رہے۔

ملاّ عبدالحکیم شہید رحمہ اللہ اپنی عزت کو قربان کر کے دین کو عزت دینا چاہتے تھے۔

ملاّ عبدالحکیم شہید رحمہ اللہ اپنے آرام کو قربان کر کے مسلمانوں کو آرام پہنچانا چاہتے تھے اور ان کو صلیبیوں کے ظلم سے بچانا چاہتے تھے۔

ملاّ عبدالحکیم شہید رحمہ اللہ کی گفتار ان کے کردار کا نمونہ تھی۔اس لیے وہ ہر نوجوان کو مجاہداعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفا، سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی غیرت وشہادت، سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا تفقہ فی الدین اور شجاعت، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی یلغار، سیدنا طلحہ و زبیر کی جوانمردی، ابوعبیدہ اور سعد رضی اللہ عنہم کی سپہ سالاری، ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی چال، مصعب رضی اللہ عنہ کی جاں نثاری، معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاست، عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ کے جذبات شہادت کا درس دیتے تھے۔

اور اس مقصد کے لیے وہ زندگی بھر بے قرار رہے، کبھی وہ درس و تدریس میں مشغول رہے اور کبھی تصنیف و تالیف میں (جس کا شاہکار فقہ کی مشہور کتاب ''الہدایہ'' کا حاشیہ ہے)

اور کبھی خود اسلحہ تھام کر میدان قتال میں عملی طور پر نکلے اور ان کی بے قرار روح کو اس وقت قرار آیا جب وہ شہادت کی خلعت پہن کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جاوداں ہو گئے۔

شین روانگی:

میں انہی خیالات میں کھویا ہوا تھا کہ گلاب خان دوپہر کا کھانا لے کر آ گیا، میں نے کھانا کھایا اور تھوڑی دیر آرام کے لیے لیٹ گیا، اس کے بعد ظہر کی نماز ادا کر کے گلاب خان سے اجازت لی اور بستی شین کے لیے روانہ ہو گیا۔

عبدالصبور کی گرفتاری:

میں عصر سے قبل شین بستی میں موسیٰ خان کے پاس پہنچ گیا، نماز عصر کی ادائیگی کے بعد میں نے محبت خان اور خلیفہ بھائی سے رابطہ کرنے کی کوشش کی۔ مخابرے پر تھوڑی دیر بعد رابطہ ہو گیا تو انہوں نے موسیٰ خان کے پاس ہی مغرب سے قبل پہنچ جانے کا وعدہ کیا، محبت خان اور خلیفہ بھائی مغرب سے قبل آئے تو ان سے حال احوال معلوم کیا تو محبت خان نے یہ المناک خبر سنائی کہ ایک طالب عبدالصبور کو کینیڈین آرمی نے گرفتار کر لیا ہے، میں نے اس کا سبب پوچھا تو محبت خان نے بتایا ہم نے گنبد کے نزدیک ایک اور جگہ مائن کے لیے مناسب سمجھ کر وہاں مائن لگائے تو میرے (محبت خان) ہمراہ عبدالصبور اور عبدالحئی تھے ہم نے وہاں ریموٹ کنٹرول لگایا کہ اچانک کینیڈین آرمی کا تلاشی لینے والا کانوائے آ گیا۔ ہم نے ریموٹ کنٹرول کو بلاسٹ کرنا چاہا لیکن وہ بلاسٹ نہ ہو سکا۔ جب کانوائے آگے گزر گیا تو میں نے انہیں کہا کہ اب ہم ریموٹ نکال کر لکڑی کا پتری والا خانچہ فٹ کر دیتے ہیں۔

جب یہ واپس آئیں گے تو اس کا شکار ہو جائیں گے۔ ابھی ہم خانچہ فٹ کر رہے تھے کہ اچانک کینیڈین آرمی کا تلاشی لینے والا گروپ ہمارے سر پر پہنچ گیا۔

میں (محبت خان) اور عبدالحئی تو نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن عبدالصبور کو کینیڈین آرمی والے گرفتار کر کے لے گئے اور خانچہ (ٹیکنالوجی) بھی ساتھ لے گئے اس طرح عبدالصبور کی گرفتاری کے ساتھ ساتھ جدید (خانچہ) ٹیکنالوجی بھی کینیڈین آرمی کے ہاتھ لگ

گئی ہے، میں نے یہ افسوسناک واقعہ سنا تو بہت زیادہ افسوس ہوا اور دل غمگین بھی، اس کے بعد میں نے محبت خان اور خلیفہ بھائی سے پوچھا کہ آپ نے اس جگہ مائن نصب کیا یا نہیں۔ جہاں میں چنار جانے سے قبل جگہ کا انتخاب کر کے گیا تھا تو انہوں نے بتایا مائن نصب کر دیئے ہیں اور خانچہ لگا دیں تو کام کرنے کو بالکل تیار ہیں۔

کینیڈین آرمی پر دوسری کامیاب کارروائی:

میں نے چنار روانگی سے قبل محبت خان اور خلیفہ بھائی کو شین بستی سے بالکل تھوڑا سا پہلے مائن نصب کرنے کی جگہ بتائی تھی۔ وہاں پر خلیفہ اور محبت خان نے اوپر نیچے تین مائن پر یما کارڈ سے جوڑ کر فٹ کیے تھے اور اگر ان مائنز کے ساتھ خانچہ فٹ کر دیا جائے تو یہ مائنز صلیبی افواج کو ان کے اصل ٹھکانے جہنم پہنچانے کے لیے بالکل تیار ہیں۔

صبح کینیڈین آرمی کے تبادلے کا دن تھا۔ ہم نے کینیڈین آرمی کے مخبر (وائرلیس سیٹ) جس پر ان کی جامنگ ٹون ان کے آنے کی مخبری کرتی تھی جیسے ہی مخبر نے ان کے آنے کی اطلاع کی تو ہم نے اس کی مخبری پر عصر کے قریب ان مائنز کے ساتھ خانچہ نصب کر دیا ہم یعنی میں محبت خان اور خلیفہ بھائی شین بستی کے ساتھ ایک پہاڑ پر چلے گئے۔ جہاں سے مائن والی جگہ واضح نظر آ رہی تھی اور کیمرے کی آنکھ سے یہاں کا منظر محفوظ کرنا بھی بہت آسان تھا۔ اب گنبد سے قندھار جانے والا کانوائے چند لمحوں میں ہمارے قریب پہنچنے ہی والا تھا جو کہ گنبد میں تعینات اہلکاروں کو قندھار ریسٹ کے لیے لے جائے گا۔ تھوڑی دیر میں ہمیں روڈ پر کینیڈین آرمی کا کانوائے نظر آیا جس کی ترتیب اس طرح تھی کہ سب سے آگے ٹینک اس کے پیچھے جامنگ والی گاڑی پھر دو ٹینک اور پھر جامنگ والی گاڑی پھر ٹینک اور پھر ایک فوجی ٹرک تھا جو کہ بڑی تیزی سے ہمارے نصب کیے ہوئے مائن کی طرف بڑھ رہے تھے روڈ بھی صاف تھا جبکہ ٹینک کی رفتار بھی کافی تھی۔ جیسے ہی ٹینک شین بستی کی جانب بڑھا اور وہاں سے روڈ بھی کچھ تنگ تھا جس کی وجہ سے ٹینک ہمارے نصب شدہ خانچے کے ساتھ ٹکرا گیا۔ جس کی وجہ سے نصب شدہ مائنز زبردست زوردار دھماکے سے بلاسٹ ہو گئے۔ ٹینک اور اس میں

سوار فوجیوں کے چیتھڑے اڑ گئے اور تین مائنز کے بیک وقت بلاسٹ ہونے کی وجہ سے ٹینک کے پرخچے اڑنے کے ساتھ ساتھ روڈ پر ایک بڑا گڑھا پڑ گیا تھا اور کئی وزنی پتھر بھی اڑ کر پرے جا گرے تھے۔

کینیڈین آرمی پر طالبان کا خوف و ہراس:

کینیڈین آرمی کے باقی تین ٹینک جو کہ تباہی سے بچ گئے تھے۔ ان پر نصب گن کے ذریعے انہوں نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی اور وہ قریبی برساتی نالوں اور چھوٹی پہاڑیوں کو نشانہ بنا رہے تھے اور باقی قافلہ روڈ پر پیچھے کھڑا رہا اور اس کا نوائے کے فوجی اہلکاروں پر خوف و ہراس کے واضح آثار تھے اور وہ اپنے مخابرے پر چیخ و پکار کر کے مزید مدد مانگ رہے تھے۔ اسی دوران کینیڈین آرمی کے باقی ماندہ قافلے کی حفاظت کے لیے ایک جنگی ہیلی کاپٹر فضاء میں گردش کرنے لگا۔

خانچے کا رعب:

علاقے کے کچھ عمائدین کو کینیڈین آرمی کے ایک بڑے افسر نے کیمپ میں طلب کیا کیونکہ علاقے کے بزرگوں اور کینیڈین آرمی کے اعلیٰ افسروں کے درمیان یہ بات طے تھی کہ جو شخص کینیڈین آرمی کو مطلوب ہو گا اس کو کینیڈین خود گرفتار نہیں کریں گے۔ بلکہ عمائدین کے ذریعے اس کو پیش کیا جائے گا۔

آج بھی اسی سلسلے میں کینیڈین آرمی کے اعلیٰ افسر نے عبد الصبور کے دو فرار ہونے والے ساتھیوں کی گرفتاری کے لیے گفت و شنید کرنے کے لیے بلایا تھا۔

جب علاقے کے بزرگ پہنچے اور گفت و شنید شروع ہوئی ہی تھی کہ اس افسر کو ٹینک کی تباہی کی خبر موصول ہوئی تو وہ بہت زیادہ پریشان ہو گیا۔

اس نے فوراً اپنے مرکزی کنٹرول روم قندھار رابطہ کیا اور ٹینک کی تباہی کی خبر دی، وہ شدید خوف و ہراس میں رابطہ کر رہا تھا۔ علاقہ کے عمائدین نے اس کینیڈین آرمی کے اعلیٰ افسر سے اس کی پریشانی کے متعلق سوال کیا اور اس کی وجہ پوچھی تو وہ بڑی پریشانی اور خوف

کے عالم میں اٹھا اور قریب ہی پڑے ہوئے ایک بکس سے لکڑی نکال لایا جس پر ایک لوہے کی پتری لگی ہوئی تھی۔ اس لکڑی کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔ یہ ہے وہ بھیانک ہتھیار جس سے طالبان ہمیں شکست دے رہے ہیں اور طالبان نے دو ہفتوں کے دوران ہمارے دو ٹینک تباہ اور 30 سے زائد فوجی ہلاک کر دیئے ہیں اور اس کا ہمارے پاس کوئی توڑ نہیں ہے۔

علاقے کے بزرگوں نے بتایا کہ وہ اس لکڑی سے بہت زیادہ خوف زدہ تھا اور اس پر اس لکڑی اور طالبان کا بہت زیادہ رعب چھایا ہوا تھا کہ اس نے اسی پریشانی کے عالم میں اس میٹنگ کے ختم ہونے کا اعلان کر دیا اور خود مختلف جگہوں پر مخابرے اور سیٹلائٹ فون کے ذریعے رابطہ میں مصروف ہو گیا۔

فتح مبین:

اب کافی اندھیرا چھا چکا تھا لیکن کینیڈین آرمی کا کانوائے دھما کہ والی جگہ سے تھوڑے فاصلہ پر ہی کھڑا تھا اور اس کانوائے کی حفاظت کے لیے فضاء میں فوجی ہیلی کاپٹر گردش کر رہا تھا۔ ہم اس جستجو میں تھے کہ کانوائے کے ادھر ٹھہرنے کی وجہ کیا ہے لیکن اس کی ہمیں کوئی وجہ نہ معلوم ہو سکی جب رات کے دس بجے کا وقت ہو گیا۔ تو کینیڈین آرمی کے کیمپ گنبد کی طرف سے مزید ٹینک اور ٹرک آئے۔

دھما کہ والی جگہ کھڑے کانوائے کے ہمراہ قندھار کی طرف روانہ ہو گئے۔ محبت خان نے کہا یہ مزید کمک ہے جو کانوائے کو قندھار پہنچانے کے لیے گنبد کیمپ سے آئی ہے۔

لیکن میں نے کہا یہ مشکل ہے کیونکہ اگر بات ٹینکوں تک محدود ہوتی تو کمک سمجھی جا سکتی تھی لیکن اس کانوائے کے ساتھ سامان کے ٹرک تو کچھ اور ہی نشاندھی کر رہے ہیں۔ میں اور محبت خان ابھی اس گفتگو میں مصروف تھے کہ اسی دوران گنبد بستی میں موجود ایک مجاہد نے مجھے بتایا کہ کینیڈین آرمی اس وقت کیمپ خالی کر کے جا چکی ہے اور میں کیمپ کے اندر کھڑا ہوں۔

یہ سننا تھا کہ میری آنکھیں خوشی سے چھلک پڑیں اور ہم اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر کے

نعرے لگانے لگے اور اس خوشی کی خبر کو فوراً میں نے علاقے میں موجود طالبان قاری فیض اللہ صاحب اور ملاّ عبدالشکور تک پہنچایا۔

طالبان کے تہنیتی پیغامات:

جیسے ہی کینیڈین آرمی کے کیمپ خالی کرنے کی اطلاع علاقہ میں پھیلی تو مخابرے (وائرلیس سیٹ) پر طالباان کے تہنیتی پیغامات وصول ہونا شروع ہو گئے اور طالبان نے فائرنگ کر کے اپنی خوشی کا بھرپور اظہار بھی کیا۔ میں نے محبت خان سے کہا ہم رات یہاں ہی قیام کریں گے۔ ہم نے رات اسی جگہ بسر کی ہم صبح بیدار ہوئے اور نماز فجر ادا کی اور ٹینک کے تباہ ہونے والی جگہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ٹینک کے حصے بکھرے ہوئے ایک گہرے گڑھے میں پڑے داستان عبرت بنے ہوئے تھے۔

بی بی سی پشتو سروس کی خبر:

میں نے ٹینک کی تباہی کے فوراً بعد ملاّ عبدالشکور کو یہ خوشخبری سنائی اور انہوں نے یہ خبر بی بی سی کو جاری کر دی۔ شام کو بی بی سی لندن کی پشتو نشریات میں ٹینک کی تباہی کی خبر کو جاری کر دیا گیا۔ جس میں طالبان ترجمان نے 12 کینیڈین آرمی کے اہلکاروں کی ہلاکت کا دعویٰ کیا۔

قاضی شیر زماں .... صلیبی ایجنٹ

کینیڈین آرمی کے کیمپ خالی ہوجانے کے بعد مولانا حمید اللہ کے ہاں ہم سب مقیم تھے کہ اسی دوران ملاّ سردار اور دوسرے طالبان مجاہدین آ گئے اور کینیڈین آرمی کے کیمپ خالی کر جانے پر مبارک باد دینے لگے۔ مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی دوران گفتگو ملاّ سردار نے مجھ سے کہا کہ جب طالبان پسپا ہوئے تو صلیبی افواج نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے کرزئی حکومت قائم کی جو کہ امن اور تعمیر کی علمبردار ہے جبکہ افغان عوام پر ظلم وتشدد اور ان کے دکھ درد میں اضافہ ان کا نصب العین اور تعمیر نو کے عنوان سے حاصل ہونے والے فنڈ کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کرنا ان کا مقصد زندگی بن گیا ہے۔

اسی طرح صلیبیوں نے انصاف کے نام پر قاضی کورٹس قائم کیں۔جن کا دعویٰ تو افغان عوام کو انصاف فراہم کرنا تھا لیکن حقیقت میں ان قاضی کورٹس میں تعینات قاضی قوم کی دولت اور جائیدادوں پر ہاتھ صاف کر رہے ہیں اور انصاف کو عدالتی انصاف کے ترازوؤں کے نیچے بیٹھ کر فروخت کر رہے ہیں۔اس طرح عدل وانصاف کا خون ہورہا ہے۔ملاّ سردار نے مزید کہا ایسے ہی صلیبی ایجنٹوں میں ایک بڑا معروف نام قاضی شیر زماں کا ہے۔جس نے عدالت کی آڑ لے کر ظلم و جبر کا بازار گرم کر رکھا ہے اور اس کا بڑا خوف ناک اور بھیانک کردار ہے۔ جس سے عوام بہت تنگ ہیں اب یہ علاقہ تو صلیبی اتحادی افواج سے بالکل پاک ہو چکا ہے کیوں نہ اس صلیبی ایجنٹ کو بھی سبق سکھایا جائے اور اس کے سیاہ کرتوتوں کی اس کو سزا دی جائے اور اس کو بتایا جائے کہ آج بھی فرعون وقت کے سامنے کردار موسیٰ پیش کرنے والے طالبان موجود ہیں۔

راقم اور باقی تمام ساتھیوں نے اس کی تائید کی اور اس کو سبق سکھانے کا پروگرام ترتیب دینے لگے۔

قاضی شیر زمان کی جاسوسی:

ہمیں اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق پہلے قاضی شیر زمان کی جاسوسی کرنا تھی۔اس کام کے لیے مجھے اور عبدالمنان نے آگے جانا تھا۔باقی ساتھی بستی بابا جان پہنچ کر عبدالمنان کے گھر ٹھہریں گے، اگلے روز ہم ساتھیوں سمیت بستی بابا جان پہنچ گئے۔عبدالمنان اور میری تشکیل قاضی شیر زمان کی جاسوسی کے لیے ہوئی۔ ہم نے قاضی شیر زمان کے حالات و واقعات معلوم کرنے تھے۔

عبدالمنان بھی ایک طالب مجاہد ہے اور وہ کئی سالوں سے طالبان کے ساتھ وابستہ ہے۔ہم نے اسے یہاں آنے کا مقصد بیان کیا اور بتایا کہ ہمیں یہ کام جلد از جلد مکمل کرنا ہے۔عبدالمنان اسی علاقے کا تھا۔اس نے ہماری معاونت کرنے کے ساتھ ساتھ قاضی شیر زمان کی جاسوسی کے لیے ہمارے ہمراہ بھی جانا تھا۔طے یہ ہوا کہ باقی ساتھی یہاں بستی بابا

جان میں رہیں گے اور ہم یعنی میں اور عبدالمنان دونوں آ گے جائیں گے۔ اب ہم دونوں ایک ایک موٹر سائیکل پر سوار ہو کر قاضی شیر زمان کی بستی کی جانب روانہ ہوئے جب ہم قاضی شیر زمان کی بستی کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ وہ بستی تو ایک قلعہ کی مانند ہے۔ جس کے اندر کارروائی بہت دشوار ہے خیر ہم نے وہاں افیون کے بیوپاری کے طور پر اپنا تعارف کروایا اور بستی کے اندر چلے گئے وہاں ہم افیون کے متعلق لوگوں سے پوچھتے رہے اور ساتھ ساتھ جاسوسی بھی کرتے رہے۔ اسی دوران ہم نے شیر زمان کا گھر دیکھا اور اس کی مکمل ریکی کی لیکن ہم شیر زمان کو نہ دیکھ سکے۔ جب ہم اس قلعہ نما بستی سے باہر نکلے تو اس قلعہ نما بستی کے باہر ایک مہمان خانہ بنا ہوا تھا وہاں کافی لوگ بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے اور درمیان میں ایک موٹا سا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔

ملاّ عبدالمنان نے نشاندھی کی کہ یہی موٹا آدمی قاضی شیر زمان ہے اور قاضی شیر زمان کا زیادہ وقت اسی مہمان خانے میں گزرتا ہے ہم نے جاسوسی مکمل کی اور عبدالمنان کے ہمراہ اس کی بستی بابا جان واپس آ گئے۔ ملاّ سردار میرے ساتھ بڑی گرمجوشی سے ملے ہم نے ملاّ سردار کو قاضی شیر زمان کی بستی کے حالات و واقعات سے تفصیلی طور پر آگاہ کر دیا اس کے بعد ملاّ سردار نے پروگرام بنایا کہ ہم قاضی شیر زمان کے گھر پر چھاپہ ماریں گے اور اسے زندہ گرفتار کریں گے۔ اس کارروائی کے لیے تیاری کرنے کا ساتھیوں کو حکم دیا گیا اور یہ بھی ملاّ سردار نے طے کیا کہ یہ کارروائی آج رات ہی ہو گی۔

صلیبی عدالت اپنے انجام تک :

ہم مغرب کی نماز پڑھ کر قاضی شیر زمان کو زندہ گرفتار کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ جب ہم قاضی شیر زمان کے مہمان خانے کے قریب پہنچے تو ہم نے اپنی گاڑیاں پیچھے کھڑی کیں اور مسلح طالبان کو پوزیشن میں بیٹھا دیا۔ بھائی نجیب اللہ، ملاّ سردار اور میں قاضی شیر زمان کے مہمان خانہ کے اندر چلے گئے۔ ہم نے مہمان خانہ میں جا کر قاضی شیر زمان کا پوچھا تو وہاں پر موجود اس کے بیٹے نے بتایا کہ وہ گھر پر ہیں۔ ملاّ سردار نے کہا انہیں بلاؤ ہمیں ان

سے ضروری کام ہے۔ ہم یہاں (مہمان خانہ) میں قاضی صاحب کا انتظار کرتے ہیں۔ قاضی شیر زمان کا بیٹا اسے بلانے کے لیے گیا۔لیکن واپس نہ آیا۔ کافی دیر انتظار کرنے کے بعد ہم نے مہمان خانہ پر بیٹھے دو آدمیوں کو بھیجا کہ وہ قاضی شیر زمان کو یہاں مہمان خانے میں بلا کر لائیں اور قاضی کو بتائیں کہ اس سے کچھ لوگ ملنے کے لیے آئے ہیں۔

لیکن تھوڑی دیر کے بعد ان دو جانے والے آدمیوں نے واپس آ کر پیغام دیا کہ قاضی صاحب کہہ رہے ہیں کہ جس نے ملنا ہے یہاں پر میرے گھر آ کر ملے۔ میں مہمان خانہ میں نہیں آ سکتا لیکن ہم قاضی شیر زمان کے گھر جانے کو تیار نہ تھے کیونکہ وہاں پر کارروائی کر کے نکلنا خاصا دشوار تھا۔

اور اس کے ساتھ ساتھ آنے والے دونوں آدمیوں نے یہ بھی بتایا کہ قاضی شیر زمان اور اس کا بیٹا مسلح حالت میں کلاشنکوفیں تھامے بیٹھے ہیں۔ اس بات کو سن کر میں نے خدشہ ظاہر کیا کہ شاید قاضی شیر زمان کا بیٹا ہمارے مسلح طالبان ساتھیوں کو پوزیشن لیے بیٹھا دیکھ چکا ہے جس کی وجہ سے وہ خوف میں مبتلا ہیں اور وہ یہاں مہمان خانہ میں نہیں آ رہے۔ اس کے بعد ملاّ سردار نے مزید دو طالبان ساتھیوں کو قاضی شیر زمان کے پاس بھیجا لیکن اس (قاضی شیر زمان) نے طالبان ساتھیوں کی بات سننے کی بجائے ان پر دو بڑے بڑے کتے چھوڑ دیئے۔ جب یہ کتے ساتھیوں کو کاٹنے کے لیے بھاگے تو ساتھیوں نے ان پر فائرنگ کر کے جان بچائی اور کتے دم دبا کر ایسے بھاگے کہ دوبارہ نظر ہی نہیں آئے۔

جب فائرنگ ہوئی اور اس کی آواز ہم نے سنی تو نجیب اللہ نے خدشہ ظاہر کیا کہ کہیں ہمارے ساتھیوں پر فائرنگ نہ ہوئی ہو تو ہم سب طالبان ملاّ سردار کے ہمراہ قاضی شیر زمان کے مہمان خانہ سے اٹھ کر اس کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس کے گھر کے قریب ساتھیوں نے اپنی اپنی پوزیشن سنبھال لیں اور اس کے قلعہ نما گھر کے مین دروازے کے اندر ملاّ سردار نجیب اللہ، نصر اللہ اور میں داخل ہو گئے۔ نجیب اللہ نے قاضی کو آواز دی تو وہ بات کرنے کے لیے آ گیا اس کے ساتھ ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا جو کہ کلاشنکوف سے مسلح تھا اور خود قاضی شیر

زمان نے (ٹی ٹی 30 بور) پسٹل تھام رکھا تھا۔ قاضی سے سلام دعا کے بعد کافی تفصیلی بات چیت ہوئی ہم نے قاضی شیر زمان سے کہا کہ وہ مقامی لوگوں پرظلم وستم نہ ڈھائے اس کا منصب انصاف کرنا ہے نہ کہ صلیبی افواج کی ایجنٹی کرنا۔ ہم نے مزید اس سے کہا کہ وہ مقامی لوگوں کو تنگ کرنا ان کی جائیدادوں پر قبضہ کرنا اور انصاف کو ڈالروں کے عوض فروخت کرنا بند کر دے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن قاضی شیر زمان کو سمجھانا اونٹ کو رکشہ میں بٹھانے کے مترادف تھا۔ اس نے اپنے غیر ملکی آقاؤں اور اپنے عہدے پر تکبر کرتے ہوئے بڑی رعونت کا مظاہرہ کیا اور طالبان کو کسی خاطر میں نہ لایا اور دھمکیاں دیتے ہوئے واپس اندر جانے لگا۔ تو میں نے نجیب اللہ سے کہا یہ شخص دھرتی پر بوجھ ہے کیوں نہ دھرتی کا بوجھ اس پر ڈال دیا جائے ایسا موقع پھر ہاتھ نہیں آئے گا، اس کو اس کے انجام تک پہنچا دیا جائے تو بہتر ہے ورنہ یہ بڑا ناسور بن جائے گا۔ نجیب اللہ نے بھی اس کی تائید کی۔

قاضی شیر زمان کا لڑکا کسی بھی خطرے سے نمٹنے کے لیے مستعد کھڑا تھا۔ میں اس کے پاس گیا اور کہا ''جناب کیا حال ہے؟ کیسے ہیں آپ......؟ اس نے جواب ''میں بالکل ٹھیک ہوں'' اس بات چیت سے اسے کسی حد تک تسلی ہوگئی کہ طالبان کوئی گڑ بڑ نہیں کریں گے۔ چنانچہ میں نے اس سے کہا اپنی گن کا لاک تو بند کرو، کہیں فائر نہ ہو جائے۔ جب وہ گن کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے جھپٹ کہ اس سے کلاشنکوف چھین لی اور نجیب اللہ نے اس کو زور دار تھپٹر رسید کیا تو وہ لڑکا دور جا گرا۔

اسی دوران قاضی شیر زمان نے پسٹل سے فائر کرنا چاہا جیسے ہی وہ بولٹ لگانے لگا تو میں نے فوراً کلاشنکوف اپنے ساتھ کھڑے طالب کو پکڑا کر قاضی شیر زمان کے پسٹل کی بیرل کو مضبوطی سے پکڑ کر اس کا رخ اوپر کی طرف کر دیا اسی دوران قاضی شیر زمان نے ٹرائیگر دبا دیا اور ایک ہوائی فائر ہو گیا۔ فائر کا ہونا تھا کہ میرے ساتھ کھڑے طالب نے مجھے اشارہ کیا کہ ''آپ قاضی کو پیچھے کی طرف دھکا دے دیں کیونکہ میں فائرنگ کرنے لگا ہوں'' چنانچہ میرے دھکا دیتے ہی میرے ساتھی نے قاضی شیر زمان اور اس کے بیٹے پر اندھا دھند فائرنگ

کردی۔ اس طرح دونوں اپنے انجام کو پہنچ گئے اور اہل علاقہ نے ان کے ظلم وستم اور قاضی شیر زمان کی عدالتی دہشت گردی سے نجات پائی۔

واپسی کا سفر:

قاضی شیر زمان اور اس کے بیٹے کی ہلاکت کے بعد اس علاقے میں ٹھہرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ اسی دوران ہمارے طالب ساتھی جس کو ہم راستہ میں ایک پہاڑ پر چھوڑ آئے تھے اس نے اطلاع دی کہ آپ کی جانب دو لینڈ کروزروں پر سوار مسلح افراد گزرے ہیں لیکن ہم نے کسی کو اپنی جانب آتے نہیں دیکھا۔ شاید اس ساتھی کو اندھیرے کی وجہ سے کوئی مغالطہ ہو گیا تھا پھر بھی حفاظتی نقطہ نظر سے ایک گاڑی کو آگے روانہ کیا اور اس میں مسلح ساتھیوں کو سوار کر دیا اور انہیں ہوشیار رہنے کی ہدایت کی۔ وہ ساتھی کسی بھی خطرے سے نمٹنے کے لیے تیار و مستعد تھے۔ دوسری گاڑی کافی فاصلے پر رکھ کر اس طرح روانہ کی کہ اس پر سوار ساتھیوں کی ترتیب اس طرح تھی دو دائیں، دو بائیں اور دو پیچھے کی طرف منہ کر کے تیار حالت میں ہتھیار دے کر بٹھائے اور ایک ساتھی کو زڑکئی دے کر چھت سے آگے کی طرف نظر رکھنے کا کہا۔ اس طرح ہم نے واپسی کا سفر کیا اور رات ایک بجے کے قریب ملاّ عبدالمنان کو اس کی بستی بابا جان اتار کر ہم اڑھائی بجے کے قریب شین بستی پہنچ گئے۔

صبح نماز فجر کی ادائیگی کے بعد ناشتہ کیا اور علاقے میں طالبان سے رابطہ کرنے میں مصروف ہو گئے ہم نے رات کو قاضی شیر زمان کی ہلاکت کی خبر ساتھیوں کو سنائی تو وہ بہت خوش ہوئے۔

دوپہر کو میانشین میں کمانڈر ملاّ طور نقیب سے رابطہ ہوا ہم نے انہیں قاضی شیر زمان کی ہلاکت کی خبر سنائی تو انہوں نے بتایا شیر زمان کا آبائی علاقہ میانشین ہی ہے، جب اس کی میت یہاں لائی گئی تو ہم نے اعلان کیا کہ کوئی مسلمان اس کے جنازے میں شرکت نہ کرے تو اس کا اثر یہ ہوا چند ایک سرکاری اہلکاروں کے علاوہ اور کوئی بھی مقامی شریک جنازہ نہیں ہوا۔ قاضی شیر زمان کے جنازہ کے موقع پر افغان نیشنل آرمی کے فوجی کثیر تعداد میں شریک

ہوئے جو کہ قاضی شیر زمان کے صلیبی ایجنٹ ہونے کی واضح علامت اور اس کی ٹاؤٹی کا واضح ثبوت تھا۔ اسی دوران میں نے ملاّ طور نقیب سے پوچھا، آپ کے علاقے میں کینیڈین آرمی کا کیمپ ہے اس پر کوئی کارروائی نہیں ہوئی تو اس کے جواب میں ملاّ طور نقیب کا کہنا تھا کہ آپ کو بہت جلد خوش خبری ملے گی۔

گنبد میں ریپیٹر کی تنصیب:

ہم نے گنبد بستی کے قریب ایک بلند و بالا پہاڑ کی چوٹی پر ایک ریپیٹر نصب کیا جس کے انٹینا کو ہم نے اچھی طرح کیموفلاج کر رکھا تھا۔ اس سے منسلک بیٹری کو چارج کرنے کے لیے ہم نے ایک سولر بھی لگا رکھا تھا اس ریپیٹر کے ذریعے ہم اب باآسانی خاکریز، ، میانشین، قندھار، ارغنداب ، ترین کوٹ اور شاہ ولی کوٹ رابطہ کر سکتے تھے۔ پہلے ہم جب ریپیٹر سے رابطہ کرتے تھے وہ چنار بستی سے اوپر ایک پہاڑ پر نصب تھا اب اس ریپیٹر کی تنصیب کے بعد ہمارا رابطہ ہلمند صوبہ کے مشہور شہر سنگین تک ہوتا تھا۔

ریپیٹر کیا ہے؟

ہم نے اسی صفحہ پر اور اپنی کتاب میں متعدد جگہ پر ریپیٹر سے رابطہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔ ہمارے قارئین سوچ رہے ہوں گے کہ یہ ریپیٹر کیا ہے اور اس کا استعمال کیا ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ رابطہ کرنے کے لیے ہم 5 واٹ کا ہینڈ سیٹ (Hand Set) استعمال کرتے ہیں لیکن دشواری اس وقت پیش آتی ہے جب درمیان میں کوئی رکاوٹ پیش آ جائے جیسے پہاڑ وغیرہ تو اس کی روٹ میں کھڑے ہو کر ساتھیوں سے رابطہ کرنا مشکل ہوتا ہے اس لیے گہرے علاقوں، گھنے جنگلات ، پہاڑی نالوں اور پہاڑوں کی اوٹ سے رابطہ کرنے کے لیے ایک آلہ استعمال کیا جاتا ہے جو کہ VHF کی لہروں کو اٹھا کر دور تک پھیلا دیتا ہے۔ یہ آلہ ریپیٹر کہلاتا ہے۔

اس ریپیٹر کو (D.C) نو وولٹ کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ کراس VHF فریکونسی پر کام کرتا ہے۔ جس میں ایک فریکونسی ٹرانس اور دوسری فریکونسی ریسیو کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

دونوں فریکونسیز کے درمیان کم از کم 500MHZ کا فرق ہونا ضروری ہے۔ رپیٹر کو بلند و بالا جگہ پر نصب کیا جاتا ہے تاکہ اس کے رابطے کی رینج زیادہ سے زیادہ ہو اس کے بعد آپ اس رپیٹر کے ذریعے اپنے ہینڈ سیٹ وائرلیس سیٹ کے ساتھ ان کی رینج میں موجود تمام ہینڈ سیٹ وائرلیس سیٹ پر رابطہ بآسانی براہ راست کر سکتے ہیں۔

بی 52 طیاروں کی خوفناک بمباری:

قاضی شیر زمان کی ہلاکت کی شاندار کارروائی کے بعد آج ہمیں واپس آئے ہوئے دوسرا دن تھا اور ہم مولانا حمید اللہ کے مہمان تھے، ہم نماز مغرب کی ادائیگی کے لیے تیاریاں کرنے میں مصروف تھے کہ میانشین کی جانب B-52 امریکی طیاروں کی خوفناک اور دل کو دہلا دینے والی بمباری کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں اور اسی دوران امریکی جیٹ طیارے بھی بمباری کے لیے فضاء میں اڑتے نظر آئے۔ میانشین کی طرف ہونے والی اس خوفناک بمباری کا دورانیہ ڈیڑھ گھنٹے پر محیط رہا۔ ہم نے نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد میانشین کے طالبان سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن رابطہ نہ ہو سکا۔

ملاّ طور نقیب سے رابطہ:

ہم اس بمباری کی وجہ سے شدید پریشان تھے کہ یہ B-52 باون طیارے اور امریکی جیٹ طیارے کس وجہ سے یہ خوفناک بمباری کر رہے ہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ بمباری کس پر ہو رہی ہے۔ ہم نے اس پریشانی میں ہی عشاء کی نماز ادا کی اور پھر ملاّ طور نقیب سے رابطہ کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ملاّ طور نقیب کا علاقہ کھجور دور تھا ہم ملاّ طور نقیب سے رابطہ کر رہے تھے۔ کافی تگ و دو کے بعد ملاّ طور نقیب سے رابطہ ہوا تو میں نے پوچھا B-52 طیارے کیوں بمباری کر رہے ہیں۔ ملاّ طور نقیب نے اس کا جواب دینے کی بجائے مبارکباد دیتے ہوئے کہا۔

”آپ کو مبارک ہو معرکہ جاری ہے۔ تھوڑی دیر بعد رابطہ کروں گا“

معرکہ کھجور:

ہم اپنے وائرلیس سیٹ پر بیٹھے ملاّ طور نقیب کے رابطہ کرنے کا انتظار کر رہے تھے اور کھجور بستی میں طالبان کی خیر و عافیت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ اسی دوران امریکی B-52 طیاروں کی بمباری بند ہوگئی۔ بمباری کے بند ہونے کے آدھ گھنٹہ کے بعد ملاّ طور نقیب نے ہم سے رابطہ کیا اور معرکہ کھجور کی روداد کچھ یوں بیان کی۔

کینیڈین آرمی کا ہمارے یہاں کھجور بستی میں ایک بڑا کیمپ تھا ہم اس کی کافی دنوں سے ریکی کر رہے تھے۔ دو دن قبل ہم نے تیاری مکمل کی اور بعد از عشاء کیمپ پر دھاوا بول دیا۔ جب ہم کیمپ میں داخل ہوئے تو کیمپ خالی تھا۔ اس میں کوئی فوجی نہیں تھا اور کوئی فوجی گاڑی بھی اس میں نہیں تھی۔ ہم کیمپ خالی دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ہم نے خیال کیا اگر کیمپ کو نقصان پہنچایا تو کینیڈین خبردار ہو جائیں گے۔ اس لیے ہم کیمپ کو صحیح حالت میں چھوڑ کر واپس آ گئے۔

ہم نے اس کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ جب سے کینیڈین آرمی نے گنبد والا کیمپ خالی کیا ہے اس کے بعد سے اس کیمپ والے کینیڈین بہت خوف اور پریشانی کا شکار ہیں۔ وہ عصر کے بعد اپنی گاڑیاں صحرا میں کھڑی کرتے ہیں اور خود جنگل میں کسی جگہ جا کر سو جاتے ہیں اور صبح کو واپس کیمپ میں آ جاتے ہیں اور کینیڈین طالبان کے ڈر اور ان کے حملہ کے خوف سے یہ سارا کچھ کرتے ہیں۔

ملاّ طور نقیب نے مزید بتایا کہ جب ہمیں یہ معلومات موصول ہوئیں تو ہم نے مزید نئی حکمت عملی ترتیب دینے کے ساتھ آج قبل از نماز عصر دوبارہ کیمپ پر دھاوا بول دیا۔ کینیڈین آرمی طالبان کی اس جرأت اور بہادری سے سخت ہراساں ہوئی کہ آج طالبان نے سفید دن میں کیمپ پر چڑھائی کر دی۔ کینیڈین آرمی نے تھوڑی دیر تک مقابلہ کیا۔ جس میں ان کے پہرے پر متعین اہلکار مارے گئے اور باقی نے فرار ہونا شروع کر دیا۔ اسی دوران ان کا ایک اعلیٰ افسر اور تین جونیئر آفیسر اور کئی اہلکار مارے گئے اور باقی فرار ہو گئے۔

ہم نے کیمپ کی تلاشی لی جس میں ہمیں مال غنیمت میں چھوٹے ہتھیار کلاشنکوفیں مارٹر اور کافی مقدار میں گولہ بارود ملا، اس کے علاوہ مال غنیمت میں ہمیں 6 عدد وائرلیس سیٹ بھی ملے اس کے بعد کیمپ میں کھڑی بکتر بند گاڑیوں، ٹینکوں، فوجی ٹرکوں کو آگ لگا دی۔ اب جنگ بند ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی اور طیاروں کی بمباری کا خطرہ بھی بڑھ رہا تھا۔ کیونکہ کینیڈین آرمی تو کیمپ کو خالی کر چکی تھی اور اب چونکہ اس کیمپ میں صرف ہم طالبان ہی ہیں اس لیے اس کیمپ پر بمباری ہو سکتی تھی۔ چنانچہ ہم نے فوراً کیمپ خالی کر دیا، جیسے ہی کیمپ سے ہم نکلے تو فضاء میں طیاروں کے اڑنے کی آوازیں گردش کرنے لگیں۔ ہم نے فوراً اپنی گاڑیوں کو ایک لوگاٹ میں کھڑا کیا اور ان کی لائٹیں بند کر دیں اور خود کچھ فاصلہ پر ہی ایک محفوظ مقام میں منتقل ہو گئے۔ کیمپ میں اس وقت آگ جل رہی تھی۔ جس کی وجہ سے باقی ماندہ گولہ بارود پھٹ رہا تھا اور زوردار دھماکے ہو رہے تھے۔ اسی دوران B-52 اور امریکی جیٹ طیاروں نے بمباری شروع کر دی اور تباہ شدہ کیمپ کو ملیامیٹ کر دیا۔

اس جنگ میں کوئی طالب شہید یا زخمی نہیں ہوا اور سب طالبان اپنے محفوظ ٹھکانے پر ہیں جبکہ کیمپ میں کافی تعداد میں کینیڈین آرمی کے اہلکاروں کی نعشیں بکھری پڑیں تھیں جو کہ کینیڈین آرمی کے اہلکار بھاگتے ہوئے پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ اس وقت بمباری رک چکی ہے اور طیارے واپس جا چکے ہیں۔

فتح مبین:

صبح نماز فجر کی ادائیگی کے بعد ہم نے ناشتہ کیا اور آٹھ بجے کے قریب ملّا طور نقیب سے دوبارہ رابطہ کیا تو انہوں نے دوسری خوشخبری یہ سنائی کہ ابھی صلیبی ہیلی کاپٹر آئے ہیں جن میں کافی سارے صلیبی فوجی سوار ہیں اور ان کے ساتھ ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹر بھی ہیں۔ انہوں نے یہاں سے کیمپ ختم کر دیا ہے اور اب وہ اپنا بچا کچھا سامان اٹھا رہے ہیں اور ملبے تلے دبی لاشیں بھی نکال رہے ہیں۔ اس طرح ہمیں کھجور میا نشین میں بھی فتح حاصل ہو گئی۔

کمانڈر ملاّ طور نقیب کو مبارکباد:

میں نے جب ملاّ طور نقیب کی زبانی کینیڈین آرمی کی پسپائی اور طالبان کی فتح کی خبر سنی تو بہت زیادہ خوشی ہوئی کہ آج شہیدوں کے خون کی برکت سے ظالم صلیبی ناکام اور شکست خوردہ ہوکر یہاں سے نکلے۔ اس بڑی فتح پر میں نے ملاّ طور نقیب کو مبارکباد دی اور قاری فیض اللہ صاحب کے علاوہ ملاّ عبدالشکور، مولوی باز محمد خاکریز، میانشین، شاہ ولی کوٹ اور نیش کے طالبان کو اس فتح کی خوشخبری سنائی تو سب نے بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا اور ریپٹر نمبر پر کمانڈر ملاّ طور نقیب کو اس فتح پر مبارک باد دی اور اس فتح کو فتح مبین قرار دیا۔

طالبان کی حکومت:

معرکہ کھجور کے بعد چاروں اضلاع صلیبی افواج سے خالی ہو چکے تھے کیونکہ خاکریز میں معاہدہ ہو چکا تھا۔ گنبد کینیڈین آرمی کا کیمپ بھی پے در پے مائنز کارروائیوں کے بعد خالی ہو چکا تھا اور میانشین میں درہ نور کے معرکہ کے بعد میانشین میں صلیبی افواج انتہائی محتاط تھیں اور ان کی زمینی آمدورفت ختم تھی وہ صرف حالات کا جائزہ لینے کے لیے بذریعہ ہیلی کاپٹر افغان نیشنل آرمی کے کیمپ میں آتے ہیں درہ نور کی جنگ کے بعد افغان نیشنل آرمی نے بھی طالبان سے خفیہ معاہدہ کر لیا۔ اس طرح ان چاروں اضلاع میں عملاً طالبان کی حکومت تھی کاغذات اور میڈیا کی حد تک کرزئی کے گورنر کام کر رہے تھے۔

قندھار کے دروازے پر دستک:

ملاّ طور نقیب کی کامیاب کارروائی کے بعد علاقہ صلیبیوں سے خالی ہو چکا تھا تو مجاہدین اس فتح کو فتح مبین قرار دے رہے تھے۔ مجاہدین نے قندھار کے دروازے پر دستک دینے کا پروگرام بنایا اور اس کی اجازت قاری فیض اللہ صاحب سے مانگی تو انہوں نے اس کی بخوشی اجازت دے دی۔

روانگی:

مولانا حمید اللہ کے ہاں قندھار کے دروازے پر دستک دینے کا پروگرام کچھ یوں طے

ہوا کہ قندھار کے قریب جا کر مین روڈ پر کمین لگائی جائے گاڑیوں کی تلاشی لی جائے اور فوجی گاڑیوں کو نشانہ بنایا جائے۔ اس کارروائی کے لیے عبدالمنان کی بستی بابا جان کے قریب (جہاں سے قندھار روڈ گزرتا ہے۔) اس علاقے میں یہ کارروائی کی جائے۔ اس کارروائی کے لیے ہم نے ظہر کی نماز کے بعد روانگی کا پروگرام بنایا۔ ہم نے ظہر کی نماز ادا کی اور ملّا سردار کی سربراہی میں یہ سرفروش طالبان کا قافلہ بستی بابا جان کی جانب روانہ ہوگیا۔

مین شاہراہ کی ریکی:

بستی بابا جان پہنچ کر عصر کی نماز کی ادائیگی کے بعد مین قندھار اورزگان شاہراہ پر کمین لگانے کی ترتیب بنانے کے لیے سب طالبان جمع ہوگئے۔

ملّا سردار نے عبدالمنان کی سربراہی میں تین طالبان مجاہدین کی تشکیل کی کہ وہ مین شاہراہ کی ریکی کر کے جگہ کا انتخاب کریں۔عبدالمنان اور ساتھیوں کی روانگی کے بعد ملّا سردار نے کمین میں بیٹھنے کے لیے ساتھیوں کی ترتیب لگائی اور کمین لگانے کا وقت عشاء کے بعد کا متعین کیا۔عبدالمنان نے اس علاقے میں جا کر پورے علاقے کی جانچ کی۔ راستوں کو غور سے دیکھا کہ کمین کے لیے کونسی جگہ مناسب ہے جہاں افغان نیشنل آرمی اور صلیبی اتحادی افواج کے قافلے کو روک کر انہیں واضح پیغام دیا جائے کہ طالبان اب پوری قوت سے ان کے ساتھ لڑنے کے لیے تیار ہیں اور ان کی پے در پے کارروائیوں کے بعد اب قندھار بھی ان سے محفوظ نہیں۔ ان صلیبی افواج کی سلامتی اسی میں ہے کہ وہ مسلمانوں پر ظلم ڈھانا بند کریں اور افغانستان چھوڑ کر واپس لوٹ جائیں۔عبدالمنان نے اپنی متعین کردہ جگہ کے اوپر اپنے ساتھ آنے والے دو طالبان میں سے ایک کو متعین کیا کہ وہ اس جگہ کا خیال رکھے اور دوسرے کو باباجان بستی کی طرف آنے والے راستے پر چھوڑا کیونکہ دشمن کہیں چالاکی کر کے ہمارے اوپر کمین نہ لگا دے۔عبدالمنان عشاء سے کچھ قبل ہی واپس بابا جان بستی آ گیا اور ساری صورتحال سے ملّا سردار کو آگاہ کیا۔

قندھار اورزگان شاہراہ پر کمین :

عشاء کے بعد ہم سب طالبان ملاّ سردار کی سربراہی میں مین شاہراہ پر کمین لگانے کے لیے روانہ ہوئے معلومات پہلے سے حاصل ہو چکی تھیں ساتھی نگرانی کے لیے روڈ پر موجود تھے جو کہ آگے کی لمحہ بہ لمحہ رپورٹ دے رہے تھے۔ دو گاڑیوں اور تین موٹر سائیکلوں پر سوار طالبان کا قافلہ رواں دواں تھا، ہم آدھ گھنٹہ کی مسافت طے کرنے کے بعد اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچ چکے تھے۔ یہ کمین ہم پندرہ ساتھیوں نے لگانا تھی جو کہ دو گروپوں میں تقسیم تھے روڈ کو ایک برساتی نالہ اس طرح کراس کرتا تھا کہ اس کا پانی روڈ کے اوپر سے گزرتا تھا۔ اس کے ساتھ ایک پہاڑی تھی جس پر ایک گروپ نے کمین لگانا تھی اور اورزگان سے آنے والی گاڑیوں کو چیک کرنا تھا۔ اس برساتی نالے کے دوسری طرف ایک پختہ نالہ تھا۔ جو کہ باغات وغیرہ کو سیراب کرنے کے لیے بنایا گیا تھا اور روڈ سے معمولی اونچا تھا اس میں دوسرے گروپ نے کمین لگانا تھی اور قندھار سے آنے والی گاڑیوں کو چیک کرنا تھا اور طے یہ کیا گیا تھا کہ نشانہ صرف فوجی گاڑیوں کو بنایا جائے اور چیک سول گاڑیوں سمیت سب کو کیا جائے گا۔ کیونکہ بعض اوقات صلیبی اتحادی افواج کے اہلکار اور افغان نیشنل آرمی کے اہلکار رات کو طالبان کے خوف سے سول گاڑیوں میں سفر کرتے ہیں اور جن گاڑیوں کو چیک کیا جائے گا ان میں اپنا مطلوب نہ ہوگا تو ان کو بالکل نقصان نہیں پہنچایا جائے گا اور انہیں حفاظت سے اس بڑے برساتی نالے میں روڈ سے تھوڑا دور کھڑا کر دیا جائے گا اور کمین کے ختم ہونے کے بعد ان کو جانے کی اجازت ہوگی اور حفاظتی نقطۂ نظر سے ان پر تین طالبان پہرہ دیں گے۔

سب طالبان کے لیے کام طے تھے کہ کسے کون سا کام انجام دینا ہے اور کہاں پر کرنا ہے۔ بعد ازاں ہم نے عشاء کی نماز کے ایک گھنٹہ بعد قندھار، اروزگان روڈ پر کمین لگا دی اور ساتھیوں نے بتائی ہوئی ترتیب سے اپنی جگہیں سنبھال لیں۔ روڈ کے اوپر صرف دو طالب موجود تھے۔ جن میں سے ایک کلاشنکوف اور دوسرا ٹی ٹی پسٹل سے مسلح تھا۔ وہ قندھار اور اروزگان سے آنے والی گاڑیوں کو روکیں گے ان کے علاوہ تین اور طالب تھے جو کہ ان

گاڑیوں کی تلاشی لیتے اور مقصود نہ پانے کی صورت میں گاڑیوں کو اس بڑے برساتی نالے میں ایک اوٹ میں کھڑا کر دیتے۔ یہ سلسلہ نصف رات تک جاری رہا لیکن کوئی صلیبی اتحادی یا افغان نیشنل آرمی کا کانوائے روڈ پر نہ آیا کہ جس میں معرکہ آرائی ہوتی۔ لیکن عشاء سے نصف رات تک روڈ پر قبضہ رکھنا اور گاڑیوں کی تلاشی لینے کا اقدام طالبان کا قندھار کے دروازے پر دستک دینے کے مترادف تھا کہ اب ہماری دوسری یلغار انشاء اللہ قندھار کے شیشے کے گھر میں بیٹھے صلیبیوں پر ہوگی۔ اس کے بعد ملاّ سردار نے ساتھیوں کو واپسی کا حکم دیا سب ساتھی کمین سے نکل کر گاڑیوں میں سوار ہوئے اور واپس بستی بابا جان پہنچ گئے۔

طالبان کا غیر معمولی اجلاس:

ملاّ طور نقیب کی قابل دید اور قابل داد کارروائی کے بعد چاروں اضلاع خاکریز، میانشین، شاہ ولی کوٹ، شین سے غیر ملکی صلیبی اتحادی افواج کا اخراج ہو چکا تھا۔

افغان نیشنل آرمی کے اہلکار اپنی زندگی کے دن طالبان سے سمجھوتہ کر کے پورے کر رہے تھے۔ یوں غیر اعلانیہ طور پر ان اضلاع میں طالبان کی حکومت قائم ہو چکی تھی جس کی وجہ سے طالبان پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی تھیں۔ ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے اور نبھانے کی ترتیب بنانے کے لیے آج طالبان کا شین بستی میں ان چاروں اضلاع کے عمومی مسئولوں کا قاری فیض اللہ صاحب کی زیر قیادت ایک اجلاس ہو رہا تھا۔ جس میں چاروں اضلاع کے اہم ذمہ دار حضرات شریک ہو رہے تھے یہ اجلاس ظہر کے بعد شروع ہوا اور عصر سے تھوڑی دیر قبل تک جاری رہا۔

اجلاس کا اعلامیہ:

نماز عصر کی ادائیگی کے بعد ملاّ عبدالشکور نے قاری فیض اللہ صاحب کی اجازت کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد اس اجلاس کا اعلامیہ جاری کیا جو کہ مندرجہ ذیل شقوں پر مشتمل تھا۔ ان چاروں اضلاع خاکریز، میانشین، شین اور شاہ ولی کوٹ سے صلیبی افواج فرار ہو چکی ہیں۔ لہٰذا ان علاقوں کے عوام کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کی ذمہ

داری اب طالبان پر عائد ہوتی ہے۔

☆ ان اضلاع میں عملاً اب طالبان کی حکومت ہے۔لہٰذا حدود اللہ کے نفاذ کی پوری کوشش کی جائے گی۔

☆ ان اضلاع میں عوام کے روز مرہ کے مسائل اور لڑائی جھگڑے اب صلیبی عدالتوں میں پیش نہیں ہوں گے لہٰذا ان کے فیصلے طالبان کے نمائندے افراد کریں گے۔

☆ دوسرے اضلاع کے طالبان جو کہ حالت جنگ میں ہوں ان کی بھرپور اخلاقی، مالی اور عسکری مدد کی جائے تا کہ وہاں سے بھی صلیبی افواج کا جلد از جلد اخراج ہو سکے۔

اضلاع کے نگران :

اس اعلامیہ کے بعد ملاّ عبدالشکور نے اعلان کیا کہ قاری فیض اللہ صاحب نے چاروں اضلاع میں مندرجہ ذیل افراد کو نگران مقرر کیا ہے۔

☆ خاکریز میں ملاّ عبدالشکور

☆ شین میں مولوی باز محمد

☆ میانشین میں ملاّ طورنقیب اور قاری فیض اللہ صاحب

☆ شاہ ولی کوٹ میں ملاّ سردار نگران ہوں گے۔

طالبان کے عدالتی فیصلے :

اس اجلاس کی روشنی میں طالبان رہنماؤں نے عوام کے روز مرہ کے مسائل کے فیصلے کرنے شروع کر دیئے اور ان پر عملدرآمد بھی شروع کر دیا جس کے بہت حوصلہ افزاء نتائج آنا شروع ہو گئے۔علاوہ ازیں طالبان مجاہدین نے غیر ملکی صلیبی افواج کو ان تمام صوبوں زابل، ہلمند، نمروز، اورزگان، پکتیا، پکتیکا، غزنی، وردک، فراہ اور کنٹر وغیرہ میں ایئرپورٹوں اور چھاؤنیوں میں محصور رہنے پر مجبور کر دیا ہے...... ہاں ......کبھی کبھار صلیبی افواج جب اپنی چھاؤنیوں سے باہر نکلتی ہیں تو جنگ ہو جاتی ہے(اگرچہ صلیبی افواج علاقوں میں زیادہ تر گشت ہیلی کاپٹروں پر ہی کرتی ہیں) ان تمام صوبوں میں طالبان کا باقاعدہ شرعی نظام عدل چل رہا

ہے، اب طالبان نے شمالی علاقوں میں بھی اپنے نیٹ ورک کو بڑھانا اور اتحادی صلیبی افواج پر حملے کرنا شروع کر دیئے ہیں جیسا کہ قندوز، بغلان، مزار شریف اور شبرغان وغیرہ میں طالبان نے اپنی عملیات شروع کی ہوئی ہیں۔ طالبان کی روز بروز بڑھتی ہوئی پیش قدمی ان کی عوام میں بے حد مقبولیت کی غماز ہے۔

آنے والے دنوں میں طالبان کے حق میں عوامی حمایت میں زبردست اضافہ ہوگا۔ مذکورہ بالا عدالتی نظام کی نگرانی مستند علماء کرام کرتے ہیں اور ملزم کو اپنی صفائی کا پورا موقع دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے مدعی اور ملزم دونوں کی باتیں سن کر طالبان نمائندے صحیح فیصلہ کر دیتے ہیں اور طالبان کے اس عدالتی نظام میں رشوت خوری اور سفارش کا عمل دخل کہیں بھی نہیں ہے۔

ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں:

شین بستی میں طالبان کے اجلاس اور اضلاع میں طالبان کے نمائندوں کی تعیناتی کے بعد کچھ اطمینان ہوا کہ اب چند دن سکون اور اطمینان کے ساتھ گزارنے کا موقع ملے گا اور گزشتہ تین چار ماہ سے مسلسل کارروائی اور دشمن کے تعاقب سے جو ذہنی دباؤ پڑا ہوا تھا۔ اس سے اطمینان حاصل ہوگا لیکن علامہ اقبال مرحوم کے بقول ابھی عشق کے امتحان اور بھی تھے۔ جن سے ہم کو گزرنا تھا۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
یہاں سینکڑوں کارواں اور بھی ہیں
تو شاہین ہے پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے آسمان اور بھی ہیں

میں شین بستی سے ملّا عبدالشکور کے ہمراہ چنار آ گیا، یہاں آئے ابھی ہم کو دو دن ہی ہوئے تھے کہ ایک دن جب میں باغ کی سیر سے واپس مہمان خانے میں آیا تو ملّا عبدالشکور نے مجھے جہاد کے فضائل سنائے اور طالبان کے پورے افغانستان کے جنگی امور کے نگران ملّا

برادر کا پیغام دیا جس میں انہوں نے میری تشکیل K.G.B کے ایجنٹ، کیمونسٹ لیڈر اور شمالی اتحاد کے خونخوار کمانڈر عبدالرشید دوستم کے خلاف کارروائی کے لیے کی تھی، ملّا عبدالشکور نے اپنے پہلو میں بیٹھے ایک مجاہد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: آپ ان کے ہمراہ مزار شریف جانے کے لیے تیار ہو جانا کل صبح آپ کو یہاں سے روانہ ہونا ہے۔ یہ دن اسی طرح گپ شپ میں گزر گیا۔

دوستم کی زندگی اور درندگی

ازبک نژاد عبدالرشید دوستم ۱۹۵۵ء میں صوبہ جوزجان کے شہر شبرغان کے نواحی گاؤں میں ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا، دوستم نے معمولی، رسمی تعلیم پائی، ۱۹۷۸ء میں افغان فوج میں بھرتی ہونے سے قبل دوستم کھیتوں میں کام کرتا تھا۔ اس کے سر کے بال سفید ہیں اور اس کے بڑے بڑے جبڑے اور چندھی آنکھوں والے چہرے پر کوئی کرشماتی آثار دکھائی نہیں دیتے اور شراب کا بڑا رسیا ہے، دوستم شمالی اتحاد کا ایک طاقتور جنگجو سردار ہے وہ چھ فٹ لمبا اور بڑے ڈیل ڈول کا مالک ہے، انسانی شکل میں ریچھ لگتا ہے، وہ جب ہنستا ہے تو لگتا ہے غرا رہا ہے۔ جنرل عبدالرشید دوستم ازبک نژاد ہے اور ازبک کے معنی ہیں، اپنی مرضی کرنے والا ازبک اپنا رشتہ چنگیز خان کے منگولوں سے ملاتے ہیں، جن کی ایک شاخ شانے بائی قبیلہ نے ۱۵۰۰ء میں جدید ازبکستان اور شمالی افغانستان فتح کیا، ازبک غصیلے، تیز طرار، جرأت مند اور باغی نوعیت کے ہوتے ہیں، اسی وجہ سے ازبکوں کی طاقت حاصل کرنے کی خواہش آج بھی پہلے کی طرح برقرار ہے۔ جنرل عبدالرشید دوستم کا خصوصی لقب دوستم ہے جس کے معنی میں دوستی ٹپکتی ہے لیکن دوستم نے طالبان پر مظالم کے پہاڑ ڈھا کر درندگی میں چنگیز اور ہلاکو خان کو مات دے دی ہے، اس لیے اگر اس کے لقب کے نیچے زیر لگا دیں تو ''دوسِتم'' بن جائے گا اور تاریخ میں عبدالرشید دوستم نے طالبان کے ساتھ ''دوسِتم'' کئے ہیں جن میں طالبان کو بے پناہ نقصان اٹھانا پڑا۔

۱۹۹۷ء میں طالبان سے غدّاری کرنے والوں میں جنرل دوستم اور جنرل مالک دونوں

شامل تھے طالبان کو بے دردی سے شہید کرنے اور دشت لیلیٰ میں دفن کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ دوستم نے ان مجبور اور بے بس آٹھ ہزار شہید طالبان کی ذمہ داری جنرل مالک پر ڈالی، قیدیوں کو یہ کہہ کر کہ ان کا تبادلہ کیا جا رہا ہے، ٹرکوں میں لاد کر کنوؤں پر لے جایا جاتا اور زندہ ہی اس میں گرا دیا جاتا، جو قیدی مزاحمت کرتے انہیں گولی ماری جاتی پھر کنویں میں گرا دیا جاتا اوپر سے دستی بم گرا دیئے جاتے، بعد میں کنوؤں کو بند کر دیا جاتا، بعض عینی شاہدین کے مطابق ہاتھ بندھے قیدیوں کو دشت لیلیٰ لایا جاتا، پھر دس دس کی قطار میں کھڑا کر کے گولیاں ماردی جاتیں اور کنویں میں پھینک دیا جاتا اور یہ عمل مسلسل چھ رات تک جاری رہا۔

امریکہ کے دہشت گردانہ حملے کے بعد بھی دوستم نے اپنا یہی کردار ادا کیا اور قندوز میں مجاہدین سے معاہدہ کرنے کے بعد اُن کو کنٹینرز وں میں بھر کر صحرا میں لاتے اور ان سے غداری کر کے شہید کرتے اور اجتماعی قبروں میں دفن کر دیتے۔

۲۰۰۴ء کے شروع میں خبر آئی کہ امریکا نے افغانستان میں جنگی جرائم کے مقدمات والی عدالت کے قیام کی مخالفت کی اور اس کی وجہ اس وقت منظر عام پر آئی جب آئرش صحافی ''جیمی ڈوران'' نے جرمن پارلیمنٹ میں ۲۰ منٹ دورانیہ کی فلم The Afghan Massacre, The convey of Death دکھائی۔ جس میں مزار شریف اور شبرغان کے قریب دریافت ہونے والی دو اجتماعی قبروں کو دکھایا گیا ہے، ان میں تین ہزار کے قریب طالبان، عرب اور پاکستانی مجاہدین ابدی نیند سو رہے ہیں اور دونوں اجتماعی قبروں میں سے انسانی باقیات باہر ہی سے نظر آ رہی تھیں مزار اور شبرغان دونوں علاقے ازبک جنگی کمانڈر عبدالرشید دوستم کے زیر کنٹرول تھے، لیکن اب 2006ء سے مزار شریف تاجک کمانڈر استاد عطاء کے کنٹرول میں ہے، یہ وہی عبدالرشید دوستم ہے جو اپنی سفاکی و درندگی میں عالمی شہرت یافتہ ہے، ان میں سے ایک شہید طالبان کی اجتماعی قبر عبدالرشید دوستم کے آبائی علاقے اور جنبشِ ملی کے ہیڈ کوارٹر شبرغان سے آدھے گھنٹے کی مسافت پر ہے جو کہ ایک لاکھ چالیس ہزار چھے سو پچیس مربع فٹ رقبہ پر محیط ہے، قبر کی لمبائی اور چوڑائی 475 فٹ کے قریب ہے اور

اس میں تین ہزار شہید طالبان دفن ہیں۔

دوستم انتہائی ظالم اور سفاک شخص ہے احمد رشید اپنی کتاب ''طالبان'' میں لکھتے ہیں:
جب میں دوستم سے ملنے کے لیے پہنچا تو دوستم اُس وقت قلعہ جنگی میں مقیم تھا قلعہ جنگی کے صحن میں جگہ جگہ خون کے دھبے اور گوشت کے ٹکڑے دکھائی دیئے۔ پوچھنے پر بتایا گیا کہ ایک گھنٹہ بیشتر دوستم نے ایک سپاہی کو چوری کرنے کی پاداش میں سزا دی ہے، اُسے ٹینک سے باندھا گیا، پھر ٹینک ایک چکر میں چلایا گیا جس سے اس کا جسم قیمہ ہو گیا، دوستم اور اس کے خونخوار فوجی یہ منظر بڑے شوق سے دیکھتے رہے۔

دوستم کی وحشیانہ روش کا ایک یہ بھی راز ہے کہ دوستم بزکشی کا شوقین ہے جو کہ شمالی افغانستان کا روایتی کھیل ہے، دوستم اور اس کے خونخوار کمانڈر شبرغان کے دشتوں میں اکثر یہ کھیل کھیلتے ہیں، بز کے معنی ''بکری'' کے ہیں، اس کھیل میں گھوڑ سواروں کی ایک ٹیم ایک مردہ بکری کو میدان کے ایک سرے تک لے جانے کی جدوجہد کرتی ہے اور حریف مخالف ٹیم اُسے چھین کر واپس دوسرے سرے تک لانے کی جدوجہد کرتی ہے، کوئی ہار ماننے کو تیار نہیں ہوتا، تیز نوک دار نیزہ ہاتھ میں لیے گھوڑے کے چابک لہراتے ہیں، خون بہتا ہے، ہڈیاں چٹختی ہیں اور دشت لالہ زار بن جاتا ہے، دوستم کے ساتھی کہتے ہیں یہ خوفناک کھیل خونخوار دوستم کے خون میں رچ بس گیا ہے۔ ہر شخص میں اس کے موروثی اثرات کچھ نہ کچھ موجود ہوتے ہیں۔ میرے مطالعہ کے مطابق ددستم کا ایک تو شجرہ نسب خوف و وحشت کی علامت اور سروں کے مینار تعمیر کرنے والے خونخوار چنگیز خان سے ملتا ہے اور دوسرا وہ ازبک ہے جس کا مطلب ہی مرضی کرنے والا ہے اور ان دونوں موروثی اثرات کی بنیا پر دوستم خونخوار ہے۔
1978ء میں افغانستان میں کیمونسٹ انقلاب برپا ہوا اور نور محمد ترہ کئی برسر اقتدار آیا تو دوستم فوج میں بھرتی ہو گیا، دریائے آمو کی بندگارہ حیرتان سے جو اشیاء سویت یونین سے افغانستان آتیں دوستم ان کی سپلائی لائن کی حفاظت پر معمور تھا۔ 1980ء کے عشرے میں اس نے ملیشیا بٹالین کی کمان کی پھر ایک ڈویژن فوج کو اس کی کمان میں دیا گیا 89-1988ء میں

روس افغانستان سے نکل گیا تو دوستم کا ڈویژن اہمیت اختیار کر گیا، مجاہدین کے جارحانہ حملوں کی وجہ سے سرکاری فوج گھروں کو سدھارنے لگی تو روسی امداد پر پلنے والی دوستم کی بے قاعدہ فوج جو کہ سخت کوش ازبکوں پر مشتمل تھی، کیمونسٹ صدر نجیب اللہ کا واحد سہارا تھی، ڈاکٹر نجیب اسے مجاہدین کے خلاف سریع الحرکت فورس کے طور پر استعمال کرتا رہا۔

دوستم نے جب دیکھا کہ ڈاکٹر نجیب کی حکومت چند دنوں کی مہمان ہے اور اسے بالآخر رخصت ہونا ہی ہے تو اس نے کیمونسٹ لیڈر ڈاکٹر نجیب کے خلاف بغاوت کر کے احمد شاہ مسعود کا ساتھ دے کر کمیونسٹ حکومت کے خاتمہ میں کلیدی کردار ادا کیا، دوستم نے مزار شریف پر قبضہ کر کے جنبش ملی اسلامی نامی تنظیم کھڑی کر لی، اگلے برسوں میں افغانستان کے اندر قومی گروہوں کی روش یہ رہی کہ سہولت محسوس کی تو کسی کے ساتھ اتحاد کر لیا اور موقع ملتے ہی اس کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دیا، اس میں دوستم سب پر بازی لے گیا، وہ اتحاد کرتا اور توڑتا رہا، پہلے جمعیت اسلامی کے اس وقت کے کمانڈر احمد شاہ مسعود سے اتحاد کیا، پھر مسعود کے حریف گلبدین حکمت یار کا اتحادی بنا اور آخر میں ان دونوں کے جانی دشمن طالبان کا ساتھ دیا اور اگرچہ طالبان سے اس کا اتحاد معاہدہ کی سیاہی خشک ہونے سے بھی پہلے ٹوٹ گیا۔ اسی دوران جنبش ملی اسلامی کے اندر اعلیٰ سطحی اور شخصیتوں کے اختلافات بزکشی کے انداز میں طے کیے جاتے رہے، شخصی تصادم کے باعث پہلے دوستم کو اس کے نائب عبدالمالک پہلوان کے ہاتھوں پسپا ہو کر ترکی میں پناہ لینا پڑی اور دوستم کی واپسی پر عبدالمالک پہلوان کو کو اہل وعیال سمیت ازبکستان فرار ہونا پڑا۔ ان خونریز کشاکش میں وسیع پیمانے پر ہلاکتیں، ہیلی کاپٹر حادثات اور کئی ایک ڈرامائی واقعات پیش آئے۔

دوستم ہر بار بلا تامل ہر کسی سے غداری کرتا، دوستم ہر ملک کا تنخواہ دار رہا، دوستم نے روس، ازبکستان، ایران، پاکستان اور بعد میں ترکی سے بھی مالی امداد لی۔ 1995ء میں دوستم ایک وقت میں ایران سے بھی پیسہ لیتا رہا اور پاکستان سے بھی۔ جبکہ ایران اور پاکستان کے درمیان شدید نوعیت کے اختلافات تھے۔ ایران، ازبکستان اور روس نے اسے سیکولر لیڈر کے

طور پر ابھارا اور سمجھا کہ وہی صرف پشتون بنیاد پرستوں کے خلاف مزاحمتی حصار کا کام بھی دے سکتا ہے اور شمال کو طالبان سے بچا بھی سکتا ہے۔ ان ملکوں کی نگاہ میں اس کی کوئی خوبی تھی تو وہ یہ کہ وہ طالبان کے منظر عام پر آنے سے قبل بھی مجاہدین کا دشمن تھا، طالبان کے دباؤ پر دوستم فرار ہو کر ترکی چلا گیا۔ مگر 2001ء میں امریکی صلیبی حملے کے بعد دوستم افغانستان واپس آ گیا اور اس نے امریکی معیت میں، مزار شریف، رضیہ سلطانہ سکول، قلعہ جنگی، شبرغان جیل اور دشت لیلیٰ میں مجاہدین کا قتل عام کیا اور انسانیت سوز ریکارڈ قائم کیا۔ امریکی جریدے ٹائمز نے مئی 2002ء کی اشاعت میں دوستم کو ٹھگ نما جنگی سردار قرار دیا اور لکھا کہ اس ازبک جنرل نے اپنا چہرہ بدل لیا ہے، ڈاڑھی منڈوادی ہے، تاہم گھنی مونچھیں برقرار ہیں اور کچھ نئی نکٹائیاں خرید لی ہیں۔

اس پر کابل میں موجود ایک یورپی سفیر نے کہا کہ دوستم نے سیاستدان تک تبدیلی کا سفر بیشتر افغان رہنماؤں کی بدولت زیادہ تیزی سے طے کیا ہے اور دوستم ایسا جنگجو سردار ہے جس کے پاس ہنوز اپنی فوج ہے، اس نے فوجی وردی اتار کر بزنس سوٹ پہن لیا ہے، اس کی کمان میں جنگجو فوج کافی حد تک آپس کی خانہ جنگی میں قربان ہوگئی، پھر بھی اس وقت 7 ہزار کے قریب فوج کا جنرل ہے، دوستم کے زیر قبضہ علاقے جوزجان، سری پل، بلخ فاریاب اور سمنگان کی سرحدیں ازبکستان اور ترکمانستان سے ملتی ہیں۔ اس لیے ان اہم تجارتی شہروں میں ہونے والی تجارت اور حکومت کو ملنے والے ٹیکس کی رقوم بھی دوستم اور ان کے کمانڈر اپنے عیش پر استعمال کرتے ہیں، دوستم کی عوام اسے جنرل صاحب الحاج عبدالرشید دوستم اور دوستم بادشاہ کے نام سے یاد کرتی ہے اور ان علاقوں کے سرکاری دفاتر عوامی گاڑیوں تک جنرل دوستم کی بڑی بڑی تصویریں ہر طرف لگی ہوتی ہیں۔

امریکی جریدے ''وال سٹریٹ جنرل'' نے افغانستان میں صدارتی انتخابات جو کہ 2004ء میں ہوئے جس کے نتیجے میں عبدالرشید دوستم وزیر دفاع مقرر ہوئے اس سے قبل ایک رپورٹ شائع کی جس میں صحافی پھرتے پھراتے شمالی کے شہر شبرغان پہنچ جاتا ہے۔ جو کہ

عبدالرشید دوستم کے زیرِ قبضہ علاقہ ہے۔ صحافی لکھتا ہے، دوستم کی گھڑ سوار فوج جب راستوں سے گزرتی تھی تو راہ چلنے والی عورتیں ڈر کے مارے اپنے چہروں پر نقاب کرلیتیں اور ڈر کے مارے ادھر ادھر بھاگتیں۔ صحافی مزید لکھتا ہے، طالبان کے دور میں تو عورتیں طالبان کو دیکھے بغیر ہی پردہ کرتی تھیں کیونکہ افغانستان میں اسلامی قانون کے مطابق عورتوں کو بے پردہ پھرنے کی اجازت نہیں تھی اور اس ڈر سے طالبان کو دیکھے بغیر پردہ کرتی تھیں، لیکن دوستم کی فوج سے عورتیں اس لیے نقاب اوڑھ لیتی تھیں کہ وہ فوجی عیاشی اور بدفعلی کے لیے عورتوں کو راستوں سے اغواء کر لیتے ہیں۔

2005ء میں دوستم افغانستان کا چیف آف آرمی سٹاف مقرر ہوا، دوستم کو چیف آف آرمی سٹاف کا عندیہ اس منصب کے سنبھالنے سے پانچ ماہ پہلے ہی امریکہ دے چکا تھا جو کہ افغانستان کے سرکردہ افراد پشتون، تاجک، ہزارہ تمام قوموں کے وزراء کی سخت تنقید کا نشانہ بنا۔ 20 جنوری 2005ء کو دوستم پر ایک خودکش حملہ ہوا جس کے مطابق دوستم شبرغان کی جامع مسجد میں عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھ کر لوگوں سے عیدمل رہا تھا کہ اچانک چند میٹر کے فاصلے پر ایک خودکش حملہ آور نے خود کو اڑا دیا اس واقعے میں دوستم بال بال بچ گیا، کئی افراد اس حملہ میں ہلاک و زخمی ہوئے اب دوستم پبلک مقامات پر یوں کھلے عام جاتے ہوئے گھبراتا ہے۔ امریکہ کا افغانستان پر صلیبی حملہ امارت اسلامیہ افغانستان کو ختم کرنے کے لیے تھا، وہیں اس کا مقصد افغانستان کے قدرتی ذخائر پر قبضہ کرنا بھی تھا۔ اس سلسلے میں مارچ 2005ء میں افغان وزارت صنعت اور امریکہ کے مابین افغانستان کی معدنیات کے متعلق معاہدہ طے پایا جس میں شمال میں موجود قیمتی ہیرے جواہرات کی کانیں بھی شامل تھیں، جن میں سے دس کٹھ پتلی صدر حامد کرزئی اور پانچ عبدالرشید دوستم کے قبضے میں تھیں جو کہ اس معاہدے پر عملدرآمد کے راستے میں واحد رکاوٹ تھا۔

امریکہ نے خفیہ ساز باز کر کے حامد کرزئی کے ذریعے دوستم کو ذخائر کے قبضے حکومت کو واپس کرنے کے نوٹس بھجوائے، یہ پہلا موقع تھا جس میں امریکہ اور عبدالرشید دوستم آمنے

سامنے تھے، اس سلسلے میں سب سے پہلے امریکہ نے افغان ہیومن رائٹس کمیشن کی سربراہ سیما ثمر کے ذریعے اقوام متحدہ کے تعاون سے ایک رپورٹ تیار کی، جس میں افغانستان کے کمانڈروں کے خلاف جنگی جرائم اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے درجنوں کیسوں کی نشاندھی کی، جس میں سب سے زیادہ تعداد میں عبدالرشید دوستم کے خلاف تھے، جن کی تعداد چھ سو سے زائد تھی جن میں دوستم پر ہزاروں افراد کو قتل کرنے کا الزام ہے، بلکہ مزار شریف اور سقوط قندوز کے بعد ہزاروں مجاہدین کو بھی شہید کرنے کا ذمہ دار ہے، کمیشن مزید برآن دوستم اور دوسرے کمانڈروں کے خلاف سینکڑوں صفحات پر مشتمل ثبوت بھی انہیں فراہم کرنے پر تیار ہے۔

اس رپورٹ کے شائع ہونے کے بعد اس پر عمل درآمد تو نہ ہوا لیکن یہ رپورٹ امریکہ کو فائدہ پہنچا گئی دیکھتے ہی دیکھتے امریکہ اور عبدالرشید دوستم کے درمیان مک مکا ہو گیا، عبدالرشید دوستم کو معدنیات سے دست بردار کرنے کے لیے 15 کروڑ ڈالر، کابل میں عالیشان محل، نئے ماڈل کی کئی گاڑیاں دے دی گئی۔ یوں امریکہ اس وارلارڈ کو شمالی افغانستان سے نکال کر کابل کی رنگینیوں میں لے آیا لیکن امریکہ نے دوستم کو کابل لا کر اقوام متحدہ کے پروگرام ڈی ڈی آر کے ذریعے غیر مسلح کرنے پر راضی کر لیا یوں دوستم جس فوج کے دبدبے پر شمالی افغانستان پر حکومت کرتا تھا، وہ فوج غیر مسلح ہو گئی۔ ابھی دوستم اور اس کے خونخوار کمانڈروں کے زخم بھرے بھی نہ تھے کہ اس کی سب آخری قوت جو کہ دوستم کی بنائی ہوئی پارٹی جنبش ملی اسلامی تھی، 7 اپریل 2005ء کو مجبوراً دوستم کو اپنی ہی بنائی ہوئی پارٹی سے مستعفی ہونا پڑا، جس کی تصدیق اس کے نائب خونخوار کمانڈر جنرل مجید روزی نے کر دی ہے۔ یوں امریکہ نے افغانستان کے سب سے بڑے وارلارڈ کی قوت کو مکڑی کے جالے کی طرح، توڑ مروڑ کر اپنے تابع کر لیا لیکن امریکہ شاید دوستم کی گرگٹ کی طرح بدلتی وفاداری سے باخبر نہیں۔

دوستم کی زندگی اور درندگی کا ماضی وحال پر ساری بحث کے بعد تاریخ میں دوستم کئی روپ سے سامنے آیا ہے، کبھی یہ روس کی حمایت میں کمیونسٹ بن کر مجاہدین کے خلاف لڑا، پھر مجاہد بن کر کیمونسٹوں کے خلاف لڑتا رہا، مجاہدین سے ملنے کے بعد آپس کی خانہ جنگی میں

باغی کے روپ میں نمودار ہوا اور طالبان کے ساتھ اتحاد کر کے بعد میں بد عہدی کر کے منافقت کا ٹیکہ اپنے ماتھے پر لگوایا اور سب سے آخر میں امریکہ کی وفاداری کا طوق اپنے گلے میں ڈالا۔ گویا دوستم ایک وقت میں کیمونسٹ، مجاہد، باغی، منافق اور غلام کے تمام کردار ادا کر چکا ہے۔

کمال شہید رحمہ اللہ:

یہ وہ تمام حالات و واقعات تھے اور عبدالرشید دوستم کی زندگی اور درندگی کی مختصر جھلک تھی جس کی بنیاد پر طالبان قیادت نے اس خونخوار بھیڑیے کے خلاف کارروائی کرنے کی ٹھانی، اس لیے طالبان کے جنگی امور کے نگران ملاّ عبد الغنی برادر حفظہ اللہ نے کمال فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے دست راست کمال شہید رحمہ اللہ کی تشکیل میرے ہمراہ کی جو کہ عبدالرشید دوستم کے آبائی علاقے شبرغان کے رہائشی تھے اور پورے افغانستان میں طالبان کمانڈروں کو آلات حرب (اینٹی ٹینک مائن، گولیاں، گنیں، بارود، پرائما کارڈ اور ریموٹ کنٹرول) فراہم کرنے کے ذمہ دار بھی تھے۔

کمال شہید رحمہ اللہ مکمل عالم دین اور نیک سیرت انسان تھے، آپ صلوٰۃ وصوم کی مکمل پابندی کرنے اور نفاذ اسلام کی تحریک میں ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار رہتے، کمال شہید رحمہ اللہ کے چہرے پر ڈاڑھی کے بال کم تھے اور رنگت گوری تھی۔ میں اور برادر کمال شہید جب عبدالرشید دوستم پر ناکام کارروائی کے بعد واپس آئے تو کمال شہید رحمہ اللہ کوئٹہ چلے گئے جہاں ان کے والدین اہلیہ اور بچے قیام پذیر تھے، ایک رات ناگہانی حادثے میں کمال اپنی والدہ اہلیہ اور ایک کم سن بچے سمیت شہید ہو گئے۔

سوئے منزل روانگی:

ملاّ عبدالشکور سے نئی ہدایات لینے کے بعد نماز عشاء ادا کی اور بعد ازیں ہم آرام کرنے کے لیے چلے گئے۔ اگلے دن ملاّ عبدالشکور کی ہدایت کے مطابق چنار کا ڈرائیور گاڑی لے کر آ گیا جس کے ذمے مجھے اور کمال شہید کو بحفاظت قندھار پہنچانا تھا ہم نے ظہر کی نماز راستہ

میں ادا کی اور تین بجے کے قریب ہم قندھار پہنچ گئے ، گاڑی کے ڈرائیور کو کمال شہید نے مین روڈ پر ہی گاڑی روکنے کا شارہ کیا اور ہم دونوں اُس ڈرائیور سے اجازت لے کر اتر گئے۔ مجھ کو قندھار میں ہی ایک محفوظ جگہ پر پہنچانے کے بعد کمال شہید نے اگلے دن کے لیے کابل اڈے سے کابل کے لیے ٹکٹ حاصل کیے ، ہم نے یہ دن قندھار میں ہی گزارا اور چند ایک اپنی ضروریات کی اشیا بھی خرید یں۔ اگلے دن صبح 5 بجے ہم قندھار سے کابل کے لیے روانہ ہوئے ، قندھار سے باہر نکلے تو یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ کابل قندھار شاہراہ جو کہ جنگوں کی وجہ سے تباہ ہو چکی تھی ۔اب نہایت آرام دہ ، کشادہ اور شاندار تعمیر ہو چکی ہے ، سڑک کی دائیں طرف قبرستان شہیداں ہے۔ جب اس پر نظر پڑی تو آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ گئیں یہ وہی شہداء ہیں جو سانحہ مزار شریف میں 1997ء میں شہید کر دیئے گئے تھے، جن میں بہت سے ، حفاظ ، علماء ، صلحا ، بھی تھے اور مفتیان کرام بھی اور بہت سے نیک صالح نوجوان بھی اسلام کا درد لیے ہوئے عوام بھی جو کہ اپنے دل میں نجانے کتنے ارمان لیے ہوئے تھے اور غلبۂ اسلام کی اس جدوجہد میں وہ اپنا بھر پور کردار ادا کرنے کے کتنے پاکیزہ اور جامع منصوبے رکھتے تھے ، لیکن جنرل عبدالمالک اور جنرل عبدالرشید دوستم نے ان اللہ والوں کو بھوکے پیاسے تڑپا تڑپا کر شہید کر دیا اور دشت لیلیٰ کے بے آب و گیاہ صحرا میں ان کی بے گور و کفن لاشوں کو پھینک کر اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کر لیا۔

جب میں اس قبرستان کے قریب سے گزر رہا تھا تو مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ شہید کہہ رہے ہوں کہ ہم اپنا آج اسلام کے لیے قربان کر کے اللہ کے حضور پہنچ کر کامیاب ہو گئے اور تم ابھی تک اپنی جانوں کے تحفظ میں لگے ہوئے ہو اور ہمارے قاتل ابھی تک دندنا رہے ہیں لیکن مجھے خوشی محسوس ہو رہی تھی کہ میں اور میرا ساتھی کمال شہید آج اسی ظالم و جابر شقی القلب اور خونخوار کمانڈر عبدالرشید دوستم کے خلاف کارروائی کے لیے جا رہے تھے ، جس کے ظلم اور وحشت سربریت کا شکار ہو کر یہ مظلوم شہید ہوئے تھے میں اپنے رب سے اپنے مشن کی کامیابی کے لیے دعا گو بھی تھا۔ تقریباً ایک گھنٹہ کے مسافت طے کرنے کے بعد قلات شہر آیا

جو کہ صوبہ زابل کا دارالحکومت ہے، قلات میں ایک بلند ٹیلے پر قلات کا پرانا تاریخی قلعہ ہے، قلات سے دو گھنٹے کی مزید مسافت پر غزنی شہر آیا جو کہ بطل جلیل سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ بت شکن کا مولد و مسکن ہے، سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ نے ہندوستان کے مشہور زمانہ سومنات کو گرانے کے لیے سترہ حملے کیے اس کے علاوہ پاکستان کے شہر لاہور کی مشہور معروف روحانی ہستی حضرت سیدنا علی ہجویری رحمہ اللہ کا آبائی علاقہ ہجویر بھی غزنی میں ہی ہے جہاں ان کے والد گرامی سیدنا عثمان رحمہ اللہ کا مزار آج بھی مرجع الخلائق ہے۔غزنی سے باہر نکل کر ڈرائیور نے بس روکی وہاں پر چند ہوٹل تھے بس نے یہاں پر آدھا گھنٹہ رکنا تھا اس لیے تمام سواریاں نیچے اتر گئیں اور اپنی ضروریات میں مصروف ہوگئیں میں اور کمال شہید بھی نیچے اتر گئے۔ہم نے بھی ایک ہوٹل سے کباب اور افغانی روٹی کھائی، قہوہ پی کر اللہ کا شکر ادا کیا، اتنی دیر میں بس بھی کابل روانگی کے لیے تیار ہوگئی ہم بس میں سوار ہوئے اور کابل کی طرف روانہ ہو گئے تقریبا 2 گھنٹے کا سفر طے کر کے ہم کابل پہنچ گئے۔

واہ رے کرزئی تیرا امریکی اسلام:

قندھار سے کابل کی طرف سفر کے دوران ایک حیران کن واقعہ پیش آیا جس سے طالبان کے رعب دبدبہ کا اظہار ہوتا تھا اور کرزئی کے مادر پدر آزاد معاشرے کی عکاسی بھی۔ ہوا کچھ یوں کہ ہم قندھار سے کابل جانے کے لیے بس پر سوار ہوئے تو تھوڑی دیر میں ایک غیر ملکی کمپنی کی گاڑی آئی جس سے دو نقاب پوش باپردہ عورتیں کابل جانے کے لیے ہماری بس میں سوار ہوئیں، یہ عورتیں ایسا لگتا تھا جیسے کسی کمپنی یا ادارے میں ملازم ہیں انہوں نے مکمل شرعی پردہ کر رکھا تھا اور میں اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ یہ عورتیں کتنی پردہ کی پابند ہیں وہ دونوں ہم سے چند سیٹیں آگے بیٹھ گئیں لیکن جیسے ہی ہم میدان شہر سے نکل کر کابل کے مضافات میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنے نقاب کھول دیئے اور جیسے ہی کابل کے اڈے پر اترنے لگیں تو انہوں نے اپنے برقعے اتار کر بیگوں میں ڈال لیے وہ دونوں عورتیں فیشن ایبل افغانی طرز کے لباس میں ملبوس تھیں، اس کی وجہ پر میں نے غور کیا تو پتہ چلا کہ قندھار سے

وردک صوبے تک طالبان کی حکومت تو نہیں لیکن کافی حد تک ان کا ان علاقوں پر کنٹرول ہے ، جس کی وجہ سے ان خواتین کو جرأت نہ ہوسکی کہ قندھار سے وردک صوبے تک بے پردہ رہیں لیکن جیسے ہی وہ کرزئی کے دارالحکومت کے نزدیک آئیں پہلے انہوں نے نقاب کھولے پھر کرزئی کے شہر کی برکت سے بے پردہ ہوگئیں اس پر میں نے کہا ،''واہ کرزئی تیرا امریکی اسلام ۔''

کابل :

کابل کو خوب صورتی کی وجہ سے ایشیاء کا دل بھی کہتے ہیں۔ کابل افغانستان کا دارالحکومت ہے اور ایک وقت تھا کہ اس کا شمار دنیا کے خوبصورت ترین شہروں میں ہوتا تھا لیکن آج جنگ کی وجہ سے اس کا حسن گہنا گیا ہے۔اس کے موسم کی خنکی ، اس کی تاریخی یادیں آج بھی سیاحوں کو اپنی طرف متوجہ کرتیں ہیں۔ کابل یونیورسٹی ، کابل کا صدارتی محل ، کابل کی مشہور عالم پل خشتی مسجد ، کابل کانٹی نینٹل ہوٹل ، گورنر ہاؤس ، عجائب گھر ، ظہیر الدین بابر اور امیر امان اللہ کے مزارات ، سید جمال الدین افغانی کا مزار اور کابل کی خوب صورت مشہور عام قرغہ جھیل آج بھی کابل کی قابل ذکر تفریح گاہیں ہیں جن کی خوبصورتی آج بھی سیاحوں کو دم بخود کر دیتی ہیں۔

کابل شہر کے چاروں طرف بلند و بالا پہاڑ ہیں جو کہ پیالے کی شکل اختیار کیے ہوئے ہیں ، کابل کے درمیان میں دریائے کابل صدیوں سے رواں دواں ہے جو کہ کابل کی عروج و زوال کی کئی داستانوں کا عینی گواہ ہے۔ طالبان نے کابل کی تعمیر نو کے لیے فروری 1999ء میں ایک ماسٹر پلان ترتیب دیا تھا تا کہ کابل کی سابقہ خوبصورتی کو بحال کیا جا سکے۔جس کے پہلے مرحلے میں کابل شہر کی سڑکوں کی استر کاری کی گئی طالبان کو اس ماسٹر پلان پر کام کرنے کا چند سال اور موقع ملتا تو کابل ایک بار پھر دلہن کی طرح سج جاتا اور اس کا شمار دنیا کے خوب صورت شہروں میں ہوتا۔

کہاں حجاز مقدس...... کہاں کابل :

کابل ایک تاریخی شہر ہے کابل اسلام کی کرنوں سے دامادِ رسول ﷺ ، پیکر جود و سخا ،

نمونہ حیا، شہید مظلوم سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں منور ہو چکا تھا اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہاں جہاد کے لیے تشریف لائے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا کابل آنا آثار سے ثابت ہے کیونکہ انہوں نے فتح کابل کے موقع پر وسط کابل میں مال غنیمت اور دیگر جہادی مسائل وفضائل پر مشتمل تقریر فرمائی جس کا تذکرہ صحاح ستہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ کابل میں قلعہ بالا حصار کے نزدیک ایک قبرستان میں ۲۷ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اجتماعی قبر ہے اور دو صحابہ رضی اللہ عنہم کی الگ قبریں ذرا فاصلے پر ہیں یہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی جہاد کابل کے دوران شہید ہوئے، جو دو قبریں الگ ہیں ان میں سے ایک پر حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کا نام مبارک کندہ ہے۔ اللہ ان پاکیزہ صفت انسانوں اور آنے والی امت تک اسلام پہنچانے کا غم کھانے والے مہربانوں پر رحمت فرمائے (آمین)۔ کہاں حجاز مقدس اور کہاں کابل یہ سینکڑوں آیات قرآنی کی مصداق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف اور صرف اشاعت اسلام اور غلبۂ دین کے لیے یہاں تشریف لائے اور ادھر ہی اپنا لہو اسلام کی بنیادوں میں بہا کر آسودۂ خاک ہوئے اور ایک ہم ہیں کہ خود بھی احکام دین پر عمل پیرا نہیں ہوتے تو دوسروں کو کیا سیکھائیں گے۔

طالبان نے افغانستان کو کیا دیا:

میں اس وقت کابل میں ہوں اور میں اپنی زندگی کے کئی اہم سال طالبان کے مبارک دور حکومت میں یہاں گزار چکا تھا اور میں طالبان کے مبارک دور کے واقعات یاد کرنے لگا، وہاں پر سو فیصد اسلامی نظام نافذ تھا، وہاں پر انسان اور انسانیت محفوظ تھی اور مثالی امن وامان قائم تھا لیکن یہ مبارک نظام کافروں اور منافقوں کو ایک نظر نہ بھاتا تھا، جب طلوعِ سحر کے نظارے کا خیال اور دشت لیلیٰ کے قیامت خیز داستان کا منظر نظروں سے گزرا تو آنکھوں نے ساون بھادوں برسا دیا۔ قلعہ جنگی کے المناک واقعات کا تو محض گمان ہی سکتہ طاری کر دیتا ہے لیکن طالبان کی قربانی، ایثار کے ایسے لازوال واقعات ہیں جن کو دیکھ کر خیر القرون کی یاد آنے لگتی ہے۔ نفاذ اسلام کی اس تحریک کے لیے ہزاروں نہیں، لاکھوں نے اپنی جانوں کے

نذرانے پیش کیے تھے، ماؤں نے اپنے بیٹوں کو دلہوں کی طرح سجا کر سوئے مقتل بھیجا تھا اور وہ فرمانبردار بیٹے بھی یہ پڑھتے ہوئے کہ:

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی تو کوئی بات نہیں

اور اس عزم مصمم کے ساتھ میدان کارزار میں وارد ہوئے کہ فتح یا شہادت غازی یا شہید اس کے علاوہ کوئی تیسرا آپشن ان کے پاس نہ تھا اور بعض تو ان میں سے ایسے بھی تھے جو بوقت شہادت وصیّت کر گئے کہ ہم گلشن کو لہو دے کر سینچ رہے ہیں، تم اس مقدس خون کی لاج رکھتے ہوئے اس کی حفاظت کرنا کہ آخری دم تک اس سرزمین پر اسلامی احکام کے نفاذ کے لیے جدوجہد کرتے رہنا، یہاں تک کہ خدا کی زمین پر خدا کا نظام نافذ ہو جائے اور امت مسلمہ امن وسکون سے اپنے رب کی بندگی کر سکے۔ آیئے! آنے والے چند صفحات میں اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ طالبان نے اپنے دوراقتدار میں شہداء کی وصیت کا کہاں تک پاس کیا اور کیا ایسے اقدامات کیے کہ جس سے یہ لٹی پٹی افغان عوام امن وسکون سے زندگی گزار سکے اور امت مسلمہ اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکے، آیئے! دیکھتے ہیں طالبان نے افغانستان کو کیا دیا۔

امن وامان:

طالبان سے قبل افغان عوام حقوق تو کجا زندہ رہنے کے حق سے بھی محروم تھے۔ کسی شخص کی بھی جان و مال محفوظ نہ تھی، مسلح افراد کسی کو بھی قتل کر سکتے تھے، طالبان نے برسوں سے جاری اس خونی کھیل کو ختم کیا اور افغانستان میں اپنے زیر کنٹرول علاقوں میں شاندار امن و امان قائم کر کے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا اور جب تک طالبان اقتدار میں رہے کبھی بھی لا اینڈ آرڈر کے مسائل پیدا نہیں ہوئے۔

عدل وانصاف:

طالبان نے جہاں امن وامان قائم کیا وہاں نظام عدل و انصاف بھی قائم کیا۔ طالبان عوام کو فوری اور سستا انصاف فراہم کرتے، ہر شخص چاہے وہ طالبان کا دشمن ہی کیوں نہ ہو یہ

گواہی دے گا کہ طالبان کے ہاں مفت، یعنی فوری انصاف ملتا تھا، عوام کی عدالتوں تک باآسانی رسائی کو یقینی بنانے کے لیے انہوں نے کئی ایک اقدامات کیے۔ زیر سماعت مقدمہ سے متعلقہ افراد کی عدالتوں تک آمدورفت کا خرچ بھی حکومت کے ذمہ ہوتا، مقدمہ کے دوران انہیں عدالت کے نزدیک رہائش بھی رکھنا پڑتی تو وہ بھی طالبان مفت فراہم کرتے تھے، مدعی اور مدعہ علیہ کو جج سے براہ راست بات چیت کی اجازت تھی، اس طرح عوام کو وکیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی تھی، طالبان کے دورِ اقتدار میں افغانستان واحد ملک تھا، جہاں شیطان صاحب اولاد نہیں تھا۔

قاضی (جج) قرآن وسنت اور فقہ حنفی کے مطابق فیصلے کرتے، افسران، وزراء حتیٰ کہ سربراہ مملکت بھی قانون سے بالاتر نہ تھے۔ قاضی طالبان اہلکاروں کو بھی اپنی عدالت میں طلب کرتے اور جرم ثابت ہونے پر سزا بھی سناتے، سرکاری ادارے تک عوام کے حقوق کے لیے عدالت میں جوابدہ تھے۔ اگست 1997ء کا وہ مقدمہ نہایت دلچسپ ہے جو کابل کی عدالت میں لڑا گیا، جس میں ایک معذور شخص نے وزارت دفاع کی ایک عمارت پر حق ثابت کرنے کے لیے عدالت سے رجوع کیا اور آخر کار مقدمہ جیت گیا، عدلیہ نے اپنے فیصلہ میں وزرات دفاع کے ذمہ داران کو فوری طور پر عمارت اُس معذور شخص کے حوالے کرنے کا حکم جاری کیا۔

شرعی سزائیں:

طالبان کسی انگریزی یا کیمونسٹ نظام کے تحت نہیں، شریعت محمدی کے تحت فیصلے کرتے اور شرعی سزائیں نافذ کرتے تھے اور یہ اسلامی نظام عدل اور حدود وقصاص کے احیاء کی برکت تھی کہ لوگوں میں فکر آخرت اور خوف خدا کا جذبہ پیدا ہونے لگا۔

جرائم کی شرح:

اسلامی نظام عدل کے نفاذ کی برکت سے طالبان نے افغانستان میں جرائم کی شرح پر بڑی حد تک کنٹرول کرلیا، چوری، ڈاکہ، زنا، شراب نوشی اور اندھے قتل جیسے جرائم کی شرح تو نہ ہونے کے برابر رہ گئی، افغانستان میں جہاں جرم فخر تھا اب اسلامی نظام کے نفاذ کی برکت

سے عیب سمجھا جانے لگا۔اور قرونِ اولیٰ کی طرح ایسے مناظر سامنے آئے کہ مجرم خود عدالت میں پیش ہوکر شرعی سزا کے طالب ہوئے تا کہ ان کا گناہ معاف ہو جائے ،10 مئی 2001ءکو افغانستان کی سپریم کورٹ میں ایک کنوارے نوجوان نے چار بار زنا کرنے کا اقرار کر کے شرعی حد جاری کرنے کی درخواست کی اسے عدالت کے احاطے میں لوگوں کے سامنے سودرے مارے گئے، سزا پانے کے بعد نوجوان کے چہرے سے مسرت کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں، بلاشبہ اس کا ایمان قابل رشک تھا کہ اس نے اس فتنہ وفساد کے زمانہ میں بھی حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کی یاد تازہ کر دی اور یہ صرف اسلامی نظام عدل کی وجہ سے ہی ممکن ہو سکا۔

مرکزی حکومت:

طالبان سے قبل افغانستان میں صرف برائے نام مرکزی حکومت تھی ،عملاً ہر علاقے میں ایک وار لارڈ (جنگجو سردار) قابض تھا اور عملاً افغانستان ٹکڑے ٹکڑے تھا۔ طالبان نے افغان عوام کو ایک مضبوط مستحکم مرکزی حکومت فراہم کی ،جس کے سربراہ ''امیر المومنین ملاّ محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ'' تھے انہوں نے ملک کے 98 فی صد علاقے پر اسلامی حکومت قائم کی اور پبلک لاء کے طور پر فقہ حنفی کو نافذ کیا،جس سے مغربی طاقتوں کے ارمانوں پر اوس پڑ گئی۔

منشیات کی پیداوار کا خاتمہ:

طالبان سے قبل اور امریکی حملہ کے بعد بھی پوری دنیا میں افیون کی پیداوار اور اسمگلنگ کا سب سے بڑا مرکز افغانستان ہے، دنیا کی 90 فیصد منشیات افغانستان ہی میں بنائی جاتی ہے،لیکن یکم اگست 2000ءکو طالبان کے سربراہ حضرت امیر المومنین ملاّ محمد عمر مجاہد مدظلہ نے حکم جاری کیا،جس میں انہوں نے پوست کی کاشت پر مکمل پابندی عائد کر دی اور اگلے سال افغانستان میں افیون کی پیداوار صفر رہی۔ جس کا اعتراف اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے یونائیٹڈ نیشن ڈرگ پروگرام کے سربراہ برنا رڈ یف نے بھی اپنے بیان میں کیا۔''پوست کی کاشت کے خاتمہ کا ہدف تو یونائیٹڈ نیشن ڈرگ پروگرام کے 700 اہلکار بھی حاصل نہ کر سکے

جس کو امیر المؤمنین ملاّ محمد عمر مجاہد مدظلہ نے ایک فرمان جاری کر کے حاصل کر لیا۔ جس کے بعد یونائیٹڈ نیشن ڈرگ پروگرام کے 700 اہلکار جو کہ افغانستان میں تعینات تھے کو بے کار قرار دے کر فارغ کر دیا گیا تھا۔

خونی کھیلوں کا خاتمہ:

جب طالبان اقتدار میں آئے تو انہوں نے فضول اور وقت کا ضیاع کرنے والے غیر اخلاقی اور خونی کھیلوں کا خاتمہ کر دیا، جس میں افغانستان کا مقبول عام کھیل بزکشی کا خاتمہ سر فہرست ہے۔ یہ ایک خونی کھیل ہے جو کہ گالف کی طرح کھیلا جاتا ہے لیکن اس میں گیند کی جگہ مردہ بکری اور سٹک کی جگہ نیزہ استعمال ہوتا ہے، اس میں انسانی جانیں بھی ضائع ہوتیں اور جانورں کے ساتھ بھی ظلم ہوتا، اس لیے طالبان نے اسے غیر انسانی غیر اخلاقی اور خونی کھیل قرار دے کر اس پر پابندی لگا دی۔

ناجائز ٹیکسوں کا خاتمہ:

طالبان کی آمد سے قبل ہر علاقے کے وار لارڈ نے اپنے علاقے میں جبری بھتوں کی وصولی اور پھاٹک ٹیکس لگا رکھے تھے جس سے عوام کی کمائی کا خاصہ بڑا حصّہ ان وارلارڈز (جنگجو سرداروں) کے ناجائز اور ظالمانہ ٹیکسوں کی نظر ہو جاتا تھا، طالبان نے عوام سے اس طرح کے تمام ظالمانہ ٹیکس ختم کر دیئے جس سے عوام نے سکھ کا سانس لیا اور اس طرح عوام کی سو فیصد کمائی ان کی جیب میں جاتی تھی۔

سود کا خاتمہ:

قرآن وسنت میں سود کی سخت ممانعت آئی ہے اور سود کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلان جنگ قرار دیا گیا ہے۔ طالبان اسلام کے حقیقی محافظ تھے انہوں نے تو نفاذ اسلام اور تحفظ اسلام کی قسم کھائی تھی۔ وہ کسی طرح بھی سودی معیشت کو گوارانہیں کرتے تھے اس لیے انہوں نے سود پر مکمل پابندی عائد کر رکھی تھی اور افغانستان سے سود کا مکمل خاتمہ کر دیا تھا، بینکاری کا تمام نظام سود کی لعنت سے پاک تھا، طالبان نے اسلام کے سادہ اور نافع انسانیت

اقتصادی نظام کو اپنایا تھا جس کی وجہ سے ان کی معیشت روز بروز ترقی کر رہی تھی۔

اسلحہ کلچر کا خاتمہ:

طالبان سے پہلے اسلحہ اتنا عام تھا کہ ہر گلی، محلے میں الگ الگ مسلح گروپوں کی اجارہ داری تھی، خودسر وارلارڈ (جنگجوسرداروں) اوران کے کمانڈروں کے پاس ہر قسم کا اسلحہ موجود تھا، جن میں کلاشنکوفیں، توپیں، ٹینک، ہیلی کاپٹر، حتیٰ کہ جنگی جیٹ طیارے بھی موجود تھے، ان کمانڈروں کو دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں بھی غیر مسلح نہ کر سکیں حتیٰ کہ 1992ء میں اقوام متحدہ نے ان کمانڈروں سے تین بلین روپے کے عوض اسلحہ جمع کرنے کی کوشش کی لیکن یہ کوشش بھی بے سود رہی لیکن طالبان نے یہ ناممکن کام بھی ممکن کر دکھایا، عوام نے طالبان پر اعتماد کر کے خود ہی اسلحہ جمع کروایا اور اللہ کی مدد ونصرت سے مختصر عرصے میں طالبان نے ان سرکش کمانڈروں کو زیر کر کے دکھایا، یا تو وہ راہ راست پر آ کر آرام سے زندگی گزارنے لگے یا پھر افغانستان سے فرار میں ہی انہوں نے عافیت سمجھی۔

دینی وعصری تعلیم:

طالبان سے قبل ملک میں تعلیمی سرگرمیاں تقریباً بند ہوچکی تھیں، کالجوں اور یونیورسٹیز کو بے دین اساتذہ نے صرف اپنے ملحدانہ عقائد کی تبلیغ کا مرکز بنایا ہوا تھا اور تعلیمی درسگاہوں میں غنڈہ گردی کا راج تھا، طالبان نے درسگاہوں کو ان تمام خرافات سے پاک کر کے صاف ستھرا تعلیمی ماحول طلباء کو فراہم کیا۔ دینی اور عصری تعلیم کے مکاتب اور سکول گاؤں گاؤں اور شہر شہر قائم کئے اور جدید عصری تعلیم کی درس گاہیں اتنی آباد ہوئیں کہ صرف کابل یونیورسٹی میں گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ طلبہ کی تعداد 18 ہزار سے متجاوز تھی۔ طالبان نے دینی علوم کی اشاعت کی بھرپور کوشش کی 1997ء میں حضرت امیر المومنین مدظلہ نے اشاعت دین کے سب سے بڑے منصوبے جامعہ عمر قندھار کے قیام کا اعلان کیا اور طے یہ پایا کہ اس جامعہ کو ایک ہزار طلباء کی اعلیٰ تعلیم کا مرکز بنایا جائے گا۔

تعلیم نسواں:

طالبان پر تعلیم نسواں کے حوالے سے کئی الزامات عائد کئے جاتے تھے، آیئے معروف کالم نگار اور صحافی انور غازی کی زبانی کابل یونیورسٹی میں پیش آنے والا واقعہ پڑھتے ہیں جسے انہوں نے اپنے سفر نامہ ''ڈیورنڈ لائن کے اس پار'' میں اس کی زندہ مثال کے عنوان سے لکھا ہے۔ایک طالب علم سے ہم نے لائبریری کا پوچھا تو اس نے ہماری رہنمائی کرتے ہوئے ایک بہت ہی عالیشان عمارت کی طرف اشارہ کیا ہم تلاش کرتے ہوئے لائبریری پہنچے تو ایک نقاب پوش لڑکی سے ہمارا ٹکراؤ ہوگیا، وہ ٹورسٹ معلوم ہوتی تھی، حالانکہ وہ بھی یونیورسٹی کی طالبہ تھی ہمارے ایک دوست نے اس سے پوچھا کہ کیا طالبان نے لڑکیوں کے داخلے پر پابندی نہیں لگائی؟ ہم نے سنا تھا کہ طالبان نے خواتین کے لیے تعلیم کو بالکل ممنوع قرار دیا ہے۔اس پر اس نے دلچسپ اور معنی خیز جملہ کہا ''طالبان نے لڑکیوں کی تعلیم پر پابندی نہیں لگائی بلکہ صحیح تعلیم حاصل کرنے کے اصولوں کو نافذ کیا ہے پابندی تو بے حیائی، فحاشی، عریانی اور عشق معاشقے پر لگائی ہے اگر طالبان نے لڑکیوں کی تعلیم پر پابندی لگائی ہوتی تو پھر میں کیسے تعلیم حاصل کر رہی ہوں؟ میں اس کی زندہ مثال ہوں۔''

جیل خانے اصلاح کے مراکز:

طالبان سے قبل جیلوں میں انسانیت سوز مظالم ہوتے تھے، عام قیدیوں کو تھوڑی مقدار میں ناقص خوراک ملتی اور انہیں اپنے ورثا سے ملاقات کرنے کی بھی اجازت نہ دی جاتی اور بڑے بڑے جرائم میں ملوث کمانڈروں پر کوئی ہاتھ نہ ڈالتا تھا، جس سے جیلوں سے نکلنے والے شخص کی اصلاح ہونے کی بجائے وہ پکا مجرم بن کر نکلتا لیکن طالبان نے آ کر اس نظام کو بدلا تمام قیدیوں کو جیل مینوئل کے مطابق سہولیات فراہم کیں اور جیلوں سے رشوت ستانی ختم کر دی اور انسانیت سو مظالم ڈھانے والوں کو سخت سزائیں دیں۔جیلوں میں وعظ و نصیحت اور تعلیم و تربیت کا مکمل نظام قائم کیا، جو قیدیوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنے اور گناہ کرنے کے دنیاوی اور اخروی نقصانات سے آگاہ کرتے۔طالبان کے اس حسن سلوک سے

قیدی اپنے جرائم سے توبہ کرتے اور آئندہ جرم نہ کرنے کا عزم کرتے اور قیدیوں نے جیلوں میں کئی تعلیمی کورسسز مکمل کئے یوں طالبان کے دور اقتدار میں جیل خانے اصلاح کے مراکز بن گئے جو کہ پہلے جرائم کے گڑھ تھے۔

زرعی ترقی:

طالبان سے قبل افغانستان کا زرعی نظام تباہ ہو چکا تھا، طالبان نے زرعی ترقی کی جانب خاص توجہ دی۔ پرانی نہروں کی صفائی کی، ٹیوب ویل لگوائے صرف سپین بولدک سے قندھار تک زمین کبھی دھول اڑاتی نظر آتی تھی، طالبان نے زرعی اصلاحات سے یہاں کئی ہزار ٹیوب ویل لگوائے جس کی بدولت یہ علاقہ لہلہاتے کھیتوں میں تبدیل ہو گیا۔ دسمبر 1997ء میں طالبان نے جلال آباد ڈیم کی مرمت کا کام مکمل کر کے اسے از سر نو فعال کر دیا اور اس سے 70 ہزار ایکٹر زرعی رقبہ سیراب ہونے لگا، طالبان کی ان زرعی اصلاحات کی بدولت افغانستان 2000ء میں گندم کی پیداوار میں خودکفیل ہو گیا، یہ پہلا موقع تھا کہ افغانستان کسی ملک سے گندم درآمد کرنے پر مجبور نہیں تھا۔

جدید صنعتوں کا احیاء:

طالبان نے ملک میں صنعت وحرفت کو از سر نو زندہ کیا، پرانی فیکٹریوں کو بحال کیا نئے کارخانے فیکٹریاں قائم کیں، مارچ 1999ء میں انہوں نے 102 نئے صنعتی منصوبوں کی منظوری دی جس میں دوائیں، ماچس سازی، تعمیراتی سامان، پلاسٹک کی اشیاء وغیرہ کی تیاری شامل تھی، اس طرح ملک میں کئی صنعتوں کا اجراء ہوا اور ہزاروں افراد کو روزگار میسر آیا کابل میں پلاسٹک کے کارخانے کام کرنے لگے جلال آباد میں ماربل کے کارخانوں نے اپنی سرگرمیاں شروع کیں۔

ٹیکسٹائل ملوں کا احیاء:

جلال آباد میں ٹیکسٹائل مل جو کہ کافی عرصے سے بند پڑی تھی، طالبان نے خطیر رقم خرچ کر کے اس کو بحال کر دیا، جنوری 1999ء میں اس مل کا شاندار کپڑا افغانستان کی مارکیٹوں

میں فروخت ہونے لگا، شبرغان، مزارشریف اور قندوز کی ٹیکسٹائل ملوں کو بھی بحال کر دیا گیا، جس سے ملکی معیشت میں خاطرخواہ اضافہ ہوا۔

آئل ریفائنری کا قیام:

افغانستان میں طالبان سے قبل آئل ریفائنری کے نام سے بھی کوئی واقف نہ تھا، لیکن طالبان نے ہرات اور مزارشریف میں آئل ریفائنری قائم کر کے افغانستان کی تاریخ میں ایک شاندار کارنامہ سرانجام دیا۔

کھاد کی پیداوار:

سودیت یونین روس کی یلغار سے قبل افغانستان کھاد کی پیداوار کا ایک بڑا مرکز تھا، لیکن خانہ جنگی کی وجہ سے کھاد کی پیداوار بالکل کم ہو کر رہ گئی، طالبان نے مزار کی کھاد فیکٹری کو بحال کیا اور جدید پلانٹ بھی نصب کیے جس سے یومیہ 5 ہزار بوری کھاد کی پیداوار ملنے لگی۔

آب پاشی کا نظام:

طالبان نے افغانستان میں جہاں زرعی اصلاحات نافذ کیں، وہیں انہوں نے آبپاشی کے نظام پر بھی بھرپور توجہ دی، طالبان نے جگہ جگہ نہریں نکلوائیں پرانی نہروں کی صفائی کی، ٹیوب ویل لگوائے، صرف کابل میں کھودے جانے والے کنوؤں کی تعداد 1200 سے زائد تھی، نومبر 1998ء میں طالبان نے دریائے ہلمند سے لشکر گاہ تک وسیع صحرا کا سینہ چیر کر 10 کلو میٹر لمبی اور 6 میٹر چوڑی نہر کی کھدائی کا کام مکمل کر دیا۔ جو کہ ان کا ایک شاندار کارنامہ تھا جسے انہوں نے کم وسائل کے باوجود مکمل کر دکھایا۔

پینے کے صاف پانی کی فراہمی:

طالبان نے عوام کے لیے پینے کا صاف پانی فراہم کرنے کے لیے کئی منصوبے بنائے جس کے تحت انہوں نے ہزاروں ہینڈ پمپ لگائے اور نمروز کے عوام کھارا پانی پیتے تھے، طالبان نے صرف 6 ماہ کی قلیل مدت میں 4 کلومیٹر طویل نہر کھود کر نمروز صوبے کو میٹھے پانی کی فراہمی ممکن بنادی جو کہ ان کی انسان دوستی کا بین ثبوت ہے۔

گیس کی فراہمی:

طالبان نے جہاں تک ممکن ہو سکا، محدود بجٹ کی باوجود عوامی سہولیات کے کئی منصوبے بنائے اور کئی ایک مکمل بھی کر دیئے، شبرغان میں گیس کے وسیع ذخائر موجود ہیں، طالبان نے شبرغان کے شہریوں کو گیس فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ شبرغان سے 200 کلو میٹر دور واقع مزار شریف شہر کو گیس فراہم کی اور اس عوامی فلاح و بہبود کے منصوبے کے پہلے حصے کو اپنے دور اقتدار میں ہی مکمل کر لیا اور اس کی فی یونٹ قیمت بھی نہایت ارزاں مقرر کی تا کہ عام عوام بھی اس سہولت سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکیں۔

میڈیکل سہولیات کی فراہمی:

طالبان سے قبل خانہ جنگی کی وجہ سے افغانستان میں میڈیکل کی سہولیات ناپید ہو چکی تھیں، طالبان نے آ کر اس کو بحال کیا اور میڈیکل کی سہولیات تمام ملک میں مفت فراہم کرنے کا اعلان کر کے افغان عوام کے دل جیت لیے، کابل کے چار صد بستر ہسپتال کو مکمل طور پر دوبارہ فعال کیا اور اس کو میڈیکل میں استعمال ہونے والی جدید مشینری بھی فراہم کی، اس کے علاوہ کابل میں بچوں کے لیے الاطفال ہسپتال قائم کیا اور ہر ضلع میں ضلعی میڈیکل ہیڈ کوارٹر قائم کر کے عوام کو میڈیکل کی سہولیات فراہم کیں۔اور قندھار میں مستشفیٰ عمر کے نام سے بہت بڑا میڈیکل کمپلیکس قائم کیا جس سے مفت ادویات فراہم کیں جاتی تھیں۔

معذورین کی بحالی:

افغانستان کے عوام گزشتہ تین دھائیوں سے حالت جنگ میں تھے جس کی وجہ سے بہت سے لوگ معذور ہو چکے تھے اور اُن میں سے بہت سارے ایسے بھی تھے جو کہ خود اکیلے ہی اپنے اہل خانہ کے کفیل تھے، طالبان نے ان معذورین کی بحالی کے لیے ایک وزارت قائم کی اور اس کے تحت بڑا بجٹ معذورین کی بحالی کے لیے قائم کیا اور کابل میں معذورین کو مفت مصنوعی اعضاء بھی فراہم کیے جانے لگے اور مستحق معذورین کے اہل خانہ کو وظائف بھی دیئے جانے لگے جس سے بہت سارے سفید پوش حضرات کی عزتوں کے طالبان پاسبان بن گئے

اور وہ اپنا گزر بسر ہنسی خوشی کرنے لگے اور معذور افراد جو پہلے معاشرے اور اپنے اہل خانہ پر بوجھ تھے۔ طالبان کی سرپرستی کے بعد ملک کے باوقار شہری بن گئے۔

مواصلات کا نظام:

افغانستان میں خانہ جنگی کی وجہ سے مواصلات کا نظام تباہ ہو چکا تھا، طالبان نے آ کر اسے دوبارہ بحال کرنا شروع کر دیا۔ 1997ء میں بیرونی دنیا سے مواصلاتی رابطے کا نظام شروع کرنے کے لیے سویڈن کی کمپنی ''یان ایشین'' کو ٹھیکہ دیا، 6 ملین ڈالر کی لاگت سے طے پانے والے اس منصوبے نے دنیا بھر سے افغانستان کا رابطہ بحال کر دیا۔ اندرون ملک میں بھی ٹیلی فون کا نظام بہتر بنایا گیا، مارچ 1998ء تک کابل میں 21 ہزار، ہرات میں 17 سو، جلال آباد 14 سو اور قندھار میں ایک ہزار مقامی ڈیجیٹل فون بحال کر دیئے گئے، لوکل فون لائنز اس کے علاوہ تھیں اور جہاں فون لائنوں کی فراہمی نہ ہو سکی وہاں کی عوام کی سہولت کے لیے طالبان نے سیٹلائٹ P.C.O قائم کیے۔

سڑکوں کی بحالی:

اٹھارہ برس کی تباہ کن خانہ جنگیوں نے ملک کی سڑکوں کے بخیے ادھیڑ دیئے تھے، سڑکوں کی تعمیر کے لیے اربوں ڈالر درکار تھے، ورلڈ بنک اور بیرونی طاقتوں کی شرائط پر آمادہ نہ ہونے کی وجہ سے طالبان قرضے تو حاصل نہ کر سکے لیکن انہوں نے اپنی مدد آپ کے تحت مٹی کی بھرائی کر کے سڑکوں کو ٹریفک کے قابل بنا دیا۔ کابل جلال آباد سڑک پر طالبان نے جدید طرز کی شاہراہ تعمیر کی اور کابل قندھار شاہراہ پر بھی کام زور و شور سے جاری تھا اس سڑک کو طالبان تقریباً 5 کلومیٹر روزانہ تعمیر کرتے تھے، اس کے علاوہ طالبان نے شاہراؤں پر جگہ جگہ مساجد تعمیر کروائیں اور کنویں کھودوائے تا کہ مسافروں کو نماز پانی اور دیگر ضروریات کے لیے دقت نہ ہو۔

آبی ذخائر کی تعمیر:

طالبان نے جہاں مختصر سے وقت میں دوسری عوامی ضروریات اور ملکی ترقی کے منصوبے

بنائے، وہاں طالبان نے آبی ذخائر کی تعمیر اور مرمت پر بھی بھر پور توجہ دی ، طالبان نے سروبی ڈیم کی مرمت کی اور اسے ازسرنوفعال کیا اور 1998ء میں دریائے رود (ہلمند) پر کجکی ڈیم تعمیر کیا اوراس کے علاوہ بھی انہوں نے کئی آبی ذخائر کے منصوبے تشکیل دیئے۔

بجلی کی فراہمی:

طالبان نے عوام کو بجلی فراہم کرنے کے بھی کئی بڑے بڑے پراجیکٹ بنائے ،جن میں 1998ء میں کجکی ڈیم سے اندھیروں میں ڈوبے قندھار کو بجلی فراہم کر کے روشن کر دیا، اس کے علاوہ جلال آباد اور کابل کو سروبی ڈیم کے پاور ہاؤس سے بجلی فراہم کی ، شمالی افغانستان کے شہروں جن میں مزارشریف ،شبرغان،سمنگان، ایبک، تاشقرغان (خلم) کو ازبکستان سے بجلی فراہم کی جاتی تھی ، خانہ آباد میں بھی طالبان نے ایک بجلی گھر قائم کر کے خانہ آباد کو بجلی فراہم کی قندوز اور طالقان کو مقامی جنریٹر سسٹم سے بجلی فراہم کی گئی ، پل خمری میں نہر پر بجلی گھر قائم کیا گیا ،جس کی بجلی پل خمری شہر کو فراہم کی جاتی تھی ، اگر طالبان کو چند سال مزید کام کرنے کا موقع مل جاتا تو دنیا حیران رہ جاتی کہ طالبان نے محدود بجٹ ہونے کے باوجود ہر کچے پکے نزدیک اور دور کے گھر میں بجلی فراہم کر کے افغانستان کو بقعہ نور بنا دیا ہے۔

زکوۃ کا نظام:

طالبان نے عوام سے نہ صرف ظالمانہ ٹیکس ختم کیے بلکہ ہر قسم کے ٹیکس سے عوام کو آزاد کر دیا ، یہ دنیا کی واحد حکومت تھی جہاں عوام پر کسی قسم کا ٹیکس لاگو نہ تھا اور عوام سود کی لعنت سے بھی محفوظ تھے۔لیکن عوام زکوۃ اور عشر کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھ کر ادا کرتے تھے ، طالبان نے مالدار لوگوں کو زکوۃ عشر دینے کا پابند کر رکھا تھا اس کے لیے انہوں نے محکمہ عشر و زکوٰۃ قائم کیا تھا اور ہر علاقے سے اکٹھی ہونے والی زکوٰۃ اور عشر اسی علاقے کے لوگوں پر صرف کی جاتی اور طالبان زکوٰۃ کو اس کے صحیح مصرف پر خرچ کرتے جس سے ان کی دین دوستی بھی عیاں ہوتی ہے اور وہیں طالبان نے عوامی فلاح و بہبود کے کئی منصوبے بھی زکوۃ وعشر کی رقم سے مکمل کیے تھے۔

مزار شریف بذریعہ جرمن مرسڈیز:

میں اور کمال شہید 12 بجے کے قریب کابل پہنچ چکے تھے اور مزار شریف اڈا جو کہ کابل میں انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل کے قریب واقع ہے مزار شریف اڈے سے مزار شریف جانے کے لیے دو ٹکٹ خریدے، بس کی روانگی میں ابھی تین گھنٹے باقی تھے اور کمال شہید نے یہ وقت کابل کے ایک ہوٹل میں گزارا ہم چار بجے سے پندرہ منٹ قبل اڈے پر پہنچ چکے تھے کہ اسی دوران ایک بالکل نئ جدید قسم کی بس اڈے پر مزار جانے کے لیے تیار تھی جس کے اوپر تین سو تین جلی حروف میں لکھا ہوا تھا، جسے کابل میں افغان سہ صدسہ بس کہتے تھے۔ میں متجسس تھا کہ ایسی شاندار اور آرام دہ بس افغانستان میں کیسے؟ لیکن یہ حقیقت بھی جلد ہی کھل کر سامنے آ گئی کہ یہ جدید اور نئے ماڈل کی مرسڈیز گاڑیاں جرمن حکومت نے ٹرانسپورٹ کے لیے افغانستان کو دی ہیں، ہمارا کابل سے مزار شریف کا یہ سفر 14 گھنٹے پر محیط تھا جو کہ ہم نے اس آرام دہ اور کشادہ بس میں کرنا تھا، اس وقت جب راقم نے یہ سفر کیا طالبان حکومت کو ختم ہوئے 5 سال کا عرصہ بیت چکا ہے اور افغانستان میں تخت کابل پر کٹھ پتلی صدر حامد کرزئی بیٹھا ہے جو کہ اپنے مغربی آقاؤں کی سرپرستی میں یہاں تک پہنچا ہے۔ یہ وہی کابل ہے جہاں طالبان کے دور اقتدار میں اسلام نافذ تھا اب ہر قسم کے لہو ولعب کی کھلی اجازت ہے اسی اجازت کی وجہ سے ہوٹلوں میں لوگ ٹی وی سے ''مستفید'' ہو رہے تھے جس پر اس وقت انڈین مووی چل رہی تھی اور ہوٹل منی سینما کا منظر پیش کر رہا تھا خیر اس وقت ہم اس کو روکنے کے استطاعت تو نہ رکھتے تھے لیکن حدیث مبارک کی روشنی میں اس فعل کو برا ضرور سمجھ رہے تھے، چار بجے بس کی سواریاں مکمل ہوئیں اور بس کابل سے مزار شریف کی جانب روانہ ہو گئی، ہماری بس جونہی کابل شہر سے باہر نکلی تو ایک چیک پوسٹ آ گئی یہاں اس چیک پوسٹ پر ہر آنے اور جانے والی گاڑی کو روکا جاتا اور تلاشی لینے کے بعد جانے کی اجازت دی جاتی، ہماری بس کو چیک پوسٹ پر تعینات ایک اہلکار نے آگے بڑھ کر رکنے کا اشارہ کیا، جیسے ہی ہماری گاڑی رکی تو میں نے اپنے ساتھی کمال شہید کی طرف دیکھا جو کہ اپنی سیٹ پر مطمئن بیٹھے تھے کیونکہ

ہمارے درمیان دوران سفر پیش آنے والے حالات سے نمٹنے کے لیے معاملات پہلے ہی طے ہو چکے تھے۔ میں قندوز میں طالبان کی حکومت کے دوران کافی عرصہ گزار چکا تھا جس کی وجہ سے مجھے فارسی زبان پر کافی عبور حاصل تھا اس لیے دوران تلاشی فارسی زبان میں گفتگو کرنا تھی اور مجھ کو قندوز کے ایڈریس بھی یاد تھے جو کہ اگر کوئی پوچھے تو اس کے اطمینان کے لیے بتانا تھے۔ خیر جیسے ہی ہماری بس رکی تمام مسافروں کو نیچے اترنے کا حکم ملا سواریاں نیچے اتریں، جامہ تلاشی لی گئی اور چند ایک مسافروں سے سوال وجواب کے بعد، بس کا سرسری جائزہ اور تلاشی لی گئی جس کے بعد بس کو آگے سفر کرنے کی اجازت مل گئی اور ہم خیریت سے چاریکار کی طرف عازم سفر ہو گئے۔

چاریکار:

چاریکار شہر سے پہلے میر بچہ کوٹ نامی شہر ہے طالبان نے جب فتح کابل کے بعد چاریکار پر قبضہ کیا تو میر بچہ کوٹ کے لوگوں نے بغاوت کر دی طالبان نے کنٹرول دوبارہ حاصل کر کے بغاوت ختم کر دی اور طالبان نے میر بچہ کوٹ کے لوگوں کو وارننگ دی لیکن یہ ایسے بدفطرت لوگ تھے کہ یہ اسلام کے محافظ مجاہدین کے خلاف بار بار بغاوت کر رہے تھے، اس بار بھی انہوں نے ورانگ کو سنجیدہ نہ لیا اور پھر بغاوت کر دی طالبان نے اس تمام صورت حال سے حضرت امیرالمومنین مدظلہ کو آگاہ کیا تو انہوں نے ان لوگوں کے خلاف سخت کارروائی کا حکم دیا، طالبان نے ان باغیوں کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کر کے میر بچہ کوٹ کی بغاوت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ میر بچہ کوٹ سے تھوڑا آگے بڑھیں تو ایک راستہ مین روڈ سے الگ ہو کر بگرام ائیر بیس کی جانب جاتا ہے اور سیدھا روڈ چاریکار کی جانب جاتا ہے، طالبان نے جب فتح کابل کے بعد بگرام پر قبضہ کیا تو ان مورچوں پر پاکستانی مجاہدین کو متعین کیا اور انہوں نے بھی مکمل جانفشانی سے امارت اسلامیہ کے تحفظ کے لیے ان مورچوں پر دن رات ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کیا اور امارت اسلامیہ پر صلیبی یلغار تک ان مورچوں پر پاکستانی مجاہدین ہی قابض رہے، میرے کئی ذاتی دوست بھی یہاں زخمی اور شہید ہوئے، جن

میں بھائی سہیل شہید گوجرانوالہ، سیف اللہ آفریدی شہید کراچی، یوسف شہید ڈیرہ اسماعیل خان، زبیر شہید کراچی، منّا شہید کراچی رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں، علاوہ ازیں یہاں دیگر بہت سارے نوجوان بھی امارات اسلامیہ کا تحفظ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ دو چار سے دنیا واقف ہے گم نام نجانے کتنے ہیں۔

جہاں سے بگرام کو جانے والا روڈ الگ ہوتا ہے وہاں سے سیدھا چاریکار جانے والا روڈ طالبان کے دور میں سنگل تھا لیکن اب یہ دورویہ روڈ بن چکا تھا اس نئی سڑک پر ایک گھنٹہ سفر کرنے کے بعد ہم چاریکار شہر پہنچ گئے، چاریکار میں داخل ہونے سے پہلے اس شہر کا داخلی دروازہ آتا ہے۔ جس پر شہر کی انتظامیہ کی جانب سے خوش آمدید کے الفاظ کنندہ ہیں، شہر میں داخل ہوں تو سب سے پہلے (بائیں) ہاتھ پر قول اردو (فوجی چھاؤنی) آتی ہے، یہ کافی بڑی چھاؤنی ہے میں طالبان کے دور حکومت 97-1996ء میں یہاں رہ چکا تھا۔

انجینئرنگ کا شاہکار...... چاریکار نہر:

چاریکار شہر کے وسط سے ایک پختہ نہر گزرتی ہے، یہ نہر دراصل احمد شاہ مسعود کے آبائی علاقہ وادی پنجشیر سے نکلتی ہے۔ اس نہر کو چائنہ کے انجینئرز نے تعمیر کیا تھا، اس کے دونوں کنارے پختہ ہیں، دریائے غور بند کے 50 فٹ نیچے گہرائی سے گزار کر چاریکار لائی گئی ہے، جہاں سے یہ نہر دریائے غور بند کے نیچے داخل ہوتی ہے اور جس جگہ سے دریا کے دوسری طرف باہر نکلتی ہے، دونوں کے درمیان تقریباً ایک کلومیٹر کا فاصلہ ہے، دونوں طرف پانی اپنا لیول اور بہاؤ برقرار رکھتا ہے اور ان دونوں جگہوں کے درمیان دریائے غور بند اپنی پوری طغیانی کے ساتھ رواں دواں ہے۔ اس نہر کو پنجشیر سے قراباغ تک مکمل کرنے میں پانچ سال لگ گئے اس نہر پر کئی ایک مقامات پر بجلی بھی پیدا کی جاتی ہے اور اس نہر کے پانی سے کئی باغات کو بھی سیراب کیا جاتا ہے جو کہ میلوں رقبے پر پھیلے ہوئے ہیں۔

کشتی رانی اور عارضی پل بنانے کی تربیت:

جب ہم چاریکار سے نکلے تو میں نے کمال شہید کو دریائے غور بند پر وہ جگہ دکھائی جہاں

میں عرب اور افغانی مجاہدین کے ہمراہ حضرت امیر المومنین مدظلہ کے حکم سے کشتی رانی کی تربیت حاصل کرتا رہا اور اس کے بعد عارضی پل بنانے کی بھی تربیت حاصل کی ، اس کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ احمد شاہ مسعود طالبان کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے دریاؤں اور برساتی نالوں کے پل تباہ کر دیتا تھا ، اس لیے ہم رسوں ، گاڈروں اور لکڑی کے تختوں کی مدد سے عارضی پل بنانے کی تربیت لے رہے تھے، چند دنوں کی تربیت کے بعد ہم بیس منٹ کے نوٹس کے بعد عارضی پل تیار کر لیتے تھے۔

جبل السراج:

دریائے غور بند پر جہاں ہم کشتی رانی اور پل بنانے کے تربیت لیتے رہے تھے اس سے تھوڑا آگے ایک اور دریا دریائے سالانگ پر پل آتا ہے، جس کو کراس کر کے آپ جبل السراج میں داخل ہو جاتے ہیں، جبل السراج ایک چھوٹا سا شہر ہے ، یہاں ایک دوراہا نکلتا ہے ، جس کی ایک سڑک گلبہار سے ہوتے ہوئے وادی پنجشیر کو جاتی ہے اور دوسری درہ سالنگ کی جانب جاتی ہے۔ وادی پنجشیر والی سڑک پر احمد شاہ مسعود کا مہمان خانہ اور بجلی گھر بھی ہے میں احمد شاہ مسعود کے مہمان خانے میں ملاّ محبّ اللہ اخوندزادہ کے ساتھ رہ چکا تھا، جہاں ہم نے مرغی بنائی تھی، (جس کا تذکرہ راقم اپنی اسی کتاب میں سبعون خان اور دیسی مرغی کے عنوان سے کر چکا ہے۔)

درہ سالنگ سے خنجان تک:

اب ہم دریائے سالنگ کے ایک کنارے پر اور کبھی دریا کراس کر کے دوسرے کنارے پر سفر کر رہے تھے ، یہ ہمارا سفر بالکل چڑھائی کا تھا۔ یہاں ہم سطح سمندر سے بہت بلندی پر سفر کر رہے تھے، ہمارا یہ سفر خنجان شہر کی کی طرف تھا ، جس کے راستے میں چھوٹا سا شہر سالنگ بھی آتا ہے ، جس کی وجہ سے اس درّے کو درہ سالنگ کہتے ہیں ، یہ سڑک اتنی اچھی نہیں بلکہ خانہ جنگی کے اثرات اس پر ابھی تک قائم ہیں۔ اس سڑک کو برفباری سے محفوظ رکھنے کے لیے سڑک کے اوپر مصنوعی ٹنل (Tunnal) تعمیر کیے گئے ہیں ، تاکہ اگر اوپر بلند وبالا پہاڑوں

سے برف کے تودے گریں تو ان ٹنل (Tunnal) سے پھسل کر سیدھے دریائے غور بند میں جا گریں اور روڈ بند نہ ہو اور اس پر چلنے والی ٹرانسپورٹ بھی اس موسمی آفت سے محفوظ رہ سکے۔ میں اور کمال شہید نے عصر اور مغرب کی نمازیں درہ سالنگ میں ادا کیں، عشاء کی نماز اور رات کا کھانا ہم نے خنجان پہنچ کر کھایا، اُس وقت میں نے گھڑی پر نظر دوڑائی تو رات کے دس بج رہے تھے، یہاں ہم نے آدھ گھنٹہ آرام کرنے نے کے بعد آگے کا سفر شروع کیا کیونکہ ہم نے کابل سے درہ سالنگ تک مسلسل چھے گھنٹے کا سفر کیا تھا۔

دوشی:

ہم نے ایک گھنٹہ مزید سفر کیا تو ساڑھے گیارہ بجے ہم دوشی پہنچ گئے، دوشی صوبہ بغلان کا ضلع ہے، دوشی کی آبادی زیادہ تر افغان گوجروں پر مشتمل ہے، طالبان کے دور میں دوشی کی نظامت بھی ان افغان گوجروں کے پاس تھی اور آخری وقت تک یہ گوجر امارت اسلامیہ اور طالبان کے وفادار رہے اور 1997ء میں جب عبدالرشید دوستم، جنرل عبدالمالک پہلوان نے طالبان سے غداری کی اور طالبان کو مزار سے پسپا ہونا پڑا تو کمانڈر ارباب ہاشم خان نے اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر طالبان کی مدد کی وہ بھی گوجر تھے اور صوبہ قندوز کے رہنے والے تھے۔

''سانحہ مزار سے بچ کر نکلنے والے طالبان کی جس طرح ارباب ہاشم نے امداد کی اس کی جزاء انہیں صرف اللہ ہی دے سکتے ہیں''

ارباب ہاشم خان کی شہادت:

صلیبی افواج نے جب امارت اسلامیہ افغانستان پر حملہ کیا تو دوستم نے شمالی افغانستان میں طالبان کے سپریم کمانڈر ملاّ محمد فضل اخوند کے ساتھ جب طالبان کو اسلحہ حوالے کر دینے کی شرط پر محفوظ راہ داری فراہم کرنے کا معاہدہ کیا تو اس میں ملا محمد فضل اخوند کی جانب سے اہم مذاکرات کار ارباب ہاشم خان تھے لیکن جس طرح عبدالرشید دوستم اور اس کے کمانڈروں نے طالبان سے غداری کی، کچھ کو خود گرفتار کیا اور کچھ طالبان کو امریکہ کے حوالے کیا، جو کہ آج بھی گوانتانا موبے میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں، جن میں سرفہرست ملا

محمد فضل اخوند کا نام ہے۔ اور بہت سارے طالبان کو کنٹینزوں میں بند کر کے شہید کر دیا جن کا مدفن دشت لیلیٰ ٹھہرا، اسی طرح عبدالرشید دوستم اور اس کے کمانڈروں نے اس معاہدہ کے تقریباً ایک سال بعد ارباب ہاشم خان سے بھی غداری کی اور ان کو گرفتار کرلیا، لیکن ارباب ہاشم خان پہلے ہی دوستم کی اس غداری کو بھانپ چکے تھے، جب ان کو (ارباب ہاشم خان) کو ہیلی کاپٹر میں ڈال کر لے جایا جا رہا تھا تو انہوں نے عبدالرشید دوستم کے ان گماشتوں پر شہیدی حملہ (فدائی حملہ) کر دیا، جس میں ہیلی کاپٹر تباہ اور کئی دشمن واصل جہنم ہو گئے اور خود بھی جام شہادت نوش فرما گئے، اللہ تعالیٰ کی ان پر کروڑوں رحمتیں ہوں، آمین

دوشی کی ایک بھیانک رات:

دوشی سے ایک سڑک بامیان اور دوسری پل خمری کو جاتی ہے، جب ہماری گاڑی دوشی شہر پہنچی تو مجھے وہ بھیانک رات یاد آ گئی، جب میں 1999ء میں اپنے زخمی ساتھیوں کے ہمراہ بامیان سے دوشی پہنچا تھا، بات کچھ اس طرح تھی کہ بامیان پر طالبان کا کنٹرول تھا اس دوران میری تشکیل بھی بطور وائرلیس آپریٹر ہوئی تھی، ہمارے مورچے بامیان ائر پورٹ کے قریب ایک پہاڑ پر تھے، ایک رات اچانک دشمن نے تعارض کیا، دشمن کا لشکر ہزارگان شیعوں پر مشتمل تھا جو کہ طالبان کے خون کے پیاسے تھے لیکن مورچے پر موجود ساتھیوں نے دشمن کو منہ توڑ جواب دیا اور حملہ کو پسپا کر دیا اور جنگ فجر تک جاری رہی، دشمن کا حملہ تو پسپا ہو گیا لیکن دشمن مزید حملے کر سکتا تھا اور طالبان کو کمک کابل سے آتی تھی، اس وجہ سے اُن کی پوزیشن کمزور تھی، اس لیے انہوں نے مورچے چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا، میں نے مخابرے پر مورچے میں موجود ساتھیوں کو اس نئی صورت حال سے آگاہ کیا اور انہیں مورچے چھوڑنے کا کہا، لیکن ساتھیوں نے مورچے چھوڑنے سے صاف انکار کرتے ہوئے کہا جب تک امیر صاحب حکم نہیں دیں گے ہم مورچہ نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ شہید ہو جائیں گے۔ اسی دوران دشمن نے خط پر دوبارہ حملہ کر دیا مورچے میں موجود ہمارے دو ساتھی جن میں بھائی بشیر پا ملا ساہیوال اور بھائی عبداللہ بہاولنگر شہید ہو گئے، اسی دوران خط ٹوٹ گیا اور دشمن

تیزی سے اس پہاڑی پر چڑھنے لگا تو مورچے میں مزید دو ساتھی شہید ہو گئے اور چار ساتھی گرفتار ہو گئے، صرف ایک ساتھی بچ نکلنے میں کامیاب ہوا۔

﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ﴾ (الاحزاب : ۲۳)

''بعضوں نے اپنی منتیں پوری کرلیں تو بعض انتظار میں ہیں۔''

طالبان کماندان ملّا عبدالستار نے کہا اب لڑنا فضول ہے فوراً پسپائی اختیار کی جائے اور جتنی افرادی قوت بچتی ہے بچائی جائے کیونکہ اسلحہ بھی ختم ہو رہا تھا اور کابل سے کمک آنے کی بھی فی الفور امید نہ تھی میں نے بھی اپنا کمیونیکیشن کا سامان چیک کیا اور چھوٹے وائرلیس سیٹ پر ساتھیوں سے رابطے کرنے لگا اسی دوران طالبان کی گاڑیاں روانہ ہوگئیں میں نے بھی اپنا چیک شدہ سامان اٹھایا اور ایک 4x4 گاڑی میں سوار ہو گیا اب ہمارا رخ بامیان سے پلخمری جانے والے راستے کی طرف تھا، اسی دوران طالبان کا ایک ہیلی کاپٹر فضا میں نمودار ہوا جو کہ امدادی کمک لانے پر معمور تھا ہم نے کپڑا لہرا کر پائلٹ کو نیچے حالات کی سنگینی سے آگاہ کرنے کی کوشش کی لیکن بے سود رہی اور ہیلی کاپٹر اپنے ہیلی پیڈ کی طرف بڑھ گیا، ہیلی کاپٹر کے اترنے کی جگہ ائر پورٹ کے قریب گھنے درختوں کے درمیان تھی ایئر پورٹ پر موجود دشمن ہیلی کاپٹر کی آواز تو سن سکتا تھا لیکن دیکھ نہیں سکتا تھا۔ جب پائلٹ نے نیچے لینڈ کرنے کے لیے ہیلی کاپٹر کو نیچے کیا تو اس کی نگاہ اچانک نیچے چھپے ہوئے دشمن پر پڑی تو پائلٹ نے نہایت عقلمندی کا مظاہر کرتے ہوئے، ہیلی کاپٹر کو اوپر اٹھایا اور بڑی تیزی سے شہر کا چکر لگا کر واپس کابل چلا گیا اور اگر خدانخواستہ ہیلی کاپٹر اتر جاتا ہیلی کاپٹر تو دشمن کے قبضے میں جاتا ہی ساتھی بھی گرفتار ہو جاتے۔ بہر حال ہم 4x4 گاڑی میں تیزی سے سفر کرتے ہوئے طالبان کے قافلے سے جا ملے جو کہ دس منٹ سے سڑک پر رکا ہوا تھا، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ طالبان کمانڈر آپس میں مشورہ کر رہے تھے کیوں نہ قریب ہی خط بنایا جائے لیکن یہاں انتہائی خطرناک اور بلند و بالا پہاڑ تھے جس کی وجہ سے یہاں خط بنانا تقریباً ناممکن تھا۔ اسی دوران ایک 4x4 ڈبل کیبن گاڑی آتی نظر آئی، قریب آنے پر میں نے گاڑی پہچان لی کہ یہ گاڑی

ہمارے کمانڈر علی جنید کی ہے، جو کہ رات کو ساتھیوں کی کمک کے لیے گئے تھے اور کوشش کے باوجود اُن سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا، جب گاڑی قریب آئی تو دیکھا کہ گاڑی دونوں جانب سے گولیوں کے لگنے کی وجہ سے چھلنی ہو چکی تھی گاڑی میں سات افراد سوار تھے جو کہ شدید زخمی تھے اور گاڑی میں ہر طرف خون ہی خون بکھرا ہوا تھا، ڈرائیور بھائی محمود کمر میں گولی لگنے کی وجہ سے شدید زخمی تھے اس کے باوجود خود ڈرائیونگ کر کے ساتھیوں کو کمال مہارت کے ساتھ میدان جنگ سے نکال لائے تھے۔ گاڑی میں سوار ہمارے کمانڈر استاد علی جنید سب سے زیادہ زخمی تھے۔

راستے میں راقم نے بھائی محمود سے پوچھا کہ یہ ہوا کیسے؟ مطلب یہ کہ آپ لوگ کیسے زخمی ہوئے؟ تو بھائی محمود نے کہا کہ ہم اپنے مخابرے پر گزشتہ شب اپنے ساتھیوں سے رابطہ کرتے رہے اور یہ رابطہ اس وقت تک قائم رہا جب تک ساتھی مورچے پر تھے لیکن جب دوبارہ مورچہ چھوڑنے کے لیے کہنے لگے ،تو رابطہ نہ ہو سکا ہم نے آپ سے بھی رابطے کی کوشش کی لیکن ناکامی ہوئی، ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ شاید حالات کی نزاکت کے پیش نظر ساتھیوں کو مورچہ چھوڑنے کا پہلے ہی کہہ چکے ہوں اور وہاں سے نکل پڑے ہوں، چنانچہ ہم بھی خط سے واپس بامیان شہر کی طرف آئے اور ایک بازار میں داخل ہو کر آگے بڑھتے گئے لیکن مشکل اس وقت پیش آئی جب کافی آگے جا کر بازار کا اختتام ایک تنگ راستے پر ہو گیا جہاں گاڑی نہیں جا سکتی تھی، اس کے علاوہ ہمارے ساتھ راہبری کرنے والا بھی کوئی نہ تھا، چنانچہ ہمیں وہیں سے گاڑی موڑ کر واپس بامیان ائیر پورٹ کی طرف جانا پڑا جب ہم دوبارہ مین روڈ پر چڑھے تو ہم سے آگے ایک ٹرک کہ جس پر اینٹی ایئر کرافٹ گن بھی نصب تھی جاتا دکھائی دیا جسے ایک طالب چلا رہا تھا اسے دیکھ کر ہم بھی اس کے پیچھے چل پڑے تھوڑا سفر کرنے کے بعد اس طالب نے اپنے ٹرک کو سڑک سے دائیں طرف واقع کھیتوں میں اتار دیا اور کھڑی فصلوں کو کچلتا ہوا آگے بڑھ گیا ہم بھی اسی کے اتباع میں چلے غالبًا وہ حالات کی سنگینی کے پیش نظر جان بوجھ کر شارٹ کٹ مار کر شہر سے دور جانا چاہتا تھا، بھائی محمود نے بات

جاری رکھتے ہوئے مزید بتایا کہ ہم تیز رفتاری کے ساتھ اس ٹرک کے پیچھے جار ہے تھے کہ اچانک ٹرک والے طالب نے بریک لگائی اور ٹرک کا انجن بند کر کے نیچے اتر گیا ہم نے بھی اسے رکتے دیکھ کر بریک لگادی میں نے (محمود) گاڑی سے اتر کر آگے جا کر دیکھا تو پتہ چلا کہ آگے ایک بڑا برساتی نالہ ہے جو کہ کافی گہرا ہے غالبًا اسی وجہ سے اس طالب نے راستہ نہ پا کر ٹرک روک دیا تھا کیونکہ روسی ٹرک زور آور ہوتے ہیں ایسی رکاوٹیں خاطر میں نہیں لاتے لیکن چونکہ نالے کے کنارے بھی اونچے تھے اس لیے طالب نے ٹرک چھوڑ دیا، بہرحال طالب نے نالہ پیدل کراس کیا اور ہم نے اپنی گاڑی واپس موڑ کر کھیتوں سے نکالی اور واپس اسی مین روڈ پر آ گئے۔

میں نے گاڑی دوبارہ بامیان ایئر پورٹ کی طرف جانے والے روڈ پر تیزی سے بھگانا شروع کی اچانک ہم سے کچھ دور 300 میٹر کے فاصلے پر چند مسلح افراد کھڑے نظر آئے وہ سڑک کے درمیان کھڑے تھے ہم اِس وقت اُس جگہ کے قریب تھے جہاں پر بامیان کے مشہور زمانہ بدھ مت کے بت واقع ہیں ان بتوں کے نزدیک ایک دوراہا ہے جہاں سے ایک سڑک کابل و پلخمری اور دوسری سڑک بلخاب کی طرف جاتی ہے، ہم دوراہی کے قریب پہنچے تو مجھے شک ہوا کہ یہ لوگ شیعہ ہیں اور دشمن کے افراد ہیں اسی دوران مسلح افراد میں سے ایک شخص نے R.P.G.7 راکٹ ہماری گاڑی پر فائر کیا وہ راکٹ گاڑی کے بائیں طرف فرنٹ ٹائر کے تقریباً 2 میٹر کے فاصلے پر زوردار دھماکے سے پھٹ گیا، راکٹ کے پھٹنے سے ہماری گاڑی کی بائیں سائیڈ چھلنی ہوگئی لیکن گاڑی کے اندر بیٹھے افراد کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا، صورت حال واضح اور خوفناک تھی، محمود بھائی نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ میں نے اب سوچ لیا کہ چاہے جو کچھ بھی ہو جائے میں نے گاڑی کو نہیں روکنا ہے چنانچہ دوراہے پر پہنچ کر جیسے ہی میں نے گاڑی کا رخ کابل جانے والی سڑک کی طرف موڑا، ان درندہ صفت دشمن نے آگے روڈ کو بڑے بڑے پتھروں کی مدد سے بالکل بند کر رکھا تھا یہاں پر دشمن نے زبردست کمین لگا رکھی تھی میں نے بھی سوچ رکھا تھا کہ اب جبکہ ہم دشمن کی کمین

میں پھنس چکے ہیں تو رک کر گرفتاری نہیں دینی بلکہ جیسے بھی ہو آگے بڑھنا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے مقدر میں شہادت لکھی جا چکی ہے تو مل جائے گی ورنہ جیسے میرے رب کی مرضی ۔

میں نے دل ہی دل میں اپنے رب سے دشمن کے خلاف اسی کی پناہ مانگی گاڑی کی رفتار اور تیز کر دی پوری سڑک اگرچہ پتھروں سے اٹی ہوئی تھی لیکن سڑک کے کنارے تقریبا ساڑھے تین چار فٹ جگہ نظر آرہی تھی میں نے اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر تیزی سے گاڑی موڑ کر اس انتہائی کنارے پر لاکر آگے بڑھا دی۔ گاڑی کا ایک ٹائر سڑک کے انتہائی بائیں کنارے جبکہ دوسرا ٹائر پتھروں پر تھا گاڑی اچھلتی دھچکے کھاتی آگے بڑھی ، ظالم شائد اس انتظار میں کھڑے تھے کہ ابھی گاڑی رکے گی اور طالبان اور گاڑی ہمارے ہاتھ آجائیں گے لیکن جب میں نے گاڑی کو پتھروں پر چڑھا کر آگے بڑھایا اور سڑک کے دونوں اطراف میں چھپے ہوئے دشمن نے زبردست فائرنگ ہم پر کھول دی میرے پیچھے بیٹھے ہوئے عمر بھائی اور فرنٹ سیٹ پر بیٹھے علی جنید بھائی (جو کہ ہمارے امیر بھی تھے) دشمن پر دونوں اطراف سے جوابی فائرنگ کر رہے تھے اسی دوران علی جنید بھائی نے زور سے اللہ اکبر کہا اور گن ان کے ہاتھ سے گر گئی وہ نڈھال سے ہو کر سیٹ کے ساتھ لگ گئے میں سمجھ گیا کہ بھائی علی جنید زخمی ہو گئے ہیں۔ جبکہ میری پوری توجہ سامنے تھی یوں محسوس ہوا جیسے میری کمر میں کوئی انگارہ سا گھس گیا ہو، بھائی محمود نے کہا کہ مجھے گولی لگ چکی تھی اور جو گولی مجھے لگی تھی وہ دراصل دشمن نے چلائی تھی اور عمر بھائی کے گھٹنے کو زخمی کرتی ہوئی میری سیٹ پھاڑ کر میری کمر میں آگھسی تھی عمر بھائی اور جنید بھائی کی طرف سے فائرنگ بند ہوگئی لیکن گاڑی کے ڈالے میں بیٹھے ساتھی دشمن پر فائرنگ کر رہے تھے جیسے ہی ہم کمین توڑ کر نکلے میں نے گاڑی کو پوری رفتار سے بھگانا شروع کیا اگرچہ میری کمر میں لگی گولی مجھے تکلیف دے رہی تھی لیکن میں اپنے ہوش وحواس قائم رکھتے ہوئے گاڑی بھگاتا رہا تا آنکہ ہم آپ کے پاس پہنچ گئے ۔ بھائی عمر بھی شدید زخمی تھے ان کے گھٹنے کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی ، ہمارے ساتھ ڈاکٹر نوید شہید رحمہ اللہ جو کہ بعد میں کشمیری

ماؤں ، بہنوں کی عزتوں کا دفاع کرتے ہوئے وادی کشمیری میں شہید ہوئے، انھوں نے زخمیوں کو ابتدائی طبی امداد (فرسٹ ایڈ) دی اور درد کم کرنے کے انجکشن لگائے اسی دوران طالبان نے دوشی جانے کا فیصلہ کیا کیونکہ دوشی شہر پر طالبان کا کنٹرول تھا اور یہاں خط بنانا نہایت مشکل تھا اسی دوران گاڑیاں تیزی کے ساتھ دوشی کی طرف روانہ ہوئیں۔ میں نے بھی اپنا سامان گاڑی سے اٹھایا اور اپنے زخمی ساتھیوں کے ساتھ سوار ہو گیا اور ہم بھی تیزی سے دوشی کی طرف روانہ ہو گئے ، یوں ہم رات ۲ بجے اپنے زخمی ساتھیوں کے ساتھ دوشی پہنچے تو دل بہت غمگین تھا اور شہید ہونے گرفتار ہونے والے ساتھیوں کے غم کے آنسو رو رہا تھا، آج بھی جب مجھے وہ رات یاد آتی ہے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

بامیان بغاوت کے اسباب:

آج جس وقت میں یہ تحریر لکھ رہا تھا تو افغانستان پر امریکی صلیبی افواج قابض ہیں اور تخت کابل پر امریکی اور برطانوی بیسا کھیوں پر حامد کرزئی بیٹھا ہوا ہے اس سے پہلے امریکہ اور ایران کی افغانستان میں مداخلت جو کہ طالبان کے خلاف بغاوتوں کا سبب تھی مزید برآں اس کو آپ بامیان بغاوت کے اسباب سے بھی باآسانی سمجھ سکتے ہیں۔

طالبان کے خلاف بغاوت دو قسم کی تھی ایک لسانیت اور غلط فہمی کی بنیاد پر تھی جس کی مثال میر بچہ کوٹ کی بغاوت تھی جو کہ تاجک لیڈ احمد شاہ مسعود کے کہنے کی وجہ سے تھی اس کی بنیادی وجہ غلط فہمی تھی جس کو طالبان نے بہت جلد دور کر کے اس بغاوت کو ختم کر دیا، لیکن مزار شریف میں 1997ء اور بامیان میں 1999ء میں ہونے والی بغاوت کی وجہ حزب وحدت کی اسلام دشمنی اور امریکہ وایران نوازی تھی۔ مزار شریف کی بغاوت اسلام دشمن کیمونسٹ لیڈروں نے کی یہاں پر میں ایک اور وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ 1996ء میں طالبان کے خلاف کنڑ میں بغاوت ہوئی اس بغاوت کے علمبردار افغانستان کے غیر مقلد تھے اور ان کی پشت پناہی پاکستانی تنظیم لشکر طیبہ (جماعۃ الدعوۃ) کر رہی تھی طالبان نے اس بغاوت کو بھی سختی سے کچلا جس میں ان کا سرغنہ مارا گیا، اس بغاوت میں بہت سارے لوگ گرفتار ہوئے جن

میں پاکستانی بھی شامل تھے اس بغاوت کو کچلنے والوں میں جنوبی وزیرستان کے مشہور مجاہد کمانڈر عبداللہ محسود شہید رحمہ اللہ بھی شامل تھے میری جب ان سے کابل میں ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا ان لوگوں کا جہاد سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ لوگ اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے اور فقہائے کرام سے بغض رکھتے اور بعض اوقات صحابہ رضی اللہ عنہم کی توہین سے بھی نہیں چوکتے تھے۔

طالبان نے ان کو پہلے تادیب کی اور جب بغاوت پر آمادہ ہوئے تو انہوں نے اس فتنہ کو کچل کر رکھ دیا۔

2001ء میں جب صلیبی جارحیت کے بعد طالبان پسپا ہوئے تو عرب مجاہدین پاکستان آئے تو ان کو پناہ کی ضرورت تھی اُس وقت مخلصین ان کو جہاں پناہ دے رہے تھے وہاں لشکر طیبہ کے کارکن ان عرب مجاہدین کو امریکہ کے ہاتھوں فروخت کر رہے تھے، جس کی سب سے بڑی مثال القاعدہ کے لیڈر ابو زبیدہ کو فیصل آباد سے لشکر طیبہ کے رکن نے گرفتار کروایا اور ان کی خباثتوں اور شرارتوں کا مطالعہ کرنا ہو تو عبدالرحیم مسلم دوست اور بدرالزماں بدر کی کتاب گوانتا ناموبے کی ٹوٹی زنجیر کا مطالعہ مفید رہے گا، یہ دونوں حضرات بھی ان اسلام دشمن لشکر طیبہ اور (جماعت الدعوۃ) کی ایماء پر ہی گرفتار ہوئے اور عرصہ 3 سال تک گوانتا ناموبے میں اسیر رہے، انہوں نے خود بتایا وہاں اسیر مجاہدین نام لے کر حافظ سعید ان کے دوسرے لیڈر اور لشکر طیبہ کے خلاف بددُعائیں کرتے تھے۔ 2009ء میں باجوڑ میں ان غیر مقلدین ہی کا ایک گروپ جو کہ سلفی طالبان کے نام سے مشہور تھا، وہ امریکہ کو مخبری کرتا تھا اس کے مکمل ثبوت جب طالبان کو ملے تو طالبان نے اس گروپ کا خاتمہ کر کے امریکی جاسوسی کا انتظام ختم کر دیا۔

اور 1400 چودہ سو سالہ تاریخ اسلام کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والے یہودیت کے چربے شیعیت نے مل کر پروان چڑھایا اور بامیان کی 1998ء میں ہونے والی بغاوت بھی حزب وحدت نے منافق ایران کی زیر سرپرستی عداوت اسلام کی وجہ سے برپا کی۔ میں تمام مجاہدین کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ جب بھی آپ کوئی علاقہ پکڑیں اور وہاں اپنا قبضہ

مستحکم کرنے کے بعد سب سے زیادہ نظر شیعوں پر رکھیں، کیونکہ یہ کسی بھی وقت آ پکی پشت پر وار کر سکتے ہیں، 1998ء کی بامیان میں بغاوت بھی حزب وحدت نے اسلام دشمنی کی وجہ سے کی اور جب دیکھا کہ طالبان اپنے اور معاملات میں مصروف ہیں تو انہوں نے فی الفور پشت پر وار کر دیا۔ جس میں ہونے والے نقصان کی ایک جھلک مضمون دوشی کی ایک بھیانک رات میں آپ دیکھ چکے ہیں۔

بامیان:

بامیان افغانستان کا صوبہ ہے اس صوبہ کا دارالحکومت بھی بامیان شہر ہے اور اس کے اضلاع میں بلخاب، یکالنگ ہیں بامیان وسطی افغانستان میں کوہ بابا کے بلند و بالا پہاڑوں اور نہایت پر پیچ دروں کے درمیان واقع ہے۔ یہاں کے لوگوں کی زبان فارسی ہے، جس کو مقامی لوگ دری کہتے ہیں اس کا رقبہ 14175 مربع کلومیٹر ہے، اس میں ہزارہ شیعہ کی تعداد 67% ہے، بدھ مت کے قدیم مجسمے بھی اسی بامیان میں تھے، یہ طویل قامت بدھ مت کے مجسّمے 1999ء میں طالبان نے تباہ کر کے بت شکنی کا اعزاز بھی حاصل کیا جس سے مشرکین ہل کر رہ گئے اور طالبان نے ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو زندہ کر دیا۔

بامیان جیل پر ہزارہ کا حملہ:

13 ستمبر 1998ء کو جس وقت طالبان نے بامیان پر قبضہ کرنے کے لیے حملہ کیا اور ان کا دباؤ بامیان پر بڑھنے لگا تو بامیان کے ہزارہ جات کے سربراہ کریم خلیلی نے محسوس کیا کہ اب بامیان ہمارے ہاتھوں سے نکلنے والا ہے اور یہاں اسلام کا پرچم لہرانے والا ہے۔

تو اس (کریم خلیلی) نے اہل اسلام سے اپنا بغض حسد اور کینہ جو کہ اس کو عبداللہ بن سبا یہودی سے وراثت میں ملا تھا کا اظہار کرنے کے لیے ایسا حکم جاری کیا۔

جس حکم کے ملنے کے بعد حزب وحدت کے ہزارہ جنگجوؤں نے ایسا ظلم کا باب رقم کیا کہ جسے دیکھ کر ہلاکو خان کی روح بھی کانپ گئی اور چنگیز کا ظلم بھی منہ چھپانے لگا۔

حزب وحدت کے سربراہ کریم خلیلی نے اپنے جنگجوؤں کو بامیان جیل میں مقید 98

محافظان اسلام طالبان کے قتل کرنے کا حکم جاری کیا تو انہوں نے دستی بموں ، راکٹوں ، کلاشنکوفوں اور رائفلوں سے بامیان جیل کی ان کال کوٹھریوں پر دھاوا بول دیا۔ جن میں طالبان اسیر بند تھے۔

یہ 14x10 فٹ کے کمرے تھے جن میں قیدی بری طرح ٹھونسے گئے تھے۔ اندھا دھند فائرنگ ، راکٹ بازی اور دستی بموں کے پھٹنے سے 28 قیدی موقع پر شہید ہو گئے جبکہ باقی تقریباً تمام قیدی شدید زخمی ہو گئے ۔ اکادکا ہی طالبان قیدی معجزانہ طور پر محفوظ رہے ہزارہ جات پر جب طالبان کا زیادہ دباؤ بڑھ گیا اور طالبان کے دستے فتح کا پرچم لہراتے ہوئے قریب پہنچ گئے تو وہ یہ دیکھے بغیر ہی فرار ہو گئے کہ کتنے طالبان شہید ہوئے اور کتنے قیدی زندہ ہیں ۔

جب چند گھنٹوں کے بعد طالبان وہاں پہنچے تو ایک قیدی طالب نے باہر نکل کر اپنے پھٹے ہوئے سفید کرتے سے پرچم بنا کر لہرایا۔ جس سے طالبان جیل کی طرف متوجہ ہوئے ۔

بامیان جیل میں طالبان پر مظالم:

میری جب زخمی طالبان قیدیوں سے ملاقات ہوئی۔ تو انہوں نے بامیان جیل میں مظالم کی جو تفاصیل بتائیں وہ انتہائی لرزہ خیز تھیں۔ جن کو سن کر میرے رونگٹھے کھڑے ہو گئے۔ آج میں ان مظالم کو صرف اس لیے بیان کر رہا ہوں کہ ہمارے قارئین جہاں ان کے مظالم سے آگاہ ہوں گے وہیں ان کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ ان کو اہل اسلام اور اسلام سے کتنی عداوت ہے۔

گرم سلاخوں سے داغنا:

زخمی ساتھیوں نے بتایا کہ حزب وحدت والے جب جیل آتے تو وہ قیدیوں پر طرح طرح کے ظلم کرتے ۔ لیکن قیدیوں کو گرم سلاخوں سے داغنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ حتیٰ کہ مظلوم قیدیوں کا گوشت جسم سے جھڑ جاتا اور جب اس ظلم کی وجہ سے قیدی آہ و بکا کرتا تو وہ اس پر خوش ہوتے ۔

ڈاڑھی کی بے حرمتی:

ان کو عداوت تو اسلام سے ہے۔ اس لیے وہ ہر اس شعار سے نفرت کرتے ہیں۔ جس کا

حکم اسلام دیتا ہے۔ ڈاڑھی کی بے حرمتی بامیان جیل میں حزب وحدت کا روز کا معمول تھا اور کئی قیدیوں کی ڈاڑھیاں بال بال کر کے نوچ ڈالی گئیں۔

جب طالبان انہیں کہتے کہ تم ڈاڑھی کی بے حرمتی کیوں کرتے ہو یہ تو اللہ کے محبوب رسول ﷺ کی محبوب سنت ہے تو وہ اس کا مذاق اڑاتے۔ جو ان کے کفر کی بین دلیل تھا۔ بھولے بھالے طالبان (ہزارہ جات) کا یہ بھیانک ظلم دیکھ انگشت بدنداں رہ گئے۔ طالبان نے اپنے شہید اور زخمی بھائیوں کو فوراً سنبھالا اور جیل سے نکالا۔

شہداء کو تو دفن کر دیا اور زخمیوں کو علاج معالجے کے لیے کابل منتقل کر دیا۔

سزائے موت کے بھیانک طریقے:

ہزارہ جب کسی طالب کو سزائے موت دینے کا فیصلہ کرتے تو انہوں نے اس کے بھی بھیانک طریقے ایجاد کر رکھے تھے اور یہ طریقے بھی انہوں نے صرف طالبان اسیران کے خلاف استعمال کیے۔ کیونکہ اہل اسلام سے دشمنی ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی جس کی تسکین کے لیے انہوں نے بامیان جیل سے کئی علماء حفاظ، قراء اور صالح نوجوانوں کو نکال کر شہید کیا۔

گاڑی تلے کچلنا:

یہ جس قیدی کو شہید کرنے کا فیصلہ کر چکے ہوتے تو اسے صبح صبح نکال کر سب قیدیوں کے سامنے کھلے میدان میں باندھ کر لاتے اور قیدی کو 4x4 گاڑی تلے کچل کر شہید کر دیتے۔ جس سے قیدی تڑپ تڑپ کر جان دے دیتا۔

انوکھا طریقہ:

انہوں نے اسیر طالبان کو شہید کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ایجاد کر رکھا تھا کہ دو تیز دھار خنجروں کے دستے زمین میں گاڑھ دیئے جاتے اور قیدی کو ان کی نوک پر پیٹ کے بل لٹا دیا جاتا۔ جس سے قیدی کو سخت تکلیف ہوتی اور جب خنجر اسیر کے جسم میں پیوست ہوتے تو اس کی شدت سے قیدی چیختا تو بامیان جیل بھی لرز جاتی آخر کار یہ بے بس قیدی سخت تکلیف کے ساتھ اپنی جاں جان آفرین کے سپرد کر دیتا۔

ابوجہلی ذہنیت:

اس کے علاوہ جب کسی ساتھی کو شہید کرنے کا فیصلہ کر چکے ہوتے تو وہ یہ بہیمانہ طریقہ اختیار کرتے کہ قیدی کی ٹانگوں کو رسوں سے باندھ کر دو گاڑیوں سے باندھ دیا جاتا اور گاڑیاں مخالف سمت میں چلا دی جاتیں۔جس سے قیدی کا جسم دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا اور یوں یہ مظلوم و مجبور اور بے کس و بے بس قیدی دفاع اسلام کی اس جنگ میں اپنی جان شہیدہ اسلام سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کے نقش قدم پر چل کر اسلام کی بنیادوں میں لگا دیتا اور کامیاب و کامران ہو کر اپنے رب کے حضور پہنچ جاتا اور اسی کا دوسرا پہلو دیکھا جائے تو سزا دینے والے ہزارہ جات کی ذہنیت بھی فرعون اور ابوجہل کی ذہنیت کی عکاس ہے اور ان کی دشمنی تو اس سے بھی بڑھ کر جو کہ خالص یہودی طرز پر ہے جس کی بنیاد دشمن اسلام رئیس المنافقین عبداللہ بن سبا یہودی نے رکھی تھی۔

اصحاب رسول ﷺ کی توہین:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جن کے متعلق حضور ﷺ کا فرمان ہے۔جس کا مفہوم کچھ یوں ہے۔

''اے اللہ ہر ایک کے احسانات کا بدلہ میں نے چکا دیا۔ایک ابی قحافہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا ابی بکر رضی اللہ عنہ ہے ان کے احسان کا بدلہ تو دے۔''

داماد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مراد رسول ﷺ امام عدل و حریت جن کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا جس کا مفہوم کچھ یوں ہے۔

''میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتا۔''

داماد رسول ﷺ امام جود و سخا پیکر حیاء شہید مظلوم سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جن کو لسان نبوت سے پانچ مرتبہ جنت کی بشارت ملی۔ یہ وہ شخصیات ہیں جن کو حضور ﷺ کے بعد آپ کی جانشینی ملی اور انہوں نے بھرپور طریقے سے اشاعت اسلام اور دفاع اسلام کا حق ادا کیا۔ اور قرآن مجید کی سورۃ النور کی آیت استخلاف کا مصداق ٹھہرے اور اللہ تعالیٰ نے تمکین

دین کا جو وعدہ کیا وہ بھی ان ہی حضرات کے ذریعے مکمل ہوا۔

اور ہر مسلمان ان خلفاء سمیت سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت وعقیدت رکھتا ہے اور ان کی پیروی کرنا اپنے لیے سعادت سمجھتا ہے اور اللہ نے بھی امت کو واضح طور پر ہدایت کی ہے۔

﴿فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَاۤ اٰمَنۡتُمۡ بِهٖ فَقَدِ اهۡتَدَوۡا O﴾ (البقرة : ۱۳۸)

''پس اگر وہ ایمان اس طرح لائیں جیسا تم ایمان لائے بس تحقیق وہ ہدایت یافتہ ہو جائیں گے۔''

ہزارہ جات جن کی بنیاد ہی اسلام دشمنی پر رکھی گئی تو ان کو اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہاں محبت ہوسکتی ہے۔جس کا واضح ثبوت ان کی کتابیں اور ان کا یہ عمل ہے۔

ہزارہ ان مظلوم ومجبور اسیر طالبان کے سامنے ان خلفاء اسلام کے نام زمین پر لکھ کر نعوذ باللہ جوتوں سے روندتے اور ان بابرکت اور مقدس شخصیات کے ناموں کی توہین کرتے۔ اپنے نامہ اعمال میں ہمیشہ ہمیشہ کی رسوائی اور بدبختی لکھوا لیتے۔

میں نے جب ان قیدیوں سے یہ حالات سنے جن کو میں پہلے بہت سارے اہلسنّت و الجماعت کے علماء کی کتابوں میں پڑھ چکا تھا، تو دل میں احساس پیدا ہوا کہ ان (اہلسنّت و الجماعت) میں ایک ایسی جماعت ضروری موجود رہنی چاہیے جو تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کا فریضہ انجام دے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام ومرتبہ سے امت کو آگاہ کرے اس سلسلے میں پاکستان میں امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اور ان کے رفقاء کی جدوجہد قابل قدر ہے۔

طالبان سے قبل حزب وحدت کے مظالم:

طالبان سے قبل بھی حزب وحدت کی افغانستان کے عوام سے عداوت اور ان پر مظالم کے آثار میں نے کابل اور دیگر علاقوں میں خود دیکھے اور کابل کے عوام سے سنے بھی ہیں۔

کابل چڑیا گھر کے نزدیک واقع چوک کی دیواریں اس ظلم کی گواہ ہیں۔ جہاں کفار

اہلسنّت و الجماعت کے نوجوانوں اور بوڑھوں کو پکڑ کر لاتے ان کے سروں اور ہاتھوں میں بڑے بڑے کیل گاڑھ کر چوک میں دیواروں سے لٹکا دیتے جس سے وہ مظلوم اہلسنّت و الجماعت کے نوجوان تڑپ تڑپ کر جان دے دیتے۔

رقص بسمل:

اس کے علاوہ یہ ایک اور ظلم اس طرح کرتے کہ یہ اہلسنّت والجماعت کے ایک نوجوان کو پکڑ کر لاتے۔ اس کی شہ رگ کو کاٹ کر اس پر پٹرول پھینک دیتے اور آگ لگا دیتے جس سے اس کی رگیں بند ہو جاتیں۔ اس سے یہ اہلسنّت والجماعت کا نوجوان بری طرح تڑپتا اور چیخ و پکار کرتا اور یہ (ہزارہ) گماشتے اس کے گرد کھڑے ہو کر شوروغل کرتے اور رقص کرتے بھنگڑا ڈالتے اور خوشی کا اظہار کرتے ان کا یہ ظلم افغانستان میں رقص بسمل (مردے کا ناچ) کے نام سے معروف تھا۔

اقوام متحدہ کا کردار:

اقوام متحدہ، امریکہ، یورپ اور پوری دنیا میں انسانی حقوق کا واویلا کرنے والی تنظیمیں افغانستان میں اہلسنّت و الجماعت پر ہونے والے ان مظالم پر خاموش تھیں جو کہ درپردہ کافروں کی حمایت تھی اور اس کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کے فرمان کا واضح ثبوت بھی۔

ان انسانی حقوق کے علمبردار اداروں اور ممالک نے انسانیت سوز مظالم پر نہ کبھی کوئی آواز اٹھائی اور نہ کبھی احتجاج کیا اور طالبان کے دور میں ملنے والی شرعی اور اسلامی تعزیرات ان کو انسانی حقوق سے متصادم نظر آتی تھیں حالانکہ تمام حدود و قصاص اللہ اور اس کے فرامین کے تابع تھیں اور ان قوانین کی بدولت ہی طالبان نے افغانستان میں وہ امن قائم کیا کہ اس جیسا امن وسکون امریکہ اور یورپ کے شہریوں کو بھی میسر نہیں۔

افغانستان میں ان کافروں کے یہ مظالم ہی تھے۔ جن کی وجہ سے افغانستان میں یہ مثال زبان زدعام ہے۔

O...... قہر افغان O...... رحم ازبک O......قہر ازبک O......رحم ہزارہ

ایرانی افواج کا افغان باڈر پر اجتماع:

ایران نے کئی ممالک میں دہشت گرد تنظیمیں اور ادارے قائم کر رکھے ہیں۔ جنہوں نے ایرانی پشت پناہی اور مالی معاونت سے ان ممالک کا امن تہہ و بالا کر رکھا ہے جن میں افغانستان میں حزب وحدت، پاکستان میں تحریک جعفریہ، آئی ایس او، فلسطین میں شیعہ امل ملیشا اور لبنان میں حزب اللہ اور عراق میں لشکر مہدی وغیرہ اس کی واضح مثالیں ہیں اور اگر قارئین اس کی تفصیل معلوم کرنا چاہیں تو پاکستان کے ممتاز سفارت کار اور صحافی نذیر احمد کی کتاب ''ایران کے افکار وعزائم'' سے حاصل کر سکتے ہیں۔

طالبان نے بامیان پر جب قبضہ کر لیا تو افغانستان میں ایران نواز حزب وحدت کا عسکری و سیاسی اثر ورسوخ ختم ہو گیا۔ ایران جو کہ ہر ملک میں مداخلت کرنا اپنا مادری حق سمجھتا ہے اور خمینی کے کفریہ انقلاب کے بعد اس کی اس عادت میں بے پناہ اضافہ ہوا جس کا اظہار خود خمینی ملعون 1987ء میں حج کے موقع پر حرمین الشریفین پر حملہ کر کے کر چکا تھا۔

ایران کی حکومت اس بات کو برداشت نہ کر سکی کہ اس کے روپے پیسے پر پلنے والوں کا اثر ختم ہو۔ وہ اپنے نمائندوں (شیعوں) کو ہر حال میں افغانستان میں مضبوط دیکھنا چاہتی تھی۔ ایرانی پارلیمنٹ نے افغانستان میں طالبان کے خلاف فوجی کارروائی کی قرارداد منظور کی اور اکتوبر 1998ء کو ایران افغانستان کے ہرات بارڈر پر 2 لاکھ فوج لے آیا۔

طالبان نے اس کے مقابلہ پر افواج کھڑی کیں جن کی قیادت طالبان کے مایہ ناز کمانڈر ملاّ داد اللہ شہیدؒ کر رہے تھے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ جنگ کی صورت میں طالبان ایران کے اندر گھس جائیں گے اور بھرپور گوریلا کارروائیاں کریں گے۔ طالبان کے اس جرأت مندانہ بیان اور اقدامات اور بے خوفی کو دیکھ کر حکومت ایران نے یہ سوچتے ہوئے اپنی افواج واپس ہٹا لیں کہ کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔

ایرانی مداخلت کے ثبوت:

طالبان نے ایک سال سے بامیان کو جانے والے راستے بند کر رکھے تھے۔ جس سے

ایک محاصرہ کی صورت پیدا ہوگئی تھی لیکن بامیان کے لوگوں کوصرف اورصرف ایرانی مداخلت نے مقابلے پر آمادہ کیا جس کی وجہ سے یہ امارت اسلامیہ کے خلاف بغاوت کئے ہوئے تھے۔

ایرانی طیارے فضائی راستے سے ہر روز سامان رسد بڑے پیمانے پر بامیان لے کر آتے۔جس میں ہرقسم کا سامان شامل ہوتا جوکہ بامیان کے جنگجوؤں کی ضروریات پوری کرتا۔

اسی دوران ایران نے بامیان ایئر پورٹ میں توسیع کر کے یہاں ایک بہت بڑا رن وے تعمیر کیا جہاں ایرانی فوج کے انجینئر دن رات کام کرتے جس سے بامیان ایئر پورٹ کی آپریشنل صلاحیت میں اضافہ ہوگیا۔

جس سے کئی بڑے ٹرانسپورٹ اور کارگو طیارے یہاں اترنے لگے ایران نے ہزارہ کے علاج معالجے کے لیے یہاں ایک جدید ہسپتال قائم کیا جس میں ہزارہ جنگجوؤں کا علاج کیا جاتا تھا۔اس کے علاوہ ایران ہی تھا جس نے طالبان کے خلاف واویلا مچا رکھا تھا تاکہ کسی طرح بامیان پر امارت اسلامیہ کے جانبازوں کو حملہ کرنے سے باز رکھا جائے۔

لیکن طالبان نے کسی کافر اور منافق کے دباؤ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ستمبر 1998ء کے پہلے عشرے میں بامیان پر دھاوا بول دیا اور منی ایران (بامیان) پر 13 ستمبر کو قبضہ کرلیا۔

ایرانی اسلحہ:

جب طالبان نے بامیان پر کنٹرول حاصل کیا تو انہیں بڑی مقدار میں ایرانی اسلحہ ہاتھ لگا جن میں راکٹ، مشین گن اور کلاشنکوفوں کی گریس بند پیٹیوں کے انبار تھے۔

جو کئی ڈپوؤں میں محفوظ تھے۔4 ہیلی کاپٹر اور 30 ٹینک بھی بامیان سے ملے۔بامیان ایرانی سازشوں کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ یہاں ایران نے روزانہ دس پندرہ پروازوں کے ذریعے کمک اور اسلحہ بھیجنے کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔جس پر ان کو بڑا ناز تھا مگر یہ سب کچھ اللہ کے شیروں کے سامنے مکڑی کے جالے ثابت ہوئے۔

پلخمری:

دوشی شہر سے مزید ایک گھنٹہ کا سفر کر کے ہم پلخمری پہنچے۔پلخمری ایک خوبصورت جگہ ہے

اس شہر کو تین اطراف سے پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے۔ جہاں کھڑے ہو کر آپ شہر کا جائزہ لیں تو پلخمری شہر خوبصورت منظر پیش کرتا ہے۔ کابل کی طرف سے شہر میں داخل ہوں تو سڑک کے بائیں طرف واقع فلور مل ہے جو کہ افغانستان کے بہت کم علاقوں میں قائم ہیں۔ پلخمری شہر کے وسط سے ایک دریا گزرتا ہے جو کہ بغلان اور قندوز سے ہوتا ہوا دریائے آمو میں جا گرتا ہے۔

یہ دریا جہاں سے پلخمری شہر میں داخل ہوتا ہے۔ وہاں ایک ہیڈ بنا کر دریا کا پانی روک کر نہر نکالی گئی ہے اور اسی جگہ دریا پر ایک پاور ہاؤس (بجلی گھر) بنایا گیا ہے۔ جس سے پلخمری شہر کو بجلی فراہم کی جاتی ہے۔ اس نہر سے پلخمری کے مضافات کو سیراب کیا جاتا ہے جس سے وہاں شاندار فصلیں ہوتی ہیں۔ پلخمری میں ایک سیمنٹ فیکٹری بھی ہے اور فیکٹری میں پتھر پہنچانے کے لیے ایک چھوٹی ٹرین ہے۔ طالبان نے اپنے دور اقتدار میں اس کو مکمل فعال کیا۔ جس کا ذکر میں ''طالبان نے افغانستان کو کیا دیا'' کے عنوان سے کر چکا ہوں۔

پلخمری جغرافیائی حیثیت سے بھی اہم جگہ ہے کیونکہ کابل سے مزار شریف یا کابل سے قندوز جانے کے لیے آپ کو پلخمری سے ضرور گزرنا پڑے گا۔ پلخمری میں ایک جدید ہسپتال ہے جو کہ ہر قسم کی ضروری مشینری سے لیس ہے۔ طالبان سے پہلے پلخمری جیسی اہم جگہ پر بھی شیعوں کے اسماعیلی فرقے کے سربراہ کے خلیفہ خاص منصور نادری کا قبضہ تھا اور پلخمری میں کمانڈر اس کا بیٹا سید نادری تھا۔

منصور نادری کا ہیڈ کوارٹر درہ کیان میں تھا جہاں اس نے اپنا محل اور پارلیمنٹ عقاب کی شکل میں بنا رکھا تھا اور وہیں پر مجوزہ اسماعیلی ریاست کا نقشہ بھی آویزاں تھا۔

درہ کیان:

غیر ملکی سازشوں کا پہلا مرکز بامیان اور دوسرا بڑا مرکز درہ کیان تھا۔ درہ کیان گزشتہ 800 برس سے اسماعیلی فرقے (آغا خانیوں کا مرکز تھا۔ یہ جماعت دراصل حسن بن صباح نے بنائی جس نے شمالی ایران کے کوہستانی علاقے قزوین میں الموت نامی پہاڑ کی چوٹی پر ایک ناقابل تسخیر قلعے کو اپنا مرکز بنایا تھا۔ اس قلعے کو آشیانہ عقاب کہا جاتا تھا۔

حسن بن صباح نے اپنے فدائیوں کے ذریعے پوری دنیا کو اتنا خوفزدہ کر رکھا تھا کہ بہت سی حکومتیں اسے خراج دیتی تھیں۔ اس کے جانشینوں نے مزید ڈیڑھ صدی تک اس سلسلے کو جاری رکھا۔ بالآخر ساتویں صدی ہجری میں ہلاکو خان کے ہاتھوں الموت نامی قلعہ تباہ ہوا اور باطنی گروہ کے لوگ بکھر گئے اور اس جماعت کے کچھ لوگ افغانستان کے درہ کیان میں آ کر آباد ہو گئے۔ رفتہ رفتہ یہ جگہ ان کا مرکز بن گئی۔ الموت کی یاد میں یہاں درہ کیان میں بھی جگہ جگہ عقاب کی تصاویر، مجسمے اور علامات نمایاں تھیں۔

کمانڈر منصور نادری یہاں کا سربراہ تھا۔ طالبان مخالف کمانڈروں کو امداد دینے میں پیش پیش تھا جو کہ اس ملعون کو اس کے غیر ملکی آقا نفاذ اسلام کی مقدس تحریک (تحریک طالبان) کو دبانے کے لیے دیتے۔ طالبان نے جب درہ کیان پر قبضہ کیا تو منصور نادری نے فرار ہونے میں ہی عافیت سمجھی۔ طالبان عمارتوں اور عقاب کی شکل والا محل دیکھ کر حیران رہ گئے یہ عقاب کی شکل والا محل پہاڑ کی چوٹی پر تھا۔ جہاں پہنچنے کے لیے ٹرین نما لفٹ بھی طالبان کے لیے ایک نئی چیز تھی۔

اسلحہ کے ذخائر:

طالبان کو بطور مال غنیمت درہ کیان سے اتنے اسلحہ کے ڈپو ملے کہ اتنے افغانستان کی فتح کے دوران اور کسی جگہ سے نہیں ملے، صرف ایک ڈپو کو 500 کارکن تین دن تک ٹرکوں کے ذریعے دوسری جگہ منتقل کرتے رہے اور اس طرح کے کئی ڈپو طالبان کے ہاتھ لگے۔

اسلامی شریعت میں تصویر سازی اور مجسمہ سازی حرام ہے۔ اس لیے عقاب کی شکل والا محل طالبان نے بارود سے تباہ کر دیا۔

موتر پنکچر شد:

میں اپنے ساتھی کمال شہید رحمہ اللہ کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا اور گاڑی تیزی کے ساتھ پلخمری نہر کراس کر رہی تھی۔ (اس لمبے سفر میں کمال شہید رحمہ اللہ جیسا ملنسار اور خوش اطوار ساتھی بھی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہ تھا) کہ اچانک ایک دھماکہ ہوا اور گاڑی ہچکولے

کھانے لگی اور ہماری بس نے جھول لیا اور رک گئی۔ میں تھوڑی دیر کے لیے پریشان ہو گیا کہ یہ کیا ہوا۔ اسی دوران ڈرائیور نے شیشہ نیچے اتار کر دیکھا تو اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

تھوڑی دیر میں بس کے تمام مسافر نیچے اتر گئے اور بس کے عملہ نے بڑی مستعدی سے ٹائر تبدیل کیا۔ ڈرائیور نے اپنی سیٹ سنبھالی اور ہماری بس تاشقر غان (خلم) کی جانب روانہ ہو گئی۔

تاشقر غان (خلم) کا قیام:

ہماری بس جو کہ جرمن مرسڈیز کمپنی کی بنی ہوئی تھی۔ پلخمری سے تیزی کے ساتھ مزار شریف کی طرف بڑھ رہی تھی۔ رات کے اڑھائی بجے ہم تاشقر غان پہنچ گئے۔ تاشقر غان کا پرانا نام خلم ہے اور مزار شریف اور اس کے قرب و جوار میں خلم کے نام سے ہی معروف ہے۔ خلم (تاشقر غان) کے لوگ راسخ العقیدہ مسلمان ہیں۔ زیادہ آبادی پختونوں پر مشتمل ہے۔

طالبان کو جب مئی 1997ء میں مزار شریف سے پسپائی اختیار کرنا پڑی تو تاشقر غان (خلم) کے لوگوں نے لٹے پٹے زخمی طالبان کو خلوص دل سے اپنے گھروں میں پناہ دی اور طالبان کی اس مصیبت کی گھڑی میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر مدد کی اور ان کے اس محبت بھرے کردار کو یاد نہ کرنا احسان فراموشی کے سوا کچھ نہیں۔

تاشقر غان کے ہی لوگ تھے جنہوں نے طالبان کو محفوظ مقام تک پہنچایا طالبان کے زخمیوں کا علاج کیا اور دشت حیراتان کے پیاسوں کو ممکن بھر مدد دی جس کے طالبان خود بھی معترف ہیں۔

تاشقر غان کے لوگوں کی طالبان کی مدد کرنے کی روداد حضرت مولانا مقصود احمد شہید رحمہ اللہ کی کتاب خاک وخون میں بڑی تفصیل سے پڑھ سکتے ہیں۔ ''خاک وخون'' کے مصنف مولانا مقصود احمد شہید رحمہ اللہ خود لال مسجد میں تحریک طالبات و طالبان کے دوران امریکی دلال جنرل پرویز مشرف کے ظلم کا شکار ہو کر اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر گئے۔

تاشقر غان (خلم) کے آخری کنارے پر پہنچ کر ہماری بس کے ڈرائیور نے گاڑی کو

ایک طرف روک دیا اور اعلان کیا کہ آگے ہزارہ جات کا علاقہ ہے۔ اس لیے ہم رات کو آگے نہیں جاسکتے۔ کیونکہ وہ گاڑیوں کو لوٹ لیتے ہیں۔

ایمان کے ڈاکو اور .... مال کے ڈاکو:

یہ جہاں ایمان کے ڈاکو ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مال کے بھی ڈاکو ہیں۔ تاشقرغان سے آگے ہزارہ جات کا علاقہ ہے۔ وہاں سے گزرنے والی ہر گاڑی کے مسلمان مسافر کو لوٹتے اور بعض اوقات قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ تاشقرغان سے مزار شریف صرف تیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، جو صرف 45 منٹ کا سفر ہے لیکن ان ایمان اور مال کے ڈاکوؤں کی وجہ سے رات اڑھائی بجے سے صبح ساڑھے چھے بجے تک ہمیں تاشقرغان میں ہی رکنا پڑا۔

شاہراہ حیراتان یا شاہراہ دوستی:

صبح ہم نے تاشقرغان میں ہی نماز فجر ادا کی اور ساڑھے چھے بجے کے قریب مزار شریف کی جانب روانہ ہو گئے۔ مزاشریف سے تھوڑا پہلے ایک سڑک نکلتی ہے جو کہ دشت (صحرا) سے ہوتی ہوئی حیراتان بندرگاہ تک جاتی ہے۔ اس شاہراہ کو شاہراہ حیراتان کہتے ہیں۔ لیکن وہاں کے عوام میں یہ شاہراہ دوستی کے نام سے معروف ہے۔ حیراتان بندرگاہ دریائے آمو پر واقع ہے۔ جہاں دریائے آمو پر ایک بڑا پل بنا ہے اس شاہراہ دوستی کے ذریعے افغانستان کو ازبکستان سے جوڑ دیا گیا اور اس دوستی پل کو روس نے قائم کیا تھا۔ اس پل کے دونوں طرف سڑک کے درمیان میں ریلوے ٹریک ہے۔ یہ پل افغانستان کی تجارت کا ایک بڑا ذریعہ ہے اور وسطی ریاستوں سے زیادہ تر مال اسی دوستی پل کے ذریعے افغانستان میں حیراتان بندرگاہ تک آتا ہے۔

دریائے آمو کے دوسری طرف ازبکستان کا معروف شہر ترمذ واقع ہے۔ جو کہ عظیم محدث اور حدیث مبارکہ کی بڑی کتاب جامع ترمذی کے مؤلف امام ترمذی رحمہ اللہ کا مولد و مسکن ہے۔

مزارشریف:

تقریباً ساڑھے سات بجے کے قریب ہم مزارشریف اڈے میں پہنچے بس سے اتر کر ہم نے ایک ہوٹل کی راہ لی، وہاں پر پہنچ کر ہم منہ ہاتھ دھو کر تازہ دم ہوئے۔ اتنے میں ہوٹل کا بیرا آیا، کمال شہید رحمہ اللہ نے اس کو ناشتہ لانے کا کہا۔ تھوڑی دیر میں وہ افغانی طرز کا ناشتہ لے کر آ گیا۔ ہم ناشتے سے فارغ ہو کر ہوٹل سے نکلے تو میری نظر اس وسیع وعریض رقبے پر پھیلے مزار پر پڑی جو اس مزارشریف شہر کی وجہ شہرت ہے۔ یہ مزار بھی روافض کی ایجاد ہے اور اس کو وہ منصوب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف کرتے ہیں کہ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ دفن ہیں۔ لیکن یہ تاریخی اعتبار سے غلط ہے کیونکہ کسی بھی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا افغانستان آنا ثابت نہیں۔ اسی پر میرے ساتھی کمال شہید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''جہاں عقل ہوگی وہاں صحابہ رضی اللہ عنہم دشمنی نہیں ہوگی اور جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم دشمنی ہوگی وہاں عقل نہیں گی''۔ اسی مزار کے احاطے میں مجاوروں نے قسمت کے تالے ایک بڑی دیگ کو لگا رکھے ہیں۔ جن کو جاہل لوگ آ کر کھینچ کر کھولتے ہیں۔ اگر تالہ کھل جائے تو لوگ خیال کرتے ہیں کہ ان کی قسمت کا تالہ کھل گیا یہ عقیدہ گمراہ کن ہے۔ کیونکہ اچھی بری تقدیر کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

چار بولک کی طرف:

ہم ہوٹل سے باہر نکلے تو مجھے کمال شہید رحمہ اللہ اس اڈے پر لے گیا جہاں سے گاڑیاں چار بولک کو جاتی تھیں۔ لیکن گاڑی روانہ ہونے میں دیر تھی اور ہمیں چار بولک جانے کی جلدی تھی۔ اس لیے کمال شہید رحمہ اللہ نے ایک ٹیکسی والے سے بات کی اور وہ دوسو افغانی میں چار بولک جانے پر تیار ہو گیا۔ ہم نو بجے کے قریب چار بولک کی طرف روانہ ہو گئے اور ڈیڑھ گھنٹہ کا سفر کرنے کے بعد ہم چار بولک پہنچ گئے۔

چار بولک مزارشریف سے شبرغان جانے والے روڈ پر واقع ہے۔ جب ہم چار بولک کی طرف جا رہے تھے۔ تو راستے میں ایک پرانی طرز کا قدیمی گیٹ آیا تو میں نے اپنے ساتھی کمال شہید رحمہ اللہ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا یہ گیٹ افغانستان کے مشہور

شہر بلخ کا ہے۔ جو بلخ کی حدود کے آغاز پر بنایا گیا ہے اور بلخ شہر یہاں سے تھوڑے فاصلے پر واقع ہے۔ جو کہ تاریخی روایات کا امین ہے۔

کماندان دلاور جان کے مہمان خانہ میں:

ٹیکسی ڈرائیور نے مجھے اور کمال شہید کو چار بولک کے ایک چوک میں اتار دیا۔ کمال شہید نے اس کو کرایہ ادا کرنے کے بعد میرے ساتھ گلیوں کا رخ کیا اور ایک دو گلیاں گھومنے کے بعد بعد ایک بڑی حویلی کے گیٹ پر رک گئے۔

کمال شہید نے گیٹ پر دستک دی تھوڑی دیر میں اندر سے ملازم باہر آیا۔ اس کے ساتھ کمال شہید نے حال احوال کرنے کے بعد کماندان دلاور جان کے متعلق دریافت کیا۔ تو ملازم نے بتایا کماندان دلاور جان اندر موجود ہیں۔ کمال شہید نے اسے بتایا ہم کماندان کو ملنا چاہتے ہیں تو ملازم مجھے اور کمال شہید کو لے کر حویلی کے اندر چلا گیا۔ جہاں اس نے ہمیں ایک مہمان خانے میں بیٹھا دیا اور خود کماندان دلاور کو اطلاع کرنے چلا گیا۔

کماندان دلاور جان:

کماندان دلاور جان کمال شہید کا پرانا دوست تھا۔ کمال شہید ؒ شبرغان کا رہائشی تھا اور کماندان دلاور جان بھی اس کے مضافات میں رہائش پذیر تھا۔ ان دونوں دوستوں کا کافی وقت اکٹھے گزرا تھا۔ لیکن دونوں میں ایک بڑا اور واضح فرق تھا۔ جس نے دونوں کو الگ الگ کر دیا اور دونوں کی زندگیوں کے رخ الگ الگ ہو گئے۔ کماندان دلاور جان جاہ پرستی، دولت شہرت کا دلدادہ تھا جس کی وجہ سے دلاور جان کی قربت شمالی اتحاد کے کمانڈروں سے تھی۔ اس کے علاوہ وہ روپیہ کمانے کے لیے افیون اور چرس کا کاروبار بھی کرتا تھا۔ لیکن کمال شہید دین سے بے پناہ محبت کرنے والا نوجوان تھا۔ جس کا دل امت مسلمہ کی زبوں حالی پر کڑھتا تھا۔ اسی وجہ سے کمال شہید اسلام کے سچے محافظین تحریک اسلامی طالبان میں شامل ہو گیا۔ لیکن کماندان دلاور جان نے ضرورت پڑنے پر کبھی بھی مایوس نہیں کیا۔ یہ کماندان دلاور ہی تھا۔ جس نے 2001ء میں صلیبی حملے کے بعد طالبان کے مایہ ناز کمانڈروں ملّا داداللہ

شہید ؒ، ملاّ عبدالمنان حنفی اور ملاّ برادر کو محفوظ پناہ دی اور ان کو محفوظ طریقے سے قندھار پہنچانے کا کارنامہ سرانجام دیا تھا۔

ملاّ بردار جو اس وقت افغانستان میں امیر المومنین کی طرف سے جنگی امور کے نگران ہیں انہوں نے جب کمال شہید کی تشکیل عبدالرشید دوستم کو نشانہ بنانے کے لیے کی تو کمال شہید نے کماندان دلاور جان سے رابطہ کیا۔ جس نے طالبان مجاہدین کو پناہ دینے اور اس کارروائی کے لیے بھر پور تعاون کرنے کی یقین دہانی کروائی اور اس سلسلے میں کماندان دلاور جان نے اپنے کمانڈر استاد عطاء سے بھی بات کی جو کہ اپنی نسلی مخاصمت کی وجہ سے عبدالرشید دوستم کے خلاف تھا۔ کمال شہید نے اس (عطاء محمد) کو بھی استعمال کرنے کی ترتیب بنائی۔

حاجی محمد کے ڈیرے پر:

میں اور کمال شہید کماندان دلاور جان کے مہمان خانے میں بیٹھے تھے کہ اسی اثناء میں ایک درمیانے قد مضبوط جسم اور سانولے رنگ کا تقریباً 40 سالہ شخص مہمان خانہ میں داخل ہوا اور بڑے پرتپاک انداز میں کمال شہید سے ملا۔

کمال شہید نے اس کا مجھ سے بطور کماندان دلاور جان کے تعارف کروایا۔ کمال شہید نے اس کو مکمل صورت حال سے آگاہ کیا اور بتایا کارروائی کا تمام سامان ہم لے آئے ہیں اور کارروائی کرنے کے لیے ہماری تیاری مکمل ہے۔

کماندان دلاور جان نے آمدورفت کے لیے اپنی گاڑی اور ایک موٹر سائیکل دی کماندان دلاور جان نے وائرلیس پر رابطہ کرنے کے بعد کمال شہید کو بتایا کہ کل آپ کی ملاقات استاد عطاء محمد سے بھی ہو جائے گی۔ اس کے بعد کماندان دلاور جان میری طرف متوجہ ہوا اور کمال شہید سے پوچھا یہ کون ہیں تو کمال شہید نے صرف اتنا کہا کہ یہ ہمارا مجاہد ساتھی ہے اور اس کارروائی میں معاونت کے لیے آیا ہے اور اس کو آپ کے پاس ہی رہنا ہے۔

جس پر کماندان دلاور جان نے کہا یہاں لوگوں کی آمدورفت زیادہ ہے جس کی وجہ سے اس کا یہاں رہنا مناسب نہیں میں اس کو اپنے بااعتماد ساتھی حاجی محمد کے ڈیرے پر چھوڑ آتا

ہوں جہاں یہ محفوظ بھی رہے گا اور حاجی محمد اس کا خیال بھی رکھے گا عصر کے بعد کماندان دلاور جان کا ڈرائیور گاڑی لے آیا۔

کماندان دلاور جان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ کمال شہید رحمہ اللہ اور میں گاڑی میں سوار ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں ہم حاجی محمد کے ڈیرے پر پہنچ گئے جو کہ حاجی محمد نے اپنے زرعی فارم کے درمیان میں بنایا ہوا تھا۔ کماندان دلاور جان نے حاجی محمد کے ساتھ میرا تعارف کروایا اور کہا یہ ہمارا خاص آدمی ہے۔ اس کا خاص خیال رکھنا اور اس کو تکلیف نہیں ہونی چاہئے اور یہ چند روز تک آپ کا مہمان رہے گا۔ اس کے بعد کماندان دلاور جان اور کمال شہید رحمہ اللہ واپس چلے گئے۔

حاجی محمد نے مجھے ایک کمرہ دکھایا اور کہا آپ یہاں رہیں گے۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو ہمیں بتانا صبح شام میرا بیٹا آپ کو کھانا چائے دے جایا کرے گا اور یہ قریب قریب میری زمینیں ہیں۔ آپ وہاں جائیں آپ کو کوئی روک ٹوک نہیں ہو گی۔

کمال شہید اور استاد عطاء:

اگلے روز عصر کی نماز کی ادائیگی کے بعد میں حاجی محمد کے زرعی فارم میں چہل قدمی کر رہا تھا کہ کمال شہید موٹر سائیکل پر سوار حاجی محمد کے ڈیرہ پر پہنچ گئے۔ انہوں نے مجھے بتایا آج میری ملاقات کماندان دلاور جان کے ذریعے شمالی اتحاد کے مشہور کمانڈر اور مزار شریف کے گورنر استاد عطاء سے ہوئی ہے۔

استاد عطاء نے بھرپور تعاون کی یقین دہانی کروائی ہے اور عطاء نے اس کا وعدہ کیا ہے کہ وہ عبدالرشید دوستم کی معلومات آپ کو فراہم کرے گا۔ میں نے فوراً کمال شہید سے یہ سوال کیا کہ آپ استاد عطاء پر کیسے یقین کر سکتے ہیں کہ وہ آپ کو درست اور صحیح وقت پر معلومات فراہم کرے گا۔ کیونکہ وہ دوستم کے ساتھ ساتھ طالبان کا بھی دشمن ہے۔ کمال شہید نے اس کا بڑا مناسب اور معقول جواب دیا کہ استاد عطاء تاجک ہے اور عبدالرشید دوستم ازبک ہے۔ اس لیے دونوں کے درمیان نسلی مخاصمت موجود ہے۔

دوسرا استاد عطاء کا تعلق احمد شاہ مسعود گروپ سے ہے اور اس وقت استاد عطاء کا قبضہ مزار شریف پر ہے اور گورنر کے عہدہ پر فائز ہے اور عبدالرشید دوستم خود مختار خونخوار کمانڈر رہے اور دوستم مزار پر قبضہ اپنا حق سمجھتا ہے۔ اس لیے استاد عطاء دوستم کو خطرہ سمجھتا ہے اور اس کا کانٹا درمیان میں سے نکلوانا چاہتا ہے۔ تیسری بات یہ کہ استاد عطاء طالبان کا دشمن ہے اور اس وقت تعاون کیوں کر رہا ہے۔ اس کا واضح جواب ہے کہ اس وقت مزار شریف کی حد تک استاد عطاء کو طالبان سے کوئی خطرہ نہیں۔ جس طرح ہم دوستم کے خلاف کارروائی کے لیے استاد عطاء کی حمایت حاصل کیے ہوئے ہیں اسی طرح استاد عطاء بھی دشمن کا دشمن دوست سمجھ کر ہم سے ہاتھ ملا چکا ہے۔ اس لیے امید کی جا سکتی ہے کہ استاد عطاء درست معلومات فراہم کرے گا۔ مغرب کی نماز کا وقت ہو رہا تھا ہم نے مغرب کی نماز ادا کی اور بھائی کمال شہید نے کہا میں واپس جاتا ہوں اور آپ کل صبح کوئی محفوظ جگہ تلاش کرنا تاکہ سامان وہاں ڈیمپ کر دیں۔ اگلے روز میں صبح کی نماز ادا کرنے بعد بیٹھا ہوا تھا کہ حاجی محمد کا بیٹا ناشتہ لے کر آ گیا۔ میں نے ناشتہ کیا جب حاجی محمد کا بیٹا خالی برتن لے کر واپس چلا گیا تو اس کے بعد میں حاجی محمد کے زرعی فارم پر چہل قدمی کرنے لگا اور مناسب جگہ تلاش کرنے لگا کیونکہ سامان وصول کرنے کے بعد ہم نے ادھر ہی ڈیمپ کرنا تھا۔

قارئین کو بتاتا چلوں کہ یہ سامان ہمارے مزار شریف آنے کے بعد ملاّ عبدالشکور نے سمگلروں کے ذریعے مزار شریف بھیجا تھا جو کہ کارروائی میں استعمال ہونا تھا۔ جس میں سیٹلائٹ فون، اینٹی ٹینک مائن، ریموٹ کنٹرول و ڈیٹونیٹر پریما کارڈ وغیرہ شامل تھے۔

اگلے دن ظہر کی نماز سے کچھ دیر پہلے کمال شہید آ گئے۔ چنانچہ ہم دونوں سمگلروں سے متذکرہ سامان وصول کرنے کے لیے مزار شریف کے مضافات کی طرف روانہ ہو گئے۔ مزار شریف کے مضافات میں پہنچ کر کمال شہید نے سمگلروں کے بتائے ہوئے ٹھکانے کی طرف گاڑی موڑ دی۔ تھوڑی دیر کچے راستے پر کمال نے گاڑی دوڑانے کے بعد ایک قلعہ نما حویلی کے باہر گاڑی روک دی۔ گاڑی کی آواز سن کر ایک بندہ باہر آیا۔ کمال شہید نے اسے اپنے

سامان کے متعلق پوچھا۔ وہ انہی قدموں سے واپس حویلی میں گیا۔تھوڑی دیر میں وہ شخص واپس آیا تو اس کے ساتھ دو آدمی اور تھے۔جنہوں نے سامان اٹھایا ہوا تھا۔کمال شہید نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے اسے سامان گاڑی میں رکھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے آگے بڑھ کر فوراً سامان کی گنتی مکمل کی۔کمال شہید نے گاڑی اسٹارٹ کرنے کے بعد واپس گھما دی اورتقریباً گیارہ بجے کے قریب ہم واپس حاجی محمد کے ڈیرہ پر پہنچ گئے۔

مزارشبرغان روڈ کی ریکی:

سامان ہم نے حاجی محمد کے زرعی فارم میں ایک جگہ پر محفوظ کر دیا۔ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد ہم مزارشریف شبرغان روڈ کی ریکی کے لیے نکل گئے تا کہ اس جگہ کا انتخاب کیا جا سکے جہاں مائن نصب کیا جا سکے۔

کمال شہید نے مجھے کہا کہ جگہ کا انتخاب تم نے کرنا ہے لیکن یہ خیال رہے کہ جگہ کا انتخاب بلخ ولسوالی کے گیٹ سے چار بولک کے درمیان میں کرنا ہے کیونکہ یہ علاقہ ہماری رینج میں ہے۔ میں اپنے ساتھی کمال شہید کے ساتھ روڈ کا جائزہ لے رہا تھا یہ روڈ شاندار پختہ تعمیر کیا ہوا تھا۔ اس کو کہیں سے بھی کاٹ کر مائن نصب کرنا نقصان دہ ہوسکتا تھا۔ جس سے کارروائی کے ناکام ہونے کا خطرہ تھا اور یہ علاقہ میدانی تھا اس لیے نہ تو اس روڈ میں موڑ تھا اور نہ ہی یہ کہیں سے تنگ ہو کر گزرتا تھا۔ ہم چار بولک سے کافی دور نکل آئے تھے ابھی تک کوئی جگہ مائن نصب کرنے کے لیے منتخب نہیں ہو رہی تھی کہ اچانک میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی کہ کیوں نہ ایک جگہ سے روڈ کاٹ کر مائن نصب کیا جائے۔ چنانچہ میں نے ایک جگہ کا انتخاب کیا اور ہم واپس چل دیئے۔

مائن کی تنصیب:

جب ہم روڈ کی ریکی اور جگہ کا انتخاب کر کے واپس آئے تو کمال شہید نے کہا ہمیں جلدی جلدی اب مائن نصب کر لینے چاہئیں۔ کیونکہ استاد عطاء کی طرف سے کسی بھی وقت

دوستم کی آمد کی اطلاع آ سکتی ہے۔اس کے ساتھ ہی کمال شہید نے یہ بھی بتایا کہ مزار شریف شبرغان روڈ عصر کے بعد بند ہو جاتا ہے۔ جو ٹریفک جہاں ہو وہیں رک جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے بعد روڈ پر ڈاکو راج ہوتا ہے جو شمالی اتحاد کے کمانڈروں کا پیٹ بھرنے کے لیے بے گناہ لوگوں کو لوٹتے ہیں اور معمولی مزاحمت پر قتل بھی کرنے سے نہیں چوکتے۔

میں نے کہا تو پھر ٹھیک ہے۔ ہم رات بارہ بجے کے بعد مائن نصب کرنے کے لیے جائیں گے، کیونکہ اس وقت تقریباً ڈاکو بھی کسی مسافروین کے آنے سے ناامید ہو چکے ہوتے ہیں۔اس لیے ہم بغیر کسی خطرے کے مائن نصب کر لیں گے۔

میں نے عصر کی نماز کے بعد ہی مائن کے ساتھ الیکٹرک سسٹم اور ریموٹ کنٹرول جوڑ لیے، ہم رات گئے مائن نصب کرنے کے لیے روانہ ہو گئے۔ ہم نے اپنے مطلوبہ مقام پر پہنچ کر گاڑی کھڑی کی اور اس کا بونٹ کھول دیا تا کہ معلوم ہو کہ گاڑی خراب ہو گئی ہے اس کو ٹھیک کر رہے ہیں۔ میں نے گاڑی کے نیچے سے سڑک کا تارکول والا حصہ الیکٹرک کٹر کے ذریعہ کاٹا اور اکھاڑ کر ایک طرف رکھ لیا اس کے بعد مطلوبہ جگہ کو کھود کر اتنی جگہ بنائی جس میں مائن آسانی سے فٹ ہو جائے جگہ کی کھودائی کے بعد کمال شہید نے گاڑی سے مائن نکالا اور میں نے الیکٹرانک سسٹم سمیت محفوظ طریقے سے اسے گڑھے میں رکھا۔ اس کے بعد اس پر تھوڑی سی مٹی ڈالی اور پھر تارکول والا سڑک کا حصہ اس پر رکھا اور اسے گیس سلنڈر کے ساتھ گرم کر کے باقی سڑک کے برابر کر دیا، جس سے کھودائی کا نشان مٹ گیا۔

ہم نے اس جگہ پر مائن نصب کرنے کے بعد مزار سے شبرغان جانے والی سائیڈ پر بھی ایک مائن نصب کر کے جگہ برابر کر دی۔ اس کے بعد ہم رات تقریباً ڈیڑھ بجے واپس حاجی محمد کے ڈیرہ پر آ گئے۔

استاد عطاء کا دھوکہ:

مائن نصب کیے آج پندرہ روز گزر چکے تھے۔ ہمیں استاد عطاء کی جانب سے دوستم کی آمدورفت کی کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی تھی، جس کی وجہ سے میں پریشان تھا اور میں نے

اپنی اس پریشانی کا اظہار اپنے ساتھی کمال شہید سے بھی کیا۔لیکن کمال شہید نے مزید انتظار کرنے کا کہا۔ہم روڈ کی خودنگرانی نہیں کر سکتے تھے اور اگر اچانک دوستم کے کانوائے سے ہمارا ٹاکرا ہو جائے تو ہم کارروائی نہیں کر سکتے تھے کہ پتا نہیں دوستم کس گاڑی میں سوار ہے اور اگر ہم کارروائی کربھی دیں تو ان اچانک حالات میں محفوظ جگہ منتقل ہونا نہایت مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی تھا۔بیس روز انتظار کرنے کے دوران میں نے نصب شدہ مائن کے بیٹری سیل تین بار تبدیل کیے تا کہ کسی بھی وقت کارروائی کریں تو کارروائی ناکام نہ ہو۔

مائن نصب کیے جب اکیسویں دن کا سورج طلوع ہوا تو کمال شہید ایک ضروری کام سے مزار شریف گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دوستم تو اپنے محافظوں سمیت مزار آیا ہوا ہے اور جب دوستم ہوٹل سے باہر نکلا تو دوستم کا کمال شہید سے آمنا سامنا بھی ہوا۔کمال شہید نے واپس آ کر یہ تمام صورت حال کماندان دلاور جان کو بتائی، اگلے دن کماندان دلاور جان نے استاد عطاء سے اس سلسلے میں ملاقات کی تو وہ حیلے بہانے کرنے لگا کہ ابھی حالات مناسب نہیں جس کی وجہ سے دوستم پر ابھی کارروائی نہ کی جائے۔

لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ سارا دھوکہ استاد عطاء نے اپنے مفادات حاصل کرنے کے لیے دیا جو کہ استاد عطاء دوستم کے ذریعے کرزئی سے حاصل کرنا چاہتا تھا۔

کمال شہید کی نصیحت:

استاد عطاء کے دھوکہ دینے کے بعد کمال شہید جو کہ اخلاص کا پیکر تھا، کہنے لگا میں نے زندگی میں پہلی بار شمالی اتحاد کے ایک کمانڈر پر اعتماد کیا تھا لیکن اس نے بھی آج مجھے دھوکہ دیا ''آج میں تمام مجاہدین کو نصیحت اور وصیت کرتا ہوں کہ وہ ہر کارروائی کے لیے جہاں بہت ساری محنت کرتے ہیں، وہاں خفیہ معلومات کے حصول سمیت مکمل کارروائی کو خود ڈیل کریں اور کسی قسم کا کسی پر اعتماد مت کریں، انشاء اللہ اس میں سو فیصد کامیابی ہوگی۔''

شہیدی حملے کا فیصلہ:

اتنا بڑا دھوکہ ہو جانے کے بعد بھی ہماری استقامت میں فرق نہ آیا اور ہم نے دشمن کے

علاقہ میں دشمن پر بھرپور کارروائی کا عزم پھر دہرایا اور افغانستان میں حضرت امیر المومنین کی طرف سے جنگی امور کے نگران ملاّ برادر سے مشورہ کرنے کے بعد دوستم پر شہیدی حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ہم نے اپنی خفیہ اور محفوظ جگہ بھی تبدیل کی اور دوستم کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگے۔ چند روز میں ہم یہ معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ دوستم مزار شریف میں ہونے والے جشن نور روز میں لازمی شریک ہو گا۔ ہم نے دوستم پر جشن نور روز میں حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

فدائی کی آمد:

تیسرے دن ملاّ برادر نے پیغام بھیجا کہ شہیدی حملے کے لیے میں نے ایک مجاہد کو روانہ کیا ہے اور اس کی مخصوص نشانی بھی بتائی اور ملاّ برادر نے کہا آپ اس کو مزار شریف اڈے سے وصول کر لیں۔ اگلے روز صبح سات بجے کمال شہید مزار شریف اڈے پر پہنچے اور کابل سے آنے والی 303 مرسڈیز بس کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر میں بس پہنچ گئی تو اس بس سے ملاّ برادر کی بتائی ہوئی نشانی والا مجاہد اترا۔ کمال شہید اس کو لے کر واپس پہنچ گئے۔

جشن نو روز اور دوستم کا انتظار:

جشن نور روز مجوسیوں کا شعار تھا۔ جو کہ آج بھی ایران اور افغانستان کے شمالی علاقوں میں خوب دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ جشن نو روز کا انعقاد موسم بہار کی آمد پر ہوتا ہے۔ اسی جشن نو روز کے سلسلے میں جنبش ملی اسلامی نے ایک جلسہ کا انعقاد مزار شریف شہر میں کیا تھا۔ جس کا صدارتی خطاب عبدالرشید دوستم کو کرنا تھا۔ کمال شہید نے بڑی عقلمندی اور مہارت کے ساتھ جنبش ملی اسلامی کے ایک ذمہ دار کے ہمراہ عثمان (متذکرہ فدائی) کو اس جگہ تک پہنچا دیا جہاں دوستم نے بیٹھنا تھا۔

2006ء میں ہونے والے اس جلسہ میں عثمان شہیدی حملہ کرنے کے لیے سارا دن سٹیج پر بیٹھا رہا اور دوستم کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن 2005ء میں عیدالاضحیٰ کے موقع پر ہونے والے فدائی حملہ کی وجہ سے دوستم محتاط تھا۔ اس لیے دوستم نے عصر کے قریب پیغام بھیجا۔ جس میں

دوستم نے بتایا کہ وہ اس جلسہ میں کسی اہم کام میں مصروفیت کی وجہ سے شریک نہیں ہوسکتا چنانچہ دوستم کا تحریری پیغام پڑھ کر سنا دیا گیا۔

اس اعلان کے بعد عثمان بڑی احتیاط کے ساتھ بارودی جیکٹ پہنے نیچے اترا اور اس کا چہرہ نورِ ایمان سے چمک رہا تھا۔ میں اور کمال شہید نے آگے بڑھ کر عثمان کا استقبال کیا۔ ہم گاڑی میں بیٹھ کر واپس آ گئے اور یوں تقدیر تدبیر پر غالب آ گئی اور دوستم ایک بار پھر بچ نکلا اور قدرت نے اس کی رسی دراز کر دی۔

عثمان شہید رحمہ اللہ:

درمیانہ قد، گوری رنگت ہنستے مسکراتے چہرے والا نوجوان جو کہ ہر وقت لہلاتے شہادت کا متلاشی رہتا تھا۔ مجاہدین کے حلقے میں عثمان اور ابو ہریرہ کے نام سے معروف تھا۔ عثمان شہید کا اصل نام نصر اللہ تھا، پنجاب کے ضلع حافظ آباد کا رہائشی تھا۔ عثمان شہید نے ابتدائی تعلیم حافظ آباد سے ہی حاصل کی۔ اس کے بعد عثمان شہید اپنے کاروبار میں مصروف ہو گیا۔ لیکن جلد ہی اللہ تعالیٰ نے عثمان شہید کو اپنے دین متین کی سرفرازی کے لیے منتخب کر لیا اور عثمان شہید اپنی کشمیری ماؤں بہنوں کے تحفظ کے لیے کشمیر جا پہنچا اور ایک عرصہ تک انڈین آرمی کو ناکوں چنے چبواتا رہا پھر کشمیر سے واپسی پر بھی عثمان شہید آرام سے گھر نہیں بیٹھا بلکہ مجاہدین کی خدمت میں مصروف ہو گیا۔

9/11 کے بعد جب جہاد دہشت گردی اور مجاہد دہشت گرد قرار پائے اور امریکی کمان میں عالمی کفر نے امارت اسلامیہ افغانستان پر حملہ کر دیا تو عثمان شہید ایک بار پھر محاذ جنگ پر جا پہنچا اور طالبان کے ساتھ مل کر عالمی کفریہ اتحاد پر آگے بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگا تاکہ امت مسلمہ کو اس کا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل ہو جائے اس جدوجہد میں عثمان شہید ہر وقت مصروف نظر آنے لگا اور اسی جدوجہد میں اس نے اپنی جان بھی قربان کر دی۔

صوبہ ہلمند کے ضلع گرم سیر کے محاذ ہزار جفت کے عمومی امیر ملاّ محمد نعیم تھے اور پاکستانی مورچوں کے امیر عثمان شہید تھے۔ ہزار جفت دریائے ہلمند کے کنارے واقع ہے اس وجہ

سے جنگ زدہ علاقہ میدانی تھا اور میدانی علاقے میں جنگ نہایت مشکل ہوتی ہے اور جب سامنے بھاری توپ خانہ اور اوپر فضاء میں ہیلی کاپٹر گردش کر رہے ہوں اور ضرورت پر B-52 بمبار طیارے بھی پہنچ جاتے ہوں تو مشکلات اور بڑھ جاتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود مجاہدین نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور بہت سے امریکیوں کو جہنم رسید کیا اور بہت سارے زخمی حالت میں نشان عبرت بن کر اپنے ملک سدھار گئے لیکن بہت سارے عرب افغانی اور پاکستانی مجاہدین نے بھی جام شہادت نوش فرمایا۔ جن میں عثمان شہید کا نام نمایاں ہے۔ عثمان شہید کافی عرصہ محاذ جنگ پر رہے اس کے بعد مجاہدین کے چند ضروری امور نمٹانے کے لیے پاکستان تشریف لے گئے۔

دسمبر 2007ء میں دوبارہ محاذ جنگ پر واپس آئے۔ ان ایّام میں دشمن روزانہ بمباری کرتا تھا۔ عثمان شہید کو محاذ پر واپس آئے ابھی پانچ چھ روز ہی ہوئے تھے کہ ایک رات امریکی طیاروں نے بہت بمباری کی لیکن جب صبح کو سکون ہوا تو عثمان شہید دوپہر کا کھانا کھانے اور ساتھیوں سے مشورہ کرنے کے لیے قرارگاہ تشریف لے گئے کہ اسی دوران طیارے فضاء میں منڈلانے لگے۔ تھوڑی دیر میں طیاروں نے دوبارہ بمباری شروع کر دی۔

طیاروں نے نہایت وزنی بم گرائے جو عثمان شہید کی قرارگاہ پر لگے۔ جس سے قرارگاہ مکمل طور پر تباہ ہوگئی اور ایک میدان کا منظر پیش کرنے لگی۔ چار ساتھی اسی مٹی میں گم ہو گئے جن میں عثمان شہید بھی شامل تھے۔ نہ ہی ان کی لاش ملی اور نہ ہی ان کا جنازہ ہوا۔ یوں عثمان شہید 17 دسمبر 2007ء کو

چن چن کے میرے ٹکڑے پوری لاش کر سکے نا
کوئی تلاش کرنا چاہئے تو تلاش کر سکے نا

کہتے ہوئے اپنے رب سے کیا ہوا وعدہ پورا کر گئے اور اپنے خون سے باوضو ہو کر اپنے رب کے حضور پہنچ گئے۔

میں کٹوں کچھ اس طرح سے کہ ہر عضو میرا بکھر جائے
نہ کفن کوئی مجھے دے نہ جنازہ کوئی پڑھائے

قندھار واپسی:

جشن نوروز کے جلسہ میں جب دوستم نہ آیا تو کمال شہید نے ملاّ برادر سے دوبارہ رابطہ کیا تو انہوں نے کہا آپ سب واپس آ جاؤ۔ ہم نے اپنا جنگی سامان ایک جگہ محفوظ طریقے سے دفن کیا اور اس کا نقشہ بنایا اور دوسرے روز مزار سے کابل اور کابل سے قندھار کا مسلسل سولہ گھنٹے سفر کرنے کے بعد میں عثمان اور کمال شہید قندھار پہنچ گئے۔

تذکرہ شہداء:

اب میں ان چند شہدا کا تذکرہ کرتا ہوں جن کا میرے ساتھ افغان جہاد کے دوران وقت گزرا اور وہ افغانستان کے تپتے صحراؤں، سلگتے ریگستانوں اور فلک بوس پہاڑوں میں دفاع اسلام کی جنگ لڑتے رہے اور افغانستان کی زمین ہی ان کا مدفن بنی اور افغانستان کی خاک ان شہداء کے چہروں کا غازہ۔

وہ لوگ جنہوں نے خون دے کر پھولوں کو رنگت بخشی ہے
دوچار سے دنیا واقف ہے گمنام نجانے کتنے ہیں

ملاّ عبدالشکور شہید رحمہ اللہ:

ملاّ عبدالحکیم شہید رحمہ اللہ کے مایہ ناز شاگرد باعمل عالم دین دراز قد، خوبصورت اور خوب سیرت ہر دلعزیز کمانڈر ملاّ عبدالشکور شہید رحمہ اللہ کی راقم سے 1998ء میں تخار کے محاذ پر ملاقات ہوئی۔ جس وقت وہ طالبان کے مایہ ناز کمانڈر ملاّ برادر کے نائب تھے۔ میں ان کی کمان میں شمالی اتحاد کے خلاف مصروف جہاد رہا اور ان سے اچھی خاصی دوستی ہوگئی اور یہ دوستی کا سلسلہ ان کی شہادت تک قائم رہا۔

جب صلیبی افواج نے امارت اسلامیہ پر حملہ کیا تو امریکی فوج قندوز میں محصور ملاّ عبدالشکور کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ ملاّ عبدالشکور پہلے شبرغان کے عقوبت خانے میں محصور رہے۔ اس کے بعد ان کو بدنام زمانہ گوانتانا موبے کی جیل میں پہنچا دیا گیا۔

گوانتاناموبے سے ملاّ عبدالشکور شہید 2003ء میں رہا ہوکر آئے۔لیکن محاذ جنگ کی مشکلات سے لے کر اسارت کے بھیانک تشدد تک کوئی چیز ملاّ عبدالشکور شہید کو جہاد فی سبیل اللہ سے نہ روک سکی۔ واپس آ کر انہوں نے دوبارہ جہاد شروع کر دیا اور بڑھ چڑھ کر صلیبی اتحادی افواج پر حملے کرنے والوں کی قیادت کرنے لگے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے۔

''جہاد مشکل ہے لیکن کسی صورت چھوڑ نہیں سکتے کیونکہ اللہ کا حکم ہے۔''

ان کا آبائی تعلق ضلع خاکریز کی بستی چنار صوبہ قندھار سے تھا جہاں کے سرکردہ افراد میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ میں نے 2004ء سے لے کر 2006ء تک ملاّ عبدالشکور شہید کے ساتھ مل کر صلیبی افواج کے خلاف کئی معرکے لڑے جن میں سے چند کا تذکرہ اس کتاب میں پہلے گزر چکا ہے۔لیکن 2008ء میں قندھار شہر کی سب سے بڑی جیل توڑ کر اسیر طالبان کو رہا کروانے والوں میں ملاّ عبدالشکور کا اہم کردار تھا۔جیل توڑنے کے بعد طالبان مجاہدین نے ارغنداب شہر پر قبضہ کیا۔ جہاں امریکی افواج سے کئی معرکے ہوئے مگر امریکیوں کو منہ کی کھانا پڑی تو امریکی بمبار طیاروں نے شہر پر بمباری کر دی اس بمباری میں ملاّ عبدالشکور شہید ہو گئے اور اپنے رب کے حضور سرخرو ہو گئے۔شہادت کے وقت ان کی عمر تقریباً 40 سال کے لگ بھگ تھی۔

خالد شہید رحمہ اللہ:

کمزور جسم اور ایک ہاتھ سے معذور محاذوں پر وائرلیس سیٹ پکڑے رابطہ میں مصروف سانولے رنگ کا نوجوان مجاہدین کے حلقہ میں خالد کے ٹو کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ ان کا اصل نام عبدالعزیز تھا آبائی علاقہ بہاولپور کی تحصیل حاصل پور کا گاؤں جمال پور تھا۔ جہاں خالد شہید ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے۔

خالد شہید کو تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا لیکن حالات نے انہیں مڈل سے آگے نہ بڑھنے دیا تو ٹریکٹروں کی ورکشاپ میں کام کرنے لگے۔مگر قدرت تو اس انمول موتی کا انتخاب دین متین کی سربلندی کے لیے کر چکی تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے خالد شہید کو جہاد فی سبیل اللہ

سے وابستہ کر دیا اور یوں وہ کچھ عرصے کے بعد کشمیر میں ہونے والے ظلم کا حساب چکانے اور کشمیری ماؤں کا تحفظ کرنے کے لیے وادی کشمیر میں لانچ ہو گئے اور عرصہ دو سال تک ہندو بنیے کو تگنی کا ناچ نچاتے رہے اور غزوۂ ہند کا مصداق بنے پھر غازی بن کر پاکستان لوٹ آئے۔ اس کے بعد جہاد افغانستان میں طالبان کے ہمراہ شریک جہاد رہے اور 1998ء میں ایک توپ چلاتے ہوئے قلعہ مراد بیگ میں زخمی ہوئے جس سے خالد شہید کا ایک ہاتھ شہید ہو گیا۔

2000ء میں کشمیری مجاہدین سے پاکستانی مجاہدین رابطہ کرنے میں دشواری کی شکایت کی گئی تو خالد شہید نے اٹھمقام میں ایک نہایت بلند پہاڑ پر رابطہ پوائنٹ بنا کر اندر والے ساتھیوں کو رابطہ کرنے میں سہولت پیدا کر دی اور خالد شہید نے اس رابطہ پوائنٹ کا نام ''کے ٹو'' رکھا اور یہ کے ٹو ہی خالد شہید کی پہچان بن گیا اور خالد شہید کے ٹو کے نام سے مشہور ہو گئے۔ جب صلیبی افواج نے امارت اسلامیہ پر شب خون مارا تو طالبان کے ہمراہ امریکی افواج کے خلاف بھرپور کارروائیاں کرنے لگے اور الیکٹرونکس کے میدان میں کئی ایک نئی ایجادات کر کے اس جنگ میں مجاہدین کے لیے سہولت پیدا کر دی جس سے امریکی افواج سخت گھبرا گئیں اور انہیں افغانستان میں اپنا مستقبل تاریک ہوتا نظر آنے لگا۔ ان خدمات پر طالبان کی اعلیٰ قیادت نے بھی خالد شہید رحمہ اللہ کو خراج تحسین پیش کیا۔

خالد شہید رحمہ اللہ کی شہادت سے ایک سال قبل خالد شہید رحمہ اللہ کے آٹھ قریبی ساتھی گرفتار ہو گئے اور خالد شہید تن تنہا رہ گئے لیکن وہ پھر بھی جہاد سے وابستہ رہے اور افغانستان کے صوبہ ہلمند کے سرحدی شہر برامچہ میں داد شجاعت دینے لگے۔ اس وقت خالد شہید رحمہ اللہ کی قیادت میں عرب، پشتون پاکستانی اور ایرانی مجاہدین جہاد کر رہے تھے۔ برامچہ میں بھی مجاہدین اور عوام کو رابطہ کرنے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔ خالد شہید وائرلیس کی نیٹ ورکنگ کو بہترین طریقے سے جانتے تھے۔ انہوں نے برامچہ شہر سے خانشین تک چھوٹی سی بستی تک وائرلیس کا بہترین نظام قائم کیا۔ جس سے طالبان اور مقامی آبادی کے لوگ بہت خوش ہوئے۔

طالبان اکثر سیٹلائٹ فون سے آپس میں رابطہ کرتے تھے جو بہت خطرناک اور مہنگا تھا اب سارے برامچہ میں مخابرہ استعمال ہوتا ہے۔ خالد شہید کی شہادت کا قصہ اس معرکہ میں شریک ایک مجاہد نے مجھے یوں بتایا۔ 4 جون 2008ء کو خالد شہید الیاس پردیسی شہید کے معسکر میں تھے۔ 5 جون کی صبح برامچہ کی ''اللہ اکبر پہاڑی'' پر امریکی ہیلی کاپٹر اترنے لگے تو وہاں طالبان کے عمومی امیر نے حکم دیا ہیلی کاپٹر کو نشانہ بنانے کے لیے میزائل فائر کرو۔

خالد شہید کے پاس اس وقت چار مزائل تھے۔ انہوں نے دو میزائل اپنے ساتھی محمد اور طیب کو دیئے اور دو خود لے کر بھائی بلال کے ساتھ میدان کی طرف چلے گئے۔ میدان میں پہنچ کر خالد شہید نے پوزیشن بنائی تو اتنی دیر میں محمد اور طیب بھی فائرنگ پوزیشن سنبھال چکے تھے۔ پہلے محمد اور طیب نے میزائل چلائے جو ''اللہ اکبر پہاڑی'' کے اوپر سے گزر گئے۔ میزائل فائر ہوتے ہی ہیلی کاپٹر حرکت میں آئے تو محمد اور طیب دونوں بھاگ کر ایک مکان میں چھپ گئے۔ اسی دوران خالد شہید اور بھائی بلال نے میزائل فائر کر دیئے۔

ہیلی کاپٹر نے ان کی جانب رخ کیا تو یہ معسکر کی جانب نکلے تو گن شپ ہیلی کاپٹر نے ان پر فائرنگ کر دی۔ لیکن یہ باحفاظت معسکر پہنچ گئے۔ ہیلی کاپٹر کافی دیر شیلنگ کرنے کے بعد واپس چلے گئے۔ تو جیٹ طیاروں نے بمباری کر کے معسکر کو مکمل طور پر تباہ کر دیا۔ جس سے الیاس اور بلال موقع پر شہید ہو گئے اور خالد بھائی شدید زخمی ہو گئے اور ان کی ایک ٹانگ بھی کٹ گئی۔

اسی دوران ڈیڑھ سو کے قریب فوجی ''اللہ اکبر پہاڑی'' سے اتر کر برامچہ بازار تک پہنچ گئے۔ جہاں طالبان اور امریکیوں میں جنگ جاری تھی۔ معسکر میں خالد شہید زخمی حالت میں اکیلے چار گھنٹے تک پڑے رہے۔ مسلسل جنگ اور بمباری کی وجہ سے ان تک کوئی نہ پہنچ سکا۔ ساڑھے 11 بجے جب ساتھی خالد شہید کے پاس پہنچے تو وہ آخری سانس لے رہے تھے۔ انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

خورشید شہید رحمہ اللہ:

خوش رہنے اور سب کو ہنسانے والا گندمی رنگت مناسب قد وقامت اور خوبصورت آواز

والا نوجوان عامر شہزاد المعروف بابا خورشید شہید حاصل پور کے ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے۔ جب انہوں نے ہوش سنبھالا تو اپنے بھائیوں کو فروٹ منڈی میں کام کرتے دیکھا۔ اس نے چند جماعتیں ہی پڑھیں کہ حالات نے اسے فروٹ کی ریڑھی لگانے پر مجبور کر دیا۔ مگر ریڑھی لگانے والا خورشید کسی کو کیا معلوم کل خورشید بن کر شہداء کی صفوں میں چمکے گا۔

سب مجاہدین خورشید شہید سے بہت خوش تھے اور وہ بھی مجاہدین کی خدمت کو سعادت سمجھتا تھا۔ تحریک طالبان افغانستان میں شمولیت اختیار کر لی اور حضرت امیر المومنین کی قیادت میں جہاد کرنے لگے اور اپنی زندگی کے بہترین سال انہوں نے صلیبی افواج کے خلاف معرکہ آرائی میں گزارے اور اپنے دیرینہ ساتھی خالد شہید رحمہ اللہ کے دست بازو بنے رہے اور جہاد کے ان کٹھن مراحل میں وہ دونوں ہنسی خوشی گزر گئے اور برامچہ کے محاذ جنگ پر خالد شہید سے دو دن قبل شہید ہو گئے۔

2 جون 2008ء کی رات اچانک امریکی چھاپہ مار فوج نیچے اتر آئی جن کو کور فائر فضاء میں ہیلی کاپٹر دے رہے تھے۔ ہم اپنے اوطاق میں موجود تھے۔ خورشید شہید نے فوراً حالات کی سنگینی کو بھانپتے ہوئے گن پوچ سنبھالا اور بوٹ پہن کر معرکہ لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اتنے میں طالبان کے عمومی امیر کی جانب سے پیغام ملا کہ جو میزائل ہم نے نصب کیے تھے فائر نہیں ہو رہے لہٰذا تم میزائل فائر کرو تا کہ مزید فوج نیچے نہ اتر سکے۔ خورشید شہید نے خود خالد شہید کو کہا کہ آپ ادھر اوطاق میں ہی رہیں میں پہاڑی پر جا کر میزائل فائر کرتا ہوں لیکن خالد شہید نے کہا کہ آپ عبداللہ ایرانی کو ساتھ لے جائیں۔

خورشید شہید اور عبداللہ ایرانی میزائل فائر کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ تھوڑی دیر میں انہوں نے میزائل ٹھیک کر کے فائر کرنے کی پوزیشن سنبھالی اسی دوران ان کو دوبارہ میزائل فائر کرنے کا حکم ملا تو خورشید شہید نے دونوں میزائل فائر کر دیئے۔ جب میزائل فائر ہوئے تو اس وقت فضاء میں جیٹ طیارے گردش کر رہے تھے۔ انہوں نے جہاں سے میزائل فائر ہوا تھا شدید بمباری کی جس سے خورشید اور عبداللہ ایرانی شہید ہو گئے۔

مایہ ناز کمانڈر بھائی سلطان شہید رحمہ اللہ:

کمزور جسم مگر آہنی ارادوں کے مالک عمر بمشکل پچیس سال لیکن تجربہ گویا بیسیوں برسوں کا۔ بظاہر ایک عام سا دیہاتی لیکن حقیقت میں ایک نڈر، زیرک اور بہادر سپہ سالار۔ یہ تھے ہمارے محسن اور مایہ ناز کمانڈر سلطان شہید، آپ کا تعلق ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک نواحی گاؤں سے تھا۔ مادری زبان پشتو لیکن اردو، فارسی بھی روانی سے بولتے تھے۔

میری سلطان شہید رحمہ اللہ سے پہلی ملاقات 1996ء میں درہ سالانگ میں ہوئی اور آخری ملاقات 2001ء میں قندوز میں ہوئی۔ عمر کے اگر چہ چھوٹے تھے لیکن پیہم تجربات اور نور ایمانی نے انہیں بلا کی ذہانت بخشی تھی۔ ان مشکل حالات میں انہوں نے جس طرح سے پاکستانی مجاہدین کی بہترین کمان کی اور ہر مشکل مرحلے پر وہ ایک تجربہ کار کمانڈر ثابت ہوئے۔ انتظامی امور کے ساتھ ان میں جرأت اور بہادری بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ عین میدان جنگ میں کاندھے پر راکٹ لانچر اٹھائے سب ساتھیوں سے آگے یوں بھاگتے چلے جاتے تھے، جیسے شہادت ان کی لیلیٰ ہو اور سلطان شہید مجنوں بنے اس کے پیچھے دوڑے چلے جا رہے ہوں۔

ان کی بہادری سے مجاہدین کی ہمت بڑھ جاتی اور وہ بے جگری سے لڑتے۔ سلطان شہید کئی مرتبہ داد شجاعت دیتے ہوئے زخمی ہوئے، لیکن زخم ان کے عزم واستقلال میں کمی نہ لا سکے۔ ہر مرتبہ وہ علاج کے بعد واپس محاذ پر چلے جاتے اور محاذ بھی انہیں شمال کا پسند تھا۔ جو ہمیشہ گرم رہتا۔ میری سلطان شہید کے ساتھ بطور وائرلیس آپریٹر قندوز میں تشکیل تھی اور میرا سلطان شہید کے ساتھ معاہدہ تھا کہ جب بھی تعارض ہو آپ مجھے ساتھ ضرور لے کر جائیں گے۔ اس وجہ سے مجھ کو کئی معرکوں میں سلطان شہید کے ہمراہ دشمن سے لڑنے کا موقع ملا۔

جب ظالم و جابر امریکہ کی پے در پے بمباری اور بے غیرت غدار لوگوں کی بے وفائیوں کی وجہ سے طالبان پورا شمالی افغانستان خالی کر کے قندوز شہر میں محصور ہو گئے تھے تو اس وقت بھی قندوز میں مجاہدین کی قیادت کمانڈر سلطان شہید رحمہ اللہ کر رہے تھے۔ قندوز شہر سے طالبان کے انخلاء سے قبل بھائی سلطان نے مواصلاتی رابطے پر سینکڑوں کلومیٹر دور اپنے باہر

والے ساتھیوں سے رابطہ کیا۔ ان رابطوں کو راقم نے ریکارڈ بھی کیا۔ بار بار باہر والے ساتھیوں کوتسلی دے رہے تھے ان شاء اللہ خیر ہوگی اور پھر واقعی ان کے ساتھ بھی جو کچھ ہوا وہ ان کے لیے سب سے بڑی خیر تھی۔ قندوز سے انخلاء کے بعد شمالی افغانستان کے امریکی کمیونسٹوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قندوز سے نکلنے والے سب طالبان کو گرفتار کر لیا اور انتہائی جبر وتشدد کا نشانہ بنایا۔ ہمارے محسن اور مایہ ناز کمانڈر سلطان شہید رحمہ اللہ بھی انہیں اسیروں میں شامل تھے۔ مگر ان کی قید زیادہ طویل نہ تھی۔ کیونکہ شمالی اتحاد کے ستمگروں کے سرغنہ دوستم اور امریکیوں نے مل کر دنیا کے قوانین کو بالائے طاق رکھ کر ساڑھے تین ہزار مجاہدین کو شہید کر دیا جن میں سلطان شہید بھی شامل تھے اور ان کا مدفن بھی دشت لیلیٰ ٹھہرا۔ اللہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام و مرتبہ عطاء فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین !

شہید تم سے یہ کہہ رہے لہو ہمارا بھلا نہ دینا
قسم ہے تم کو اے سرفروشوں عدو ہمارا بھلا نہ دینا

☆......☆......☆

انسانیت کی مشکلات کا واحد حل

''انسانیت کی مشکل کا صرف ایک ہی حل ہے اور وہ یہ ہے کہ عالمگیر قیادت اور زندگی کی جہاز رانی ان مجرم اور انسانیت کے خون سے رنگین ہاتھوں سے نکل کر......جنہوں نے انسانیت کے قافلہ کو غرق کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے......ان امانت دار، فرض شناس، تجربہ کار ہاتھوں کی طرف منتقل ہو جو انسانیت کی جہاز رانی کے لیے روزِ اوّل سے بنائے گئے ہیں، نتیجہ خیز اور کار آمد انقلاب صرف یہ ہے کہ دنیا کی راہنمائی اور انسانیت کی سربراہی جاہلیت کے کیمپ سے......جس میں برطانیہ، امریکہ، روس اور ان کی حاشیہ بردار مشرقی اور ایشیائی قومیں ہیں اور جس کی زمام قیادت مستدفین اور اکابر مجرمین کے ہاتھوں میں ہے......منتقل ہو کر اس امت کے ہاتھ میں آجائے جس کی قیادت انسانیت کے معمارِ اعظم، رحمتِ عالم سید اولاد آدم محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہے، اور جو اس دنیا کی تعمیر نو اور انسانیت کی نشأۃِ ثانیہ کے لیے محکم اور واضح اصول و تعلیمات رکھتی ہے اور جس کا ایمان دنیا کو اس وقت کی جاہلیت سے اسی طرح نکال سکتا ہے جس طرح اس نے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے نکالا تھا''۔

''انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر''

از مولانا سید ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ 329